فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانِ مقالہ	مقالہ نگار	صفحہ نمبر
۱۔	پیش لفظ	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	۳
۲۔	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ	حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقیؒ	۱۵
۳۔	جہان امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ قومی کانفرنس کا اجمالی جائزہ اظہارِ تشکر و امتنان	صوفی غلام سرور نقشبندی مجدّدی	۲۲
۴۔	تعارف جہان امام ربّانیؒ	علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی	۳۲
۵۔	امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد	۳۹
۶۔	حضرت مجدّد الف ثانیؒ قدس سرہ کا لاہور سے رابطہ	پروفیسر محمد اقبال مجدّدی	۴۶
۷۔	شریعت، طریقت اور حقیقت، امام ربّانی کی نظر میں	پروفیسر قاری مشتاق احمد	۵۵
۸۔	حضرت مجدّد الف ثانیؒ اور ترویج شریعت	پروفیسر محمد احسان احمد	۶۴
۹۔	امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ بحیثیت فقیہہ اسلام	علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی	۶۹
۱۰۔	حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے تفسیری نکات	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	۷۶
۱۱۔	حضرت مجددؒ اور عشق رسول ﷺ	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی	۹۹
۱۲۔	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ	پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد	۱۰۶

www.mujaddidway.com

۱۳۔	نقشبندی مشائخ اور تحفظ ناموس رسالت	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی	۱۱۷
۱۴۔	حضرت مجدّد الف ثانی ؒ کی عربی نگارشات	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	۱۴۴
۱۵۔	بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کی ممتاز خانقاہیں	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	۱۵۵
۱۶۔	خانوادہ مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت	سید صابر حسین شاہ بخاری	۱۶۸
۱۷۔	حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور مستشرقین	ڈاکٹر محمد سلطان شاہ	۱۷۸
۱۸۔	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی تحریک احیاء دین	پروفیسر محمد اقبال مجدّدی	۲۱۲
۱۹۔	سرہند شریف، اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی	۲۲۴
۲۰۔	خطبہ صدارت	مفتی اعظم علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد	۲۳۸
۲۱۔	روئیداد	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۲۴۲
۲۲۔	کانفرنس کے بارے میں اہل علم حضرات کے تأثرات		۲۵۶
۲۳۔	مقالہ نگار حضرات، ایک تعارف		۲۹۰

www.mujaddidway.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
وائس چانسلر انڈی پنڈنٹ یونیورسٹی، فیصل آباد

www.mujaddidway.com

یہ حقیقت ایسی مبرہن اور واضح ہے کہ کسی استدلال یا ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ تاریخ برصغیر کا حقائق نامہ اسی کی تائید کر رہا ہے کہ پاک و ہند کے خطے میں اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ زیادہ تر ایسے صوفیاء نے انجام دیا جو علم و عمل میں یگانہ روزگار تھے۔ یہ درست ہے کہ عرب زمانہ قبل اسلام سے ہی بحر ہند کے ساحلوں سے آشنا تھے اور تجارتی مقاصد کے تحت ان علاقوں میں خصوصاً جنوبی ہند میں آباد ہو چکے تھے۔ یہ بھی تسلیم کہ محمد بن قاسم کے دلیرانہ حملے سے رابطے کا ایک باوقار آغاز ہو گیا تھا جس کے ساتھ متعدد مسلمانانِ عالم برصغیر آ گئے تھے لیکن تبلیغ اسلام کو قوت اس وقت حاصل ہوئی جب علماء وصوفیاء، منگولوں کے حملوں کی بنا پر ہجرت پر مجبور ہوئے، مقصود اشاعت دین تھی، منگولوں کی سیاہ آندھی نے ہر مسند علم و نور پر شب خون مارا تھا، پورا عالم اسلام، ظلم و جبر کے محیط سایوں کا اسیر ہو گیا تھا، بظاہر یہ کیفیت بے حوصلہ کرنے کا موجب ہو سکتی تھی مگر دین متین کے علمبردار بے توفیق نہ ہوئے تھے، مراکز بدل لئے مگر مشن مسلسل جاری رہا، برصغیر کی خوش قسمتی کہ یہاں قدرے سکون تھا اس لئے بہت سے دانائے راز اپنے شفا بخش رویوں کے ساتھ ہجرت کر کے برصغیر

آ گئے۔ ان صوفیاء کرام کی ایک بڑی تعداد سلاطین کے دور میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں آباد ہوگئی۔ روشن وجود جہاں مسکن بناتے گئے وہاں اسلامی تعلیمات کی مہک پھیلنے لگی، نتیجہ یہ نکلا کہ ان صوفیاء کے تبلیغی کارناموں کی بدولت مقامی آبادی اسلام قبول کرنے لگی، اس نظریاتی انقلاب کے عملی مظاہر سے مقامی مذاہب کو تشویش لاحق ہوئی، مخالفت ہوئی، ردعمل ظاہر ہوا مگر اسلامی تعلیمات بہر رخ اس قدر جامع اور روح پرور تھیں اور اس کے داعی، خدمت خلق اور فلاح عوام کے جذبوں سے اس قدر سرشار تھے کہ مخالفت و معاندت کی تمام آوازیں دب کر رہ گئیں۔ اس پیش رفت نے دشمنی کے نئے راستے تراشنے پر مجبور کر دیا، برسر میدان ستیزہ کاری تو ممکن نہ رہی تھی اس لئے مخفی سازشیں اور نظریاتی مغالطے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، منافقانہ قرب کے کئی روپ دھارے گئے، بھگتی تحریک جو تاریخ ہند میں ایک مصالحتی کاوش سمجھی گئی ایسی ہی سازش تھی۔ اسلامی تعلیمات کو دیگر مذاہب کے تصورات سے مربوط کرنے کی یہ کوشش دراصل مسلمانوں کو اپنے مرکز سے برگشتہ کرنے کا بہانہ تھی تا کہ اسلامی تشخص میں وحدت کا عنصر کمزور ہو جائے اور اسلام سے محبت وعقیدت اور اس کے عقائد واعمال سے وابستگی کی قوت مضمحل ہونے لگے۔ یہ معاندانہ چال تھی مگر بدقسمتی کہ مسلمان حکومت اس نقب زنی سے بے خبر تھی، حکمران اسے اتحاد کی ایک مربوط کوشش سمجھتے تھے اور مقامی آبادی کو رام کرنے کیلئے اس کو ایک بہتر کاوش خیال کرتے تھے، مقصود حکمرانی ہو تو ایسے ہی رویے اپنائے جاتے ہیں، یہ بھی افسوسناک حقیقت ہے کہ بعض علماء وصوفیاء بھی اس سازش کا شکار ہو گئے۔ وحدت ادیان کا پرچار ہونے لگا صوفیانہ روش میں مقامی ویدانت نے اثر دکھایا حتیٰ کہ وحدت الوجود کے نظریئے کو ان مقاصد کیلئے استعمال کیا گیا اور ان کی آڑ میں اسلام کی امتیازی شان کو داغدار کرنے کی سازش بھی ہوئی، اس سازش کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ کسی طرح رسول اکرم ﷺ کے مقام اور حیثیت کو متنازعہ بنا دیا جائے، یہ سازش اس قدر گہری ہوگئی کہ رسالت کی

www.mujaddidiya.com

اہمیت وضرورت سے انکار ہونے لگا، یہ دراصل ملفوف وسیہ کاری تھی جو ہندو ذہنیت کی ماورائی جدلیت کا نتیجہ تھی۔

یہ تھے حالات جب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے اور با اعتماد استدلالی جذبہ کی قوت سے فاسد نظریات کو مٹانے کیلئے شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کو اعلان حق کا فریضہ انجام دینے کا حوصلہ عطا فرمایا، ۹۷۱ھ کو سرہند کے مقام پر پیدا ہونے والے اس مرد جری نے ابتداً تمام مروجہ علوم میں سند فراغت حاصل کی تاکہ کوئی علمی مغالطہ راہ نہ کاٹے، علماء حق کی محفلوں میں حاضر ہوکر آپ نے قرآن، حدیث، فقہ، منطق اور عربی زبان وادب پر ماہرانہ دسترس حاصل کی، علوم ظاہرہ کے بعد علوم باطنہ کیلئے متعدد آستانوں سے تعلق جوڑا اور بالآخر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی نسبت پر اعتماد رکھتے ہوئے آپ کے حلقہ ارادت کو معتبر جانا، اس دور میں جبکہ آپ تبلیغی مساعی کی ابتدا کرنے والے تھے، برصغیر پر اکبر اعظم کا نام جلال وہیبت اور قوت وشکوت کا نشان تھا، دنیا کی عظیم تر سلطنت کی حکمرانی نے انا پرستی کو تحریک دی تھی، اس کے ساتھ غیر مسلم مشیروں کے مشوروں نے اکبر کے دماغ میں اپنی برتری کا احساس اس قدر مضبوط کر دیا تھا کہ وہ اس قوت کی بنیاد پر دین کے بارے میں بھی بے رخی اختیار کرنے لگا تھا، ''دین الٰہی'' بھگتی تحریک کی ایک نئی شکل اور سرکاری حیثیت تھی جس سے خطرہ لاحق ہوا کہ برصغیر کا مسلم معاشرہ بے سمتی کا شکار ہوکر بھٹک جائے گا اور شاید اسلام بھی بدھ مت کی طرح برصغیر سے نکال دیا جائے گا۔ ایسی سیاسی نخوت، علمی بے راہ روی اور روحانی بے یقینی کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے جہاد کا اعلان کیا۔ یہ جہاد ہر محاذ پر تھا جس کے اثرات جلد ہی رونما ہونے لگے اور ہندو ذہن کا چوپائی حملہ پسپا ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے سامنے کئی محاذ تھے اور ملت اسلامیہ اور اس کے اکابر کی نبرد آزمائی کے باوجود تنزل وانحطاط کا عمل نہایت تیزی اور زود رفتاری سے جاری تھا

www.mujaddidway.com

اس لئے آپ کو نہایت مشکل مراحل سے گزرنا پڑا۔ معاندت کی فضا چہار جانب محیط رہی، حکمرانوں کا مزاج برہم ہوتا گیا، اقتدار کا نشہ ہر دور میں فریب دیتا رہا ہے اور اب تو قوت کی بے پناہ سطوت کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی، حاسدوں اور اپنے مفادات کو معیار حیات بنانے والوں نے کان بھی خوب بھرے، دربار میں بلایا گیا مگر فقر مصطفوی کا علمبردار کسی صورت جھکنے پر تیار نہ ہوا، سجدہ تعظیمی کے انکار کے جرم میں پکڑے گئے اور تقریباً سال بھر گوالیار کے قلعہ میں قید رہے، رہائی پر بھی مشروط آزادی ملی کہ نقل وحرکت پر پابندی رہے، مگر مجددی شان کے حامل مرد قلندر نے ہر مشکل، ہر مصیبت اور ہر قدغن کو قبول کر لیا مگر کسی صورت، جبر کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہوئے، تاریخ آزمائش کے یہ کڑے لمحات تھے مگر پائے ثبات میں لرزش نہ آئی، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو متعدد مراحل درپیش تھے جن میں سے ہر ایک انسانی قوت کے لئے امتحان تھا مگر آپ نے کفر وشرک اور بدعت و بدعملی کی ہر یلغار کا مردانہ وار مقابلہ کیا، مراحل کچھ اس طرح کے تھے۔

آبادی کی اکثریت معاندانہ رویہ رکھتی تھی۔ یہ رویہ کسی میدانی نبرد آزمائی کی شکل میں نہ تھا۔ بغل میں چھری تھی مگر منہ میں رام رام کی مالا تھی۔ مکار دشمن ہر ذلت برداشت کرسکتا تھا کہ اس کے مقاصد میں کامیابی ہو۔ ہندو عورتیں اور راجپوت پتنیاں دربار دہلی کے پس پردہ ثقافت اسلامی پر مقامی رسوم کو غالب کرنے کا اہتمام کر رہی تھیں۔ اکبر ایک طاقت ور حکمران تھا مگر اس کی طاقت کو مفاد پرست علماء اور ویدانت کے اسیر صوفیاء نے اس طرح استعمال کیا کہ روح اسلام مجروح ہوتی چلی گئی، اس کی ناخواندگی، پیغمبرانہ امیت سے مشابہ قرار دیا گیا۔ اور محضر نامہ کے ذریعے اکبر کو خلیفۃ الزمان اور امام عہد قرار دے کر واجب الاطاعت ثابت کیا گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں قطع وبرید شروع کر دی گئی۔ رعایا کی خوشنودی کیلئے کئی احکام معطل کر دیئے گئے، فیضی اور ابوالفضل نے اپنی علمی برتری کو نہایت مذموم طریق

سے استعمال کیا۔

علماء کے ہاں علمی روایات میں جمود آ گیا تھا اکثر حواشی، شروح اور تعلیقات پر سارا زور صرف ہوا۔ اس تقلیدی روش نے کسی بڑے علمی کارنامے کی توفیق نہ دی۔

ہندو تہذیب وتمدن کے اثرات مسلم معاشرے کو آلودہ کرنے لگے، ریاضت میں غلو نے معاشرتی زندگی سے فرار کا راستہ دکھایا، ترک دنیا کا رجحان بڑھا، قیامت سے عملاً انکار ہونے لگا، خاک آلود رہنے کا شوق فراواں ہوا، وحدت ادیان کا تصور پروان چڑھنے لگا اور ہندو اسماء اپنانے کا شوق پیدا ہوا۔

نبوت ورسالت کے اساسی عقیدے پر ایمان متزلزل ہونے لگا اور بار بار کوشش ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت ورفعت کے باوجود آپ کو دیگر مقامی اوتاروں کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے اس سے نبوت کی یکتائی کا یقین بھی لرز جائے گا اور ختم نبوت کے عقیدے سے بھی انحراف ممکن ہوگا۔

ہمایوں کا ایران میں قیام اپنے ساتھ بعض ایسے نظریات لے آیا تھا جو مغلیہ حکمرانوں کے مزاج کے مطابق نہ تھے مگر ان کا اثر ونفوذ بتدریج بڑھتا گیا اور عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کمزور ہونے لگا۔

تصوف کی پاکیزہ فضا کو مقامی رہبانیت نے بہت داغدار کر دیا تھا، ہر روز کوئی صاحب سجادہ نئے تصورات کا پرچار کرنے پر آمادہ ہو رہا تھا، خانقاہی نظام میں جوگیوں کے شعبدے اثر دکھانے لگے تھے، ستر اسلامی سے بغاوت ہو رہی تھی لنگوٹی ترک آلائش کی علامت بنتی جا رہی تھی۔

اس چہار پہلو حملوں کا دور تھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حکمرانوں اور حکومت کے کارکنوں کو صراط مستقیم پر لانے کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ اسلام کی انفرادی شان کو عقلی وفکری

www.mujaddidway.com

دلائل سے واضح کیا، اتحاد ادیان کو عقلی فریب اور ایک سازش قرار دیا، پرتاثیر خطوط کے ذریعے منتشر اذہان کو روشنی دکھائی اور ان کی صف بندی کی، ہر لمحہ تبلیغ کا مشن جاری رکھا، قید کو سزا نہ سمجھا بلکہ لمحہ تبلیغ قرار دیا، یقیناً ابتداء میں طاقت میں سرمست حکمرانوں کو یہ پیغام صداقت اچھا نہ لگا، مخالفت بھی ہوئی، صعوبتیں بھی برداشت کیں، قید میں بھی ڈالے گئے مگر آخر قوت صبر نے ہر جبر بے توفیق کر دیا، جہانگیر کے آخری لمحات، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی عظمت کے اعتراف میں گزرے، معاندت آخر زیر پا آئی، شاہجہان کی روش مجددی اصلاح کو قبول کر رہی تھی تو اورنگزیب حاشیہ نشینوں میں جگہ پانے کیلئے بے چین ہو گیا تھا، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی مساعی، اورنگزیب کو دین کے احکام کے سامنے جھکانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

علماء کو علمی برتری کا ذوق آپ کے عالمانہ اور حکیمانہ خطوط نے عطا کیا اس لئے دین کے علمبردار جوق در جوق اس قافلہ نورانی میں شامل ہوتے گئے، جس کی قیادت حضرت مجدد علیہ الرحمہ کر رہے تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ ہمعصر علماء میں سب سے برگزیدہ وجود حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ آپ کو مجدد الف ثانی کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔

نبوت و رسالت میں جو نظریات کا الجھاؤ پیدا کیا جا رہا تھا اس کا آپ نے اس شدت سے رد کیا کہ ایسی ہر کوشش دم توڑ گئی، ''اثبات نبوت'' کا رسالہ ہر خلجان کا مداوا کر رہا تھا، اس طاقت و ردعمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر کی تاریخ عظمت رسالت کے کارناموں سے مہکنے لگی، مقامی سازش ہو یا بیرونی دسیسہ کاری، نبوت کا دعویٰ مسلمانان برصغیر کو متوجہ نہ کر سکا، اسی کا اثر تھا کہ ''قادیانیت'' بین الاقوامی قوتوں کی بیساکھی کے باوجود مغلوب ہی رہی۔

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس تواتر سے ہدایات رقم کیں کہ ہزار ممنونیت کے باوجود مغلیہ حکمران بھی اس عقیدہ پر مستحکم رہے، نور جہاں کی نازبرداریوں کے

باوجود جہانگیر یہی اعلان کرتا رہا کہ

جانِ من جاں دادہ ام ایماں نہ دادہ ام

تصوف ایک چشمہ صافی ہے جس کا مقصود اصلاح باطن ہے تاکہ دل کی دنیا کفر وشرک کی غلاظتوں سے پاک رہے اور اس میں روحانی طہارت کے شگوفے کھلتے رہیں، بدعملی اور بے عملی بعض اوقات اس آب زلال کو مکدر کر دیتی ہے اس دور میں بھی ایسا ہی ہو رہا تھا تصوف کے اجلے پیغام میں ماحول میں رچی ہوئی بدبو نے بیزاری کا عنصر پیدا کر دیا تھا، کبھی حلول کا مغالطہ دیا جاتا تھا تو کبھی وحدت الوجود کے نظریئے کی خود ساختہ توضیح تعفن پیدا کرتی تھی، حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دی کہ یہ نازک مقام تھا، تصوف کا اثبات اور اس میں شامل کی گئیں بعض نادان کاوشیں، آپ کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ رہیں، ''**وحدت الشہود**'' اس گنجلک مسئلے کا لائق اعتماد حل تھا کہ وحدت الٰہ کا تصور یقین بھی بنے مگر الوہیت میں شرک کی آلودگیوں سے پاک بھی رہے، نظریاتی صیانت کے ساتھ عملی طہارت بھی آپ کا موضوع رہا۔ شریعت کی برتر حیثیت کا اس قدر قوت سے اثبات کیا کہ طریقت کے نام پر کم فہم افراد کی بے راہ روی کا سد باب بھی کر دیا گیا، شریعت سے فرار کی راہیں ڈھونڈنے والے اپنے آپ کو اس سے بالاتر خیال کرنے لگے تھے اور طریقت کا لبادہ اوڑھ کر بے عملی اور بدعملی کو سند جواز عطا کرنے پر آمادہ ہو رہے تھے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے شریعت کی بالاتر حیثیت کا یوں پرچار کیا کہ اسوہ رسول ﷺ کے سوا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ان ہمہ جہت کاوشوں کو علماء وصوفیاء حتیٰ کہ عام مسلمان تک روشناس کرانا اہل درد کا فرض تھا، فرض کی ادائیگی کا یہ منصب قدرت نے مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کو ودیعت فرمایا، مسلسل کاوش اور بھرپور لگن سے آپ نے ''**جہان امام ربانی**'' کا ایک دائرہ معارف مرتب فرما دیا، یہ ایک ملی قرض تھا جو حضرت نے ادا

کیا اور اس طرح پوری ملت کو سرخرو فرمایا، اس جہان امام ربانی میں کیا ہے؟ اس حوالے سے ''**علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی**'' کا مقالہ ''**تعارف جہان امام ربانی**'' نہایت اختصار کے ساتھ اس جہان امام کے تمام تر اقالیم کا تعارف ہے۔ قاری ایک نظر میں اس وسیع و عریض جہاں کے تمام گوشوں سے آشنا ہو سکتا ہے، یہ تعارفی کلمات ہی اس کو وہ آگہی بخش دیں گے جس کی تفصیل اسے مکمل چھ جلدوں کے مطالعہ سے حاصل ہوگی، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے علمی وفکری کارناموں کا یہ اشاریہ ہر صاحب ذوق کو عظمت مجددیت سے قرب کی دولت عطا کرے گا، جو ''**جہان امام ربانی**'' کا مقصود ہے۔ صاحبزادہ محمد مسرور احمد کا مختصر مقالہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے حوالے سے اس مجددی قافلے کا تذکرہ ہے جو اس ''**جہان امام ربانی**'' کی تزئین وتشکیل کیلئے ہمہ وقت مصروف عمل رہے ہیں، اسی طرح مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی، نے اجمالاً امام ربانی انٹرنیشنل فاؤنڈیشن کا تعارف رقم کر کے شائقین کو فاؤنڈیشن کے اغراض ومقاصد سے آشنا کرایا ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کے ساتھ اس مقدس مشن میں قدم قدم شریک سفر جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کی ''**جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس کا اجمالی جائزہ اور اظہار تشکر وامتنان**'' کے حوالے سے معلومات افزا تحریر ان تمام تنظیمی مراحل کی روداد ہے جو ''**جہان امام ربانی**'' کی تقریب رونمائی کیلئے طے کئے گئے، اس تعارفی نگارش سے منتظمین کی ہمت، لگن اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے والہانہ شیفتگی کا اندازہ ہوتا ہے اور ہر قاری کو تحریک ملتی ہے کہ وہ کس طرح پیش آمدہ مسائل سے عہدہ برا ہو سکتا ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی کا خطبہ صدارت، اس قومی کانفرنس کے منتظمین کیلئے ایسا دعائیہ خطبہ خیر ہے جو مجھے امید ہے ان کی تحریکی سرگرمیوں کیلئے مہمیز ہوگا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی علمی، فکری، اجتہادی اور عملی کاوشوں کا مرقع ''**جہان امام ربانی**''

تعارف کا متقاضی بھی تھا اور مشاورت باہمی کا ایک مستقل باب وا کرنے کا ذریعہ بھی، اس کی تقریب رونمائی ایوان اقبال ہال میں منعقد ہوئی، حضرت مجدد علیہ الرحمہ اور حضرت اقبالؒ کی فکری مناسبت کا ایک عمدہ اظہار اس تقریب میں ہوا، سامعین کی کثرت جن میں علماء حق، صوفیاء برحق کے علاوہ اساتذہ اور طلبہ کی کثیر تعداد اس بات کا ثبوت تھی کہ فکر مجدد کس قدر ہمہ گیر ہے، تعارفی خطبات کیلئے اس کانفرنس میں بہت قیمتی جواہر علم پیش ہوئے جن کی اپنی انفرادی حیثیت بھی اہمیت رکھتی ہے۔ ان مقالات میں کچھ کا تعلق حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ذات سے تھا تو کچھ کی نسبت آپ کے ارشادات وتعلیمات سے تھی، ان مقالات میں چند کے عنوانات کچھ یوں تھے:

☆ **شریعت، طریقت اور حقیقت، مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نظر میں**

پروفیسر قاری مشتاق احمد مجددی کے مستقیم فکر کا حرفی اظہار

☆ **حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ترویج شریعت**

پروفیسر محمد احسان احمد ہاشمی قادری سہروردی کا مختصر مگر جامع مقالہ

☆ **حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور عشق رسول ﷺ**

یہ پر مغز مقالہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے

☆ **عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ**

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد کا عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے حضرت مجددؒ کی فکری و عملی جدوجہد کا ایک مجمل خاکہ

☆ **مشائخ نقشبند اور تحفظ ناموس رسالت**

ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی کی مومنانہ فکر ایک واقعاتی اظہار

ان فکری مقالات کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی علمی عظمت کو خراج

www.mujaddidway.com

محبت پیش کرنے کیلئے بھی چند مقالات پیش کئے گئے مثلاً

☆امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ بحیثیت فقیہہ اسلام

جناب مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ نے فقہی استنباطات کے حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی دقت نظر کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

☆حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے تفسیری نکات

ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس کا حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تفسیری کاوشوں کو خراج عقیدت

☆حضرت مجدد الف ثانی کی عربی نگارشات

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا انتخابِ کلمات اور ایصال معنیٰ کے حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ادبی عظمت پر مقالہ

عظیم شخصیات کی عظمت کو سلام پیش کرنے کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ انکے اثرات کا جائزہ لیا جائے برصغیر میں دین اسلام کے حوالے سے غیرت ایمانی کی اساس پر اپنی ترجیحات کا تعین کرنے میں متعدد محترم وجود موجود ہیں مگر ان میں سے اپنی مخصوص علمی وفکری منزلت کی مناسبت سے کچھ نام بڑے بلند مرتبہ ہیں، انھیں کے نظریات کو موضوع سخن بناتے ہوئے فکر مجدد کی اثر آفرینی کا جائزہ بھی لیا گیا مثلاً

☆خانوادہ مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری نے اسی عقیدت کے بعض گوشوں پر سے پردہ اٹھایا ہے

☆حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ اور مستشرقین

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کا چشم کشا مقالہ جس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے فکر کی وسعت کا جائزہ لیا گیا

www.mujaddidway.com

ان مقالات کے علاوہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے وسیع تر اثرات کا جائزہ بھی لیا گیا مثلاً

☆حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا لاہور سے رابطہ

پروفیسر محمد اقبال مجددی مستحکم تاریخی فکر رکھتے ہیں، یہ مقالہ اسی تحقیقی تناظر میں لکھا گیا ہے۔

☆بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ممتاز خانقاہیں

ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے اپنے معمول کے مطابق ایک فکری و معلوماتی تحریر پیش کی ہے۔

ارمغان امام ربانی ان علمی، فکری اور تحقیقی نگارشات کا مرقع ہے، یہ ایک کاوش ہے جو مسلسل کاوشوں کی تمہید ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے برصغیر کی مسلم ملت میں جو انقلاب برپا کیا تھا وہ برصغیر کی حدود سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ پورا عالم اسلام ان تجدیدی کارناموں سے اثر پذیر ہوا، اس لئے کہ یہ انقلاب روحانی بھی تھا اور مادی بھی، معاشرتی بھی تھا اور سیاسی بھی، مخالفت کی شدت واضح کر رہی تھی کہ یہ صرف خانقاہی نظام کی حدود تک محصور انقلاب نہ تھا، اس سے تو تخت و تاج والے بھی بلبلا اٹھے تھے وگرنہ یہ عام مشاہدہ کہ خانقاہوں یا زاویوں میں گوشہ نشین صاحبان نظر کو لوگ یا تو عقیدت کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں یا ان سے لاتعلق رہے ہیں، حکمران بھی ان کی ظاہری قدر و قیمت کا خیال رکھتے رہے ہیں اور حاضریاں بھی دیتے رہے ہیں۔ آخر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے پیغام کا وہ کون سا فعال نقطہ تھا جو خاک نشینوں اور تخت نشینوں کو برابر برافروختہ کرتا رہا ہے۔ یہ دراصل ایک تحریک اصلاح نہ تھی یہ تجدیدی کاوش تھی، غیر مسلم اس لئے سیخ پا ہوئے کہ ان کے نظریات سے صرف نظر نہیں کیا جا رہا تھا رواداری کے نام پر فریب کھانے سے انکار کیا جا رہا تھا، یہ خانقاہی نظام ہی کا ایک پرتو نہ تھا

یہ تحریک اسلام کی زندہ قوت کا اظہار تھا، یہ صرف ملت شماری کی کاوش نہ تھی، ملت حنیف کی سطوت کا پیغام تھی، یہ صرف اسلام قبول کرانے کی تبلیغ نہ تھی، بندہ حق بنانے کا عمل تھی، یہ درحقیقت احیاء اسلام کی تحریک تھی۔ وہ اسلام جو عبادات سے معاملات تک، تدبیر منزل سے سیاست مدن تک کو محیط ہے، اسی لئے تو صاحبان اقتدار سے مردان جری کو خطاب ہو رہا تھا، یہ حق کی سطوت کا پیغام تھا جو سب فرامین پر نافذ ہونا تھا، یہی وجہ تھی کہ مخالفت بھی گھمبیر تھی مگر مجددانہ کردار سب رکاوٹوں سے کامیاب گزرا، حضرت مجدد علیہ الرحمہ ایک مسلمان حکومت کے دور میں اپنا تجدیدی کارنامہ انجام دے رہے تھے اس لئے وہ صرف عبادات کی اجازت، رسوم کی پاسداری اور مسجد ومحراب میں درس وتدریس پر راضی نہ تھے، یہ سہولت تو غیر مسلمان حکومت میں حاصل کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے اسی لئے کہا تھا کہ ہندوستان میں سجدہ کی اجازت پر غافل آزاد ہونے کا لیبل لگا رہے ہیں۔ اسلام تب قوت وشکوہ کا مظہر ہوتا ہے جب اس کی تعلیمات کا ہر پہلو نافذ ہو، یہی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا مشن تھا اور یہی حضرت اقبال کی خواہش تھی، یہ نسخہ شفا جس دور میں بھی آزمایا جائے گا فیض بخش ہوگا، کاش آج کی مسلمان ملت اس حکمت مجدد سے روشنی حاصل کر سکے۔

''**ارمغان امام ربانی**'' آپ کے سامنے ہے، ایسی کاوشوں کا حوصلہ پیدا کیجئے اور اس کے منتظمین خصوصاً جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ اور صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کیلئے صحت وتندرستی اور درازی عمر کی دعا کیجئے کہ ایسے اکابر جسد ملت کیلئے توانائیوں کا سبب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حبیب مکرم ﷺ کے صدقے، ہم ایسے امتیوں میں مجددی روح بیدار کرے۔ آمین بجاہ رسول رب العالمین رحمۃ اللعالمین ہم سب کو راستی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی احمد، کنیت ابوالبرکات، لقب بدرالدین اور خطاب امام ربانی مجدد الف ثانی ہے۔ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ سالِ ولادت ''خاشع'' سے ظاہر ہے۔ شمسی تاریخ ۵ جون ۱۵۶۴ء تھی اور وفات روز سہ شنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ مطابق ۲۶ نومبر ۱۶۲۴ء کو سرہند شریف میں ہوئی۔ بعض افراد نے چاند کی ۲۷ اور بعض نے ۲۹ لکھی ہے اور یہ اختلاف مطالع کی بناء پر ہے۔ دن سہ شنبہ ہی کا ہے۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی عبدالاحد ہے اور ''مخدوم'' کے خطاب سے شہرت ہے۔ اسی خطاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کی اولاد کو مخدومی کہا جاتا ہے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے۔ اِس قِلَادَہِ عالیہ کا وسط حضرت مجدد الف ثانی کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کا اسم گرامی چار حرفی ہے اور آپ اپنے برادران میں چوتھے ہیں۔

انسدادِ الحادِ اکبری:

اس مقام پر بعض افراد اس بحث میں پڑ گئے ہیں کہ اکبری الحاد کا قلع قمع صرف حضرت مجددؒ نے کیا ہے۔ یا یہ کام حضرت خواجہ نے سرانجام دیا ہے۔ قَدَّس اللہ اَسرارَ ھُما ازروئے قاعدہ جو کام حضرت مجدد نے کیا ہے وہ حضرت خواجہ ہی کا کام ہے۔ حضرت مجدد کا علمِ ظاہر کامل تھا اور نقشبندیہ طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقوں میں صاحب کمال اور صاحب ارشاد تھے۔ لیکن آپ پر فتح یاب نہیں ہوا تھا۔ ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور بے یُمن توجہاتِ حضرتِ خواجہ آپ کے کمالات اُجاگر ہونے شروع

www.mujaddidiway.com

ہوئے۔ تین سال نہیں گزرے تھے کہ حضرت خواجہ نے اپنا کام آپ کے حوالہ کر دیا اور آپ نے حضرت خواجہ کے کام کو اس خوبی سے آگے بڑھایا کہ جس سے زائد کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ طریقۂ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان جس دِقّتِ نظر سے آپ نے کیا ہے۔ اس کا بیان سلوک کی کتابوں میں تفصیل سے مشائخ کرام نے کیا ہے۔ ولایتِ علیا۔ کمالاتِ نبوت اور حقائق انبیاء اور حقائقِ الٰہیّہ کا بیان آپ ہی نے کیا ہے۔ آپ کے انفاس قدسیّہ کی برکت سے اس طریقہ شریفہ کا فیضانِ عام ہوا۔ جب کہ یہ طریقہ تاشقند و بخارا کی حدود میں دائر تھا اور اکبر نے جس فتنہ کی داغ بیل ڈالی تھی اور جس میں مُلّا مبارک، فیضی، ابو الفضل اور دوسرے آزاد خیال افراد کا ہاتھ تھا۔ اکبر کے مر جانے سے مٹا نہ تھا۔ بلکہ اس کی جڑیں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے اُن جڑوں کا چُن چُن کر صفایا کیا اور آپ کے مرشدِ کامل نے جس کام کو شروع کیا تھا آپ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

احیائے طریقہ نبویّہ:

آپ نے طریقت کو طریقہ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ کا رنگ دیا۔ ''زبدۃ المقامات'' کے فصل ششم میں لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ ''رسول اللہ ﷺ کے کسی فعل میں اُدھوری متابعت کے عوض ہزار احیائے لیالی کو میں نہ خریدوں'' اور آپ کا ارشاد ہے۔ ''کوئی فضیلت آنحضرت ﷺ کی متابعت کی برابری نہیں کر سکتی۔'' رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلے میں آپ نے مخلصین سے فرمایا ''صرف رسول اللہ ﷺ کی متابعت کی نیّت کرو۔ ہمارا تَبَتُّل اور انقطاع کیا شے ہے۔ آپ کی متابعت حاصل ہونے کے لئے ہم کو سَو پابندیاں قبول اور بے توسّل متابعت ہم کو ہزار تَبَتُّل اور انقطاع قبول نہیں''۔ اور آپ نے ارشاد کیا ''لوگوں کو ریاضت اور مجاہدہ کی ہوس ہے۔ حالانکہ نماز کے آداب کی رعایت کرنے کے برابر کوئی مجاہدہ اور ریاضت نہیں ہے۔ خاص کر فرض و واجب اور سنت کے آداب کی رعایت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ بے شک لوگوں پر نماز بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر (بھاری نہیں ہے)"۔اور آپ نے فرمایا"بہت افراد دیکھنے میں آئے کہ وہ آداب اور رعایات کے مشغوف و دلدادہ ہیں۔لیکن نماز کے آداب میں تساہل سے کام لیتے ہیں"۔حضرات القدس کے حضرتِ خامسہ میں شیخ بدرالدین اپنے متعلق لکھتے ہیں۔ "بیعت ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھا کرتا تھا تو دل کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ ہر وقت سرورِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں رہتے ہیں اور اُن کو نماز پڑھتا دیکھتے ہیں اور انہی کے طریقہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے سوا دیگر علماء اور مشائخ کو بھی دیکھا ہے لیکن ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر بہ کمال آداب وخشوع آپ ہی کو نماز پڑھتے دیکھا۔آپ کی نماز اعظمِ خوارق میں سے تھی"۔

آپ نے رہبانیت کے طور طریقوں کو یکسر بند کیا۔ نہ چلہ رہا نہ دہہ۔ اَدراد و اَحزاب کی جگہ قرآن مجید اور اَدعِیہ ماثورہ نے لی۔آپ نے کرامات کے چکّر سے لوگوں کو نکالا......شیخ الاسلام پیرِ ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اور کیا ہی خوب فرمایا ہے۔"اگر بہ ہوا روی مگسے باشی، ور بر آب روی خسے باشی، دل بہ دست آر تا کسے باشی"۔ زبدۃ المقامات کے فصل ہشتم میں ہے کہ "پیر کی کرامت یہ ہے کہ وہ مریدوں کے اخلاق کی اصلاح کرے۔ اخلاق رذیلہ سے اخلاق فاضلہ تک لے جائے"۔حضرت والد الوالد قدس اللہ اسرارہما فرماتے ہیں۔

رو عمر در خدمتِ پیر سعید
تا نکو گردد رذیلہ خوئے تو

حضرات القدس کے حضرتِ ثامنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔"احوال شریعت کے تابع ہیں۔شریعت احوال کے تابع نہیں ہے کیونکہ شریعت قطعی ہے اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنّی ہیں ان کا ثبوت کشف و الہام سے ہوا ہے"۔اور آپ کا ارشاد ہے۔"تعجب

ہے خام و ناتمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسہ کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے''۔

اتباعِ سنّت میں محویّت:

یہ عاجز کہتا ہے کہ اتباعِ سنّت میں آپ محو تھے۔ اور محویّت کا یہ مقام از راہِ محبُوبیّت و مُرادیّت آپ کو ملا تھا۔ آپ کو ولایت اس عمر میں ملی، جس عمر میں آنحضرت ﷺ کو نبوت مِلی تھی اور پھر آپ کا زمانۂ ارشاد اتنا ہی ہوا جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ تھا اور اس طرح عمر شریف میں بھی موافقت رہی۔ پروردگار جَلَّ شانہٗ نے اِن امور میں بھی آپ کو اپنے محبوب ﷺ کے اِتّباع سے نوازا ہے۔ جن کے حاصل کرنے میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ کے اسرار کھول دیئے تھے۔ ہمہ وقت و ہمہ حال و ہمہ جا آپ کی نظر شریعت مطہرہ پر رہتی تھی۔ جس خوش نصیب کے رگ و پے میں اِتّباعِ سنت اور اطاعت کا جذبہ سرایت کر جاتا ہے اس کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔ ''وَمَنْ یُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقاً ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ عَلِیْماً''۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ جو کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیسی اچھی رفاقت ہے۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔'' آپ نے دفترِ سوم کے مکتوب ۸۷ کو اس عبارت پر ختم کیا ہے۔ ''مُرَبّائے الٰہی اَم جَلّ شانہ' مجتبائے فضل و کرم نامتناہی اُو تعالیٰ با کریمان کارہا دشوار نیست''۔ میں اپنے اللہ جَلَّ شانہ' کا پالا ہوا اور پرورش یافتہ ہوں اور اس کے بے انتہا فضل و کرم کا چُنا ہوا ہوں۔

؎ کریموں کے لئے مشکل ہے کیا کام نوازیں وہ جسے چاہیں نوازیں

اللہ تعالیٰ اُن پر رحمتیں نازل کرے اور اُن کے مراتب میں ہر آن اضافہ کرے۔

آپ کی تالیفات:

شیخ صُفر احمد مخدومی نے ''برکاتِ معصومی'' میں آپ کے سات رسائل کا ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ رسالہ تہلیلیہ (تحقیق در کلمۂ طیبہ) ۲۔ رسالہ اثبات نبوت ۳۔ رسالہ ردِّ شیعہ

۴۔ رسالہ معارفِ لدُنّیہّ ۵۔ شرح الشرح بعض رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ

۶۔ مبداء معاد ۷۔ مکاشفاتِ غیبیہّ اور آپ کے سہ دفتر مکاتیب مبارکہ کا بیان کیا ہے صُفر احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ مکاشفات غیبیہ کو حضرت خواجہ محمد معصوم نے اور مبداء معاد کو خواجہ محمد صدیق بدخشی نے جمع کیا ہے۔ دونوں رسالوں کے خطبے ان دونوں نے لکھے ہیں۔ باقی مضمون سب آپ کا ہے اور باقی رسائل از اوّل تا آخر آپ نے لکھے ہیں۔

ان سات رسائل کے مجموعہ کا قلمی نسخہ ۱۲۶۷ھ کا تحریر کردہ اس عاجز کے پاس ہے۔ ان میں سے پہلے رسالہ کا نام ''تحقیق در کلمہ طیبہ'' اور دوسرے رسالہ کا نام ''رسالہ در تحقیق نبوت'' لکھا ہے۔ یہ دونوں رسالے عربی میں ہیں۔ دوسرا رسالہ نا تمام ہے۔ وہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے مقالے کی صرف سُرخی لکھی ہے۔ ''المقالة الثانية فى ذم الفلسفة و بيان الضر رالحاصله من ممارسة علومهم و مطالعة كتبهم'' اور اس کے بعد کا مضمون نہیں ہے۔ رسالہ ردِّ شیعہ کو منشی نَوَل کشور نے ''رسالہ دَر ردِّ روافض'' کے نام سے مکتوبات شریف کے آخر میں طبع کیا ہے۔ اس عاجز کے پاس جو قلمی نسخہ ہے اس میں کچھ اضافہ ہے۔ خاص کر ابتداء میں نہایت نفیس بیان ہے۔ حضرت خواجہ خسرو کے تیرہ (۱۳) اشعار ہیں جو کہ مطبوعہ میں نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

رسالہ تہلیلیہ یعنی رسالہ تحقیق درکلمہ طیبہ کے چھٹے صفحہ پر قَالَ شَیْخِیْ ووالدی قدس سرہ اور گیارہویں صفحہ پر **وقد استفضناہ فی رسالتنا المحررۃ لاثبات النبوۃ** تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تالیف حضرت مخدوم کی وفات اور رسالہِ اثبات نبوت کی تالیف کے بعد ہوئی ہے۔ یہ عاجز جب اس رسالہ کا مطالعہ کرتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ رسالہ سلسلہِ تالیف وتحریر کا فاتحہ ہے۔ غالبًا اس کا مسوّدہ اُس وقت لکھا گیا ہے اور مُبَیّضہ کرتے وقت قدس سرہ اور وقد استفضناہ الخ کا اضافہ ہوا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

مکتوبات شریفہ:

آپ کے مکاتیب شریفہ کا آغاز اُن خطوط سے ہوا ہے جو آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں ارسال کئے ہیں اور ان کی ابتداء ۱۰۰۸ھ کے اواخر سے ہوئی۔ پہلا دفتر خواجہ یار محمد البدخشی الطالقانی نے جمع کیا ہے۔ ۱۰۲۵ھ کو جب مکاتیب شریفہ کی تعداد تین سوتیرہ (۳۱۳) ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ انبیائے مرسل علیہم السلام اور مجاہدین بدر علیہم الرضوان کی تعداد تین سوتیرہ تھی۔ ان کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کردو۔ چنانچہ سال اتمام کے اعتبار سے اس دفتر کا تاریخی نام دُرُّ المعرفت رکھا گیا۔ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ یہ تاریخی نام میں نے نکالا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے فرمایا "نامش نیز ہمیں باشد" یہی اس کا نام ہو۔ دوسرا دفتر خواجہ عبدالحی حساری نے جمع کیا ہے۔ اس میں ننانوے (۹۹) خطوط ہیں۔ جب ۱۰۲۸ھ کو خطوط کی تعداد ننانوے ہوگئی تو اَسمائے حُسنیٰ کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کیا گیا اور اس کا تاریخی نام بہ اعتبار اختتام "نور الخلائق" رکھا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس دفتر میں قلعہ گوالیار میں محبوس ہونے تک کے خطوط ہیں۔ تیسرے دفتر کو عاشقِ صادق، سرمَستِ جامِ احمدی خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جمع کیا ہے۔ وہ زبدۃ المقامات کے ساتویں فصل میں لکھتے ہیں۔ "تیسری جلد ایک سو چودہ (۱۱۴) خطوط پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی

www.mujaddidiway.com

سورتوں کے حساب پر" خواجہ محمد ہاشم نے اس کا نام "بحر المعارف" رکھا ہے اور تاریخِ اتمام گاسُ الرَّاسخینُ سے نکالی ہے جو کہ ۱۰۳۳ھ ہے۔ زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں کہ اس کے بعد جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اور جن کی تعداد چودہ تک نہ پہنچی تھی کہ آسمان قطبیت کا چودھویں کا چاند معرفتِ تراب کے نقاب میں چھپ گیا۔ قدس اللہ سرہ الانور ونور مضجعہ المعطر بحرمۃ سید البشر والصلاۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واحبابہٖ الی یوم المحشر۔

خواجہ ہاشم نے چودھویں کے چاند کی مناسبت سے لکھا ہے "کہ جن کی تعداد چودہ تک نہیں پہنچی تھی۔" کیونکہ اضافہ دس خطوط کا ہوا ہے۔ اس عاجز کے پاس دو (۲) نسخے قلمی ہیں۔ ان دونوں میں جلد ثالث کے خطوط کی تعداد (۱۲۴) ہے۔ ایک نسخہ ۱۲۰۴ھ کا اور دوسرا ۱۲۸۰ھ کا تحریر کردہ ہے۔

آپ کی اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کیں۔ نمبر۱۔ محمد صادق، نمبر۲۔ محمد سعید، نمبر۳۔ محمد معصوم، نمبر۴۔ محمد یحییٰ، نمبر۵۔ محمد عیسیٰ، نمبر ۶۔ محمد فرخ، نمبر۷۔ محمد اشرف۔ نمبر۱۔ خدیجہ، نمبر۲۔ رقیہ، نمبر۳۔ ام کلثوم

آپ کے خُلفاء:

خواجہ محمد ہاشم نے زبدۃ المقامات میں اڑتالیس افراد کے نام لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

(ماخوذ از "مقاماتِ خیر")

www.mujaddidway.com

جہان امام ربانی مجدد الف ثانیؒ قومی کانفرنس

کا

اجمالی جائزہ و اظہار تشکر و امتنان

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہزارہ دوم کی وہ علمی و روحانی شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں حضرت مجدد الف ثانی برصغیر پاک و ہند کے ان بزرگان دین میں ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں جنھوں نے اسلام کی احیاء و سربلندی کیلئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے آپ نے اکبر اور جہانگیر جیسے جابر سلاطین کے سامنے کلمہ حق بلند کیا اور اکبری ''دین الٰہی'' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ہزارہ دوم میں تجدید و احیائے دین کا بے مثل کارنامہ سرانجام دیا۔ آپ نے کفر و شرک اور الحاد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور گمراہی میں ڈوبی مخلوق خدا کو ہدایت کے راستے پر گامزن کر دیا دور اکبری سے لے کر اب تک جتنے مفکر اس برصغیر میں پیدا ہوئے اور دنیا بھر میں آزادی کی جتنی تحریکیں اٹھیں وہ کسی نہ کسی صورت میں تعلیمات مجددیہ کی مرہون منت ہیں۔ شاہجہان کی اسلام دوستی، اورنگزیب عالمگیر کی حکمت عملی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ، اقبال کا فلسفہ خودی ان سب کی کڑیاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے جا ملتی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے رشد و ہدایت کا جو کام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا گیا اس کی بدولت دین کا ہر طالب علم بالعموم اور ہر سالک راہ تصوف بالخصوص ان کا احسان مند ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں کی اس سازش کو عملاً ناکام بنا دیا جو برصغیر میں مسلمانوں کو اسلام اور ہادی اسلام ﷺ سے وابستگی اور احترام ختم کرنے کیلئے پروان چڑھ رہی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے ملی تشخص کو بھرپور طریقے سے اجاگر کیا اور مسلم قومیت کے داعی کی حیثیت سے دوقومی نظریہ کے قرآنی تصور کو نصب العین قرار دیا جس کے نتیجے میں اسی نظریہ کے تحت مملکت خدا داد پاکستان پہلی نظریاتی اسلامی مملکت کی حیثیت سے 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آئی۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان اس مزاحمتی تحریک کا ثمر ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے خود ساختہ دین الٰہی کے خلاف برپا کی تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی بھی منجملہ ان اکابرامت کے ہے جن کی تعظیم وتوقیر تو حسن اعتقاد کی بنا پر بہت کی جاتی ہے لیکن ان کی زندگی کے اصل کارناموں سے بے خبری اور بے توجہی انتہائی قابل افسوس ہے۔ آپ کی شخصیت کو آپ کے عظیم کارہائے نمایاں کے حوالے سے جس طرح نمایاں اور اجاگر کرنے کی ضرورت تھی اسے نہ صرف عموماً نظرانداز کیا گیا بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ خانقاہوں، مشائخ عظام اور سجادہ نشینان نے بھی عملاً غفلت وسردمہری کا مظاہرہ کیا۔ کاش اس طرف بروقت توجہ دی جاتی۔

سیدی مرشدی فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم روحانی پیشوا اور مجدد ہزارہ دوم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت ومحبت ہے۔ آپ نے مسلک امام ربانی کو عام کرنے کیلئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور اس کی ترویج واشاعت کیلئے شب وروز کوشاں ہیں، مکتوبات امام ربانی کے اقتباسات پر مشتمل ایک کتابچہ موسوم بہ مسلک مجدد لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے اندرون ملک اور

بیرون ملک تقسیم کیا۔ حضرت امام ربانی کی تعلیمات سے ہر شعبہ زندگی سے متعلق عوام کو متعارف کرانے کیلئے آپ نے جامع مسجد محلّہ جہانگیر آباد شیخوپورہ سے 1960ئسے یوم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ منانے کی ابتدا کی، جو بعد میں ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ اس تحریک کو مؤثر اور کامیاب بنانے کیلئے یونین کونسل، تحصیل، ضلع اور ڈویژن کی سطح پر بزم حضرت مجدد الف ثانی اور بزم شیر ربانی اور بزم جمیل کے نام سے تنظیمیں تشکیل دی گئیں اور یہ تنظیمیں ملکی اور غیر ملکی سطح کی صورت اختیار کر گئیں اور اخبارات و رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ تحریک یوم حضرت مجدد الف ثانیؒ منانے کو فعال بنایا۔ آپ کی اپیل پر ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر سال صفر المظفر کے ماہ مبارک میں یوم مجدد الف ثانی نہایت تزک واحتشام سے منایا جاتا رہا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے یوم حضرت مجدد الف ثانیؒ منانے کا سلسلہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ اس لحاظ سے آپ کو بلاخوف تردید بانی تحریک یومِ مجدد الف ثانیؒ کہا جاسکتا ہے۔ برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں پڑھے جانیوالے مقالوں کو مقالات یوم مجدد کے نام سے شائع کیا اور ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات کو اجاگر کرنے کیلئے ارشادات مجدد کتاب مرتب کی اور کئی بار یہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے طول وعرض میں تقسیم کی گئی۔ آپ نے انگلستان، ترکی، شام، عراق، ایران، افغانستان، جرمنی اور مشرق وسطیٰ کے دیگر کئی ممالک کے دورے کیئے۔ ترکی میں حسین حلمی ایشیق استنبولی سے تین مرتبہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت کیلئے ملاقات کی اور پروفیسر صاحب موصوف کی مکتوبات امام ربانی کی عربی زبان میں تلخیص "اَلْمُنْتَخَبَاتُ مِنَ الْمَکْتُوبَاتِ لِلْاِمَامِ الرَّبَّانِیْ اَلْمُجَدِّدِ لِلْاَلْفِ الثَّانِی اَحْمَدَ الْفَارُوْقِی السَّرْهَنْدِیْ" سرہند شریف کے اہم مقامات، مزارات مقدسہ کی تصاویر پر مبنی کتابچہ سرہند شریف، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں لکھا جانے والا عربی

قصیدہ مع اردو ترجمہ ''الجذبة الشوقیه الی الحضرة المجددیة '' کی اشاعت کرائی جسے ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک میں تقسیم کیا گیا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کے مرتبہ مسلک مجدد کو ڈاکٹر حسین حلمی ایشیق نے ترکی میں شائع کیا اور پوری اسلامی دنیا میں پھیلایا۔ آپ کی کوشش اور محنت کا نتیجہ ہے کہ مکتوبات امام ربانی کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ برصغیر پاک و ہند کے عظیم روحانی پیشوا اور نامور محقق حضرت ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف '' **حضرت مجدد اور ان کے ناقدین**'' اردو اور انگریزی (Hazrat Mujaddid and his critics) میں طباعت کروائیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تعارف، بزرگان دین پر اجمالاً اور حضرت امام ربانی کے حالات وواقعات، تجدیدی کارناموں اور تعلیمات پر مفصل اور مکمل کتاب ''**دی نقشبندیز**'' کو فاضل صحافی ودانشور جناب سردار علی احمد خان سے مرتب کروایا اور شائع کر کے پاکستان کے اہل علم اور بیرون ممالک کے علم دوست لوگوں میں سینکڑوں کی تعداد میں تقسیم کیا۔ نامور محقق اور فاضل جامعہ ازہر (مصر) حضرت ابوالحسن زید فاروقیؒ کی مؤلفہ کتاب ''**مناہج السیر ومدارج الخیر**'' کا انگریزی ترجمہ "Path Ways of Mystic Journey and Avenues of Beatitude, Translated into English by Sardar Ali Ahmad Khan." کروایا اور شائع کر کے اندرون ملک اور بیرون ملک لائبریریوں اور صاحب علم وفضل حضرات کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف کا اولیائے نقشبند نمبر جو کہ 1008 صفحات پر محیط دو جلدوں میں نقشبندی بزرگوں کے حالات و واقعات پر مبنی اور حضرت مجدد الف ثانی نمبر جو کہ 3 جلدوں پر مشتمل اور حضرت امام ربانیؒ کے حالات، واقعات، سوانح حیات، عقائد ونظریات، تجدیدی کارناموں اور کارہائے نمایاں پر

محیط ہے، زیورطبع سے آراستہ کرائے۔ اس طرح آپ پاکستان کی تاریخ میں پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے اتنی عرق ریزی، محنت اور پر خلوص طریقہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات، افکار و نظریات، عقائد اور عظیم کارناموں کو عام کرنے کی سعی بلیغ فرمائی اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر راقم الحروف کیلئے یہ امر باعثِ سعادت ہے کہ 45 سال سے اس تحریک سے وابستگی اور اسے مؤثر و کامیاب بنانے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور کارہائے نمایاں سے عوام الناس کو روشناس کرانے کیلئے ''**حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی**'' کا قیام عمل میں لایا گیا اور جناب جمیل اطہر سرہندی کو اس سوسائٹی کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ یہ سوسائٹی عرصہ تقریباً 31 سال سے مختلف ہوٹلوں اور سنٹروں میں مجدد الف ثانی کانفرنسوں اور سیمیناروں کا پیہم اہتمام کررہی ہے جن میں آپ کی تعلیمات اور کارہائے نمایاں کے حوالے سے پر مغز مقالات پیش کئے جاتے ہیں ان تقریبات میں جید علماء کرام، مشائخ عظام، نامور دانشوروں، عظیم ریسرچ سکالرز اور ممتاز صحافیوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو کے نمائندگان شمولیت فرماتے ہیں اور ان کانفرنسوں اور سیمیناروں کی کارروائی کو ٹی وی، ریڈیو پر نشر اور اخبارات میں پورے اہتمام سے شائع کیا جاتا ہے اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے بھی یہ پیغام پوری دنیا تک پہنچایا جاتا ہے۔ ان تقریبات میں پڑھے جانے والے مقالوں کو کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے تاکہ یہ تحقیقی دستاویزات محفوظ ہو جائیں اور ہر شعبہ زندگی کے لوگ ان سے متمتع ہوں۔ مقررین حضرات کی تقاریر اور مقالوں کی آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور سی ڈی تیار کر کے عوام الناس تک اندرون ملک و بیرون ملک پہنچانے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ نیز

www.mujaddidway.com

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر پاکستان بھر کے اخبارات و جرائد میں پُر مغز مقالہ جات تیار کر کے بھجوائے جاتے ہیں جو کہ پورے ملک میں بڑے اہتمام سے شائع ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کے چار سلاسل کے امام و پیشوا ہیں اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہر مسلمان کا دینی ملی اور قومی فریضہ ہے۔ **''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ''** قومی کانفرنس کا انعقاد بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

بندہ ناچیز اس ضمن میں قلم کار حضرات سے بالعموم اور بین الاقوامی مفکر و محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے بالخصوص یہ درخواست کرتا رہا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات، عقائد و نظریات، افکار، خدمات اور کارہائے نمایاں کو ایک ضخیم علمی اور تحقیقی کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ **''یہ کتاب 2000 صفحات سے زائد پر محیط ہو جائے گی اور اسے پڑھے گا کون؟''** میں نے عرض کیا خواہ چند لوگ پڑھیں یا کوئی نہ پڑھے مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ یہ کتاب لائبریریوں کی زینت اور سرمایہ تو بن جائے گی اور حضرت امام ربانیؒ پر کام کرنے والے اس سے استفادہ تو کرتے رہیں گے آپ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے میری گذارش قبول کر لی اور کتاب کا مسودہ تیار کیا جس کو مصروفیت کی بنا پر توجہ نہ ملنے کی وجہ سے کرم کھا گئے جس پر بے حد افسوس ہوا۔

بندہ ناچیز نے اپنی عرضداشت کو جاری رکھا بالآخر پروفیسر صاحب موصوف نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور حضرت امام ربانی کے فیضان سے گذشتہ تقریباً چار سال کے عرصہ میں بین الاقوامی سطح پر قلمکار حضرات سے مؤثر رابطے کئے اور ان سے پر مغز علمی و تحقیقی مقالہ جات حاصل کئے اور حضرت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی زیر سرپرستی مرتبین جن میں

www.mujaddidway.com

حضرت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد، حضرت مولانا جاوید اقبال مظہری اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا گیا۔ یہ آپ کے دست و بازو بنے اور شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد تین سال کے قلیل عرصہ میں 7 جلدوں پر مشتمل **"جہان امام ربانی مجدد الف ثانی"** کے نام سے ایک عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا مرتب فرمایا جس پر مزید کام ابھی جاری ہے جو امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی کے زیر اہتمام زیور طبع سے آراستہ ہوکر مارکیٹ میں آچکا ہے۔ آپ کی یہ کاوش منفرد حیثیت کی حامل ہے گذشتہ چار صدیوں میں حضرت امام ربانی پر اتنا بڑا ہمہ جہت اور جامع کام میری نظر سے نہیں گذرا اس عظیم انسا ئیکلو پیڈیا پر نظر ثانی کے فرائض جناب محمد عالم مختار حق صاحب نے سرانجام دیئے ہیں۔

اس عظیم کارنامے پر خراج تحسین پیش کرنا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالانا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کے فضل عمیم سے یہ عظیم منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اگر چشم حقیقت بین اور نگاہ انصاف سے دیکھا جائے تو گروہ مجددین میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی شان نرالی نظر آتی ہے جن علوم و معارف اور اسرار و رموز کا آپ سے فتح باب ہوا وہ ایسی شرح و بسط سے کسی دوسرے نے بیان نہیں کیئے تھے چونکہ آپ دوسرے ہزار سال کے مجدد ہیں اس لئے آپ کی تصانیف عالیہ خصوصاً مکتوبات میں اس پورے دور کی ہدایت اور راہنمائی کا سامان موجود ہے اس پرفتن دور میں آپ کے مکتوبات کو حکم مان لیا جائے تو اختلافات کی خلیج پاٹی جاسکتی ہے۔ آپ کی قلمی نگارشات آج بھی حق و باطل کے درمیان واضح خطِ فاصل اور مشعل راہ اور شریعت محمدیہ کی حقیقی صورت ہیں۔

اراکین حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور اور شیر ربانی اسلامک سنٹر، سمن آباد

www.mujaddidway.com

لاہور کی طرف سے نبیرہِ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی، جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر دہلی (بھارت) سے تشریف لائے اور **''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس''** میں شرکت فرما کر صدارت کے فرائض سرانجام دیئے اور صدارتی خطبہ بڑے دل نشیں انداز میں پیش کیا اور ہماری عزت افزائی فرمائی ان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مرتبین جہان امام ربانی مجدد الف ثانی انسائیکلو پیڈیا جناب حضرت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد (چیئرمین امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی) جگر گوشہ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی (بانی امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کراچی) عزت مآب جناب ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری اور حضرت علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی ناظم تعلیمات وصدر مدرس نصرۃ العلوم واستاذ اسلامک مشن یونیورسٹی کراچی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ وہ کراچی سے تشریف لائے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف، امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کا تعارف اور جہان امام ربانی مجدد الف ثانی انسائیکلو پیڈیا، جو کہ سات جلدوں پر محیط ہے، اس کا تعارف پیش کیا اور اپنے پرمغز مقالہ جات میں تعارف کا حق ادا کیا۔ حضرت پیر فضل الرحمٰن مجددی کابلی (افغانستان) حال مقیم کراچی کی تشریف آوری بھی ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔ آپ پیرانہ سالی کے باوجود تشریف لائے اور تقریب سعید کو رونق بخشی اور اپنی پرسوز دعاؤں سے نوازا، کے بھی شکر گزار ہیں۔ ممتاز ماہر تعلیم ومفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد ڈائریکٹر شیر ربانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور، نامور پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد) حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ (سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل آف پاکستان)،

حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی (جامعہ محمدیہ اہل سنت و جماعت مانگا منڈی لاہور)، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی شیخ الحدیث جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور، پروفیسر ڈاکٹر سلطان شاہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، ممتاز محقق و دانشور جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری (مؤلف قائد اعظم کا مسلک) برہان شریف اٹک، جناب پروفیسر شبیر حسین شاہ زاہد (ننکانہ، شیخوپورہ) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور اور پروفیسر محمد احسان احمد قادری سرپرست زکریا تصوف اکیڈمی ملتان کا بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، تحقیقی، دینی، ملی خدمات، افکار و نظریات اور کارہائے نمایاں کے مختلف پہلوؤں پر پُر مغز مقالہ جات مرتب کیے اور بڑے دل نشیں انداز میں کانفرنس میں پیش کیے۔

بندہ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ جنھوں نے **"جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس"** کے انعقاد کی ترغیب دی اور ہر اہم مقام پر اپنے بیش قیمت مشوروں اور رہنمائی سے نوازا، جس کی بدولت یہ تاریخی کانفرنس بخیر و خوبی انجام کو پہنچی۔ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی پرنسپل جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور، حضرت علامہ عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جناب محمد عالم مختار حق اور جناب میاں محمد اسلم اقبال وزیر سیاحت پنجاب کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنی گوناں گوں مصروفیات سے وقت نکال کر اپنا قیمتی وقت اس کانفرنس کیلئے مختص کیا اور تشریف لا کر ہمیں عزت بخشی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

بندہ، ممتاز صحافی اور دانشور جناب جمیل اطہر سرہندی چیف ایڈیٹر روزنامہ جرأت و

www.mujaddidway.com

تجارت لاہور، (سیکرٹری جنرل حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور)، جناب شاہد احمد مسعودی، ڈاکٹر محمد رفیق مسعودی، ملک محمد سعید مجاہد آبادی، اور دیگر مسعودی برادران، ڈاکٹر سید شجاع الحسن پرنسپل حسن میموریل سائنس اکیڈمی لاہور اور جناب محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی، جناب اعجاز احمد خان، جناب پرویز اختر، جناب منیب اختر لاشاری، چوہدری مسعود احمد کاہلوں، جناب چوہدری محمد صفدر گھمن، اور دیگر اراکین کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جن کی شب و روز کی محنت، کاوش اور تعاون و رہنمائی کے بغیر یہ عظیم الشان اور تاریخی کانفرنس کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل اہل اسلام کو حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات، عقائد و نظریات، افکار اور کارہائے نمایاں پر غور و فکر کرنے، ان کو اپنانے اور عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام معاونین، کارکنوں اور حاضرین کو اپنے فضل عمیم سے احسن جزا عطا فرمائے اور ان کی کوشش اور کاوش کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

www.maktabah.org

تعارف جہان امام ربانی ؒ

علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی
ناظم تعلیمات وصدر مدرس، نصرۃ العلوم
استاذ اسلامک مشن یونیورسٹی، کراچی
چیئرمین ادارۃ الفکر

حضرت مجدد الف ثانی، امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نـوّر اللہ مرقدہٗ النورانی عالم اسلام کی ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جن کو اہل دنیا ہمیشہ اپنے درمیان محسوس کرتے رہیں گے۔ اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جن کی اہمیت وضرورت کا احساس دو چند ہوتا چلا جائے گا۔ زمانے کی آندھیاں اور حالات کا مدو جزر ان کے ثبت کردہ نقوش کو کبھی مٹا نہ سکے گا۔ اور ان کی محبت اور عقیدت کے چراغ دلوں کی تاریک، ویران اور افسردہ دنیا میں ہمیشہ روشنی کا انتظام کرتے رہیں گے نیز ان کی تعلیم کی روشنی فکر ونظر اور شعور وآگہی کی راہوں پر گم گشتہ راہ لوگوں کی ہمیشہ دستگیری کرتی رہے گی۔

سن ہجری کے دوسرے ہزاریئے کے آغاز پر امام ربانی، قیوم زمانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی علمی، فکری اور روحانی شخصیت کا منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونا کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ یہ انسانی تاریخ کے اس نئے موڑ پر امت مسلمہ کی دیرپا، دوررس اور وسیع پیمانے پر رہنمائی کرنے کا خدائی انتظام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیضان کے دھارے شرق سے غرب تک بہتے چلے گئے اور ہر کشت کو سیراب کرکے ہر طبقہ فکر کو فیضیاب کردیا۔ علماء وصلحاء اصفیاء واتقیاء، حکام وسلاطین اور مبلّغین ومصلحین میں سے ہر ایک نے آپ کے چشمہ صافی سے فیض یاب ہو کر اپنی تشنہ لبی کو سیرابی بخشی اور آپ کے مینارہ نور سے روشنی حاصل کرکے اپنی تیرہ شبـــی کو روشن ومنور کیا۔ آپ کی ہمہ جہت تعلیمات اور ہمہ گیر اثرات پر نظر رکھنے والا کوئی بھی شخص آپ

کو مجدد الف ثانی کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عرب کا مشہور شاعر متنبّی اگر آج زندہ ہوتا تو اپنے اشعار کو آپ ہی کی نظر کرتا۔

؎ كالبحر يقذف للقريب جواهرا

جوداً ويبعث للبعيد سحائبا

(وہ مثل سمندر کے ہے جو اپنے قریب پر جواہر کی دولت لٹاتا ہے اور اپنے بعید کو بادل بھیج کر فیضیاب کرتا ہے)

؎ كالشمس في كبد السماء وضوءها

يغشى البلاد مشارقا و مغاربا

(وہ وسط آسمان میں آفتاب کی مانند ہے جس کی روشنی زمین کے مشارق و مغارب میں ہر جگہ چھائی ہوئی ہے)

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے عہد مبارک سے اب تک جتنے انقلابات برپا ہوئے، جتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور جتنے بھی اعلیٰ و ارفع کارنامے انجام دیئے گئے ان سب کے پیچھے کسی نہ کسی طور آپ ہی کا دست فیض رساں کارفرما ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے بقول گرمئی احرار آپ ہی کے نفس گرم سے قائم ہے۔ اور محدث دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس خطہ ہند کی مساجد کے میناروں سے سنائی دینے والی اذانیں، یہاں کے مدارس میں بپا قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں، یہاں کی مقدس خانقاہوں میں لگائی جانیوالی حق ہو کی ضربیں اور میدان ہائے کارزار میں مجاہدین اسلام کی للکاریں بھی آپ ہی کی مساعی جمیلہ اور خدمات جلیلہ کا ثمرہ ہیں۔

جهان را دگر گوں کر دیک مرد خود آ گاهے

www.mujaddidiway.com

غرض آپ کی ذات مبارکہ خود ایک جہان ہے جس کی وسعتوں اور پنہائیوں کو پانا آپ کے بعد تا ایں دم کسی کیلئے بھی ممکن نہیں ہوسکا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہیں، حقائق و اسرار کا ایک خزانہ ہیں۔ آپ کی روحانی، تعلیمی اور تبلیغی مساعی کے اثرات کہاں کہاں تک پہنچے اور پہنچیں گے اس کا کسی کو بھی اندازہ نہیں ہے البتہ آپ کی شخصی عظمت، روحانی مقام اور اعلیٰ و ارفع خدمات کا کسی حد تک اندازہ اس کام سے لگایا جاسکتا ہے جواب تک آپ پر کیا جاچکا ہے۔

مکتوبات شریف کے مختلف زبانوں میں تراجم کئے گئے اور شروحات لکھی گئیں آپ کے علمی وفکری کارناموں، احیاءِ اسلام کے سلسلے میں آپ کی کاوشوں اور اس کے نتیجے میں خاص طور پر برصغیر کی تاریخ وسیاست پر مرتب ہونے والے اثرات ونتائج پر متعدد پی۔ ایچ۔ ڈی ہو چکے ہیں علاوہ ازیں سینکڑوں کتب ورسائل آپ کے تذکار سے معمور ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک نہایت اہم کڑی ''**جہان امام ربانی**'' ہے۔ جو درحقیقت آپ کے حالات زندگی، فضائل و کمالات، افکار و نظریات، تبلیغ و ارشاد، مکتوبات و مصنفات، اولاد و احفاد، خلفاء سفراء اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر علمی وفکری اور تحقیقی مقالات اور مضامین کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اسی لئے بجا طور پر اس کا نام ''**جہان امام ربانی**'' رکھا گیا ہے۔ یقیناً یہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے کیونکہ ہماری معلومات کے مطابق اب تک کسی بھی شخصیت کے بارے میں اتنا مواد یکجا نہیں کیا گیا۔ یہ ایک عظیم منصوبہ عہد حاضر کی مایۂ ناز شخصیت، سرمایہ دین وملت، فخر مجددیت، صاحب علم وعرفان، پیکر رشد وہدایت مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) کی علمی وروحانی سرپرستی میں امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی کے زیر اہتمام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس عظیم منصوبہ کی تکمیل پر ہم حضرت مسعود ملت اور امام ربانی فاؤنڈیشن کے بانی مولانا جاوید اقبال مظہری اور ان کے

www.mujaddidway.com

معاونین کوخراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

اس مختصر سے وقت میں کتاب کا مکمل تعارف تو پیش نہیں کیا جا سکتا البتہ اجمال واختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے طائرانہ انداز میں ایک تعارفی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم اس کی اصل قدروقیمت کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے۔

جہان امام ربانی چھ ضخیم اقالیم یعنی جلدوں پر مشتمل تقریباً چار ہزار صفحات کا ایک شاندار سوانحی اور تاریخی مجموعہ ہے۔جبکہ ساتویں جلد نورٌ علیٰ نور (مرقعات جہان امام ربانی) کے نام سے علیٰحدہ سے شائع کی گئی ہے جو کہ اس سلسلے سے تعلق رکھنے والے روحانی، تاریخی اور علمی وفکری آثار کے خوبصورت اور دیدہ زیب عکوس کا مجموعہ ہے۔

اس جہان کو چھ اقالیم پر قائم کیا گیا ہے۔اور ہر اقلیم کو پانچ کشوروں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔خیال رہے کہ اقلیم سے مراد جلد ہے اور کشور سے مراد فصل لی گئی ہے۔پھر ہر ہر کشور علمی وتحقیقی شہ پاروں سے مزین وآراستہ ہے۔

مثلاً اقلیم اول کی پہلی کشور کا جائزہ لیں تو اس میں ہمیں آپ کی آمد مبارک سے پہلے صاحبان نظر بزرگوں کی آپ سے متعلق بشارات اور پیش گوئیوں اور آمد مبارکہ کے بعد اہل علم وفضل کی طرف سے آپ کے حضور خراج عقیدت ومحبت کا پیش کیا جانا معلوم ہوتا ہے۔جبکہ دوسری کشور تصوف اور اس کی بنیاد اور روح اسلام جیسے اہم مضامین کا مجموعہ ہے۔کشور سوم میں قافلہ سالار نقشبند سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خواجگان نقشبندیہ کا روح پرور اور ایمان افروز تذکرہ پایا گیا ہے۔کشور چہارم آپ کے مرشد پاک حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کی گئی ہے۔کشور پنجم قاری کو دیار سرہند کی سیر کراتی ہوئی نظر آتی ہے نیز تاجدار سرہند کے حالات زندگی، امتیازات، لباس وحلیہ شریف اور خانقاہی ماحول سے پردہ اٹھاتی ہے۔

www.mujaddidiway.com

دوسری اقلیم کی کشور اول خاص طور پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی وادبی اور علمی خدمات نیز مکتوبات میں وارد احادیث کی تخریج جیسے علمی وفنی مضامین کا مرقع ہے۔جبکہ کشور دوم میں آپ کی دعوت وتبلیغ آپ کے تصور سنت بدعت اور آپ کے معمولات شریفہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔کشور سوم آپ کے روحانی اور باطنی حالات اور خدمات درباب علم لدنی، جذب وسلوک، تزکیہ نفس، صحو وسکر اور آپ کے علم النفس وعلم الآفاق سے متعلق بیان کردہ حقائق پر روشنی ڈالتی ہے۔کشور چہارم آپ کی مجددیت، نظریہ قیومیت، شان قیومیت اور منصب قیومیت کی مظہر ہے۔کشور پنجم وحدت الوجود اور وحدت الشہود نیز حضرت ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی کے نظریات کا ایک تقابلی جائزہ پیش کرتی ہے۔

پھر اقلیم سوم کی پہلی کشور ہمیں آپ کے روحانی وعرفانی مقامات کی سیر کراتی ہے اور کشور دوم آپ کی خدمات کے ان پہلوؤں سے آگاہ کرتی ہے جن کا تعلق نبوت ورسالت اور عقیدہ ختم نبوت سے ہے۔کشور سوم میں رد روافض، تقلید آئمہ مجتہدین اور رفع سبابہ جیسے مسائل پر مقالات پیش کئے گئے ہیں۔کشور چہارم میں عقائد ومعمولات اہلسنت نیز آپ کے مسلک اور آپ کے طریقہ نماز اور آپ کی تعلیم وتبلیغ کے انداز پر روشنی ڈالی گئی ہے اور کشور پنجم میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ علم اور علماء دین سے متعلق آپ کے خیالات نیز آپ کے ارشادات، ملفوظات، کرامات اور اوراد و وظائف کی تفصیل مندرج ہے۔

اقلیم چہارم بعد از تمہیدات اپنی کشور اول میں آپ کی سیرت و کردار کے تاریخی وسیاسی پہلوؤں کا نظارہ پیش کرتی ہے۔اور کشور دوم برصغیر کی تاریخ کا اہم ترین مسئلہ یعنی دوقومی نظریہ کے حوالہ سے آپ کی تحریکات وتاثیرات کے نقوش کا پتہ بتاتی ہے۔جبکہ اقلیم مذکور کی تیسری کشور میں سلطنت مغلیہ پر آپ کی تحرک وتبلیغ کے اثرات اور پھر آگے چل کر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا بعینہ اسی تحریک سے متاثر ہونا اور آپ ہی کے قائم کردہ

www.mujaddidiway.com

خطوط اور راستوں پر کام کو آگے بڑھانا نیز اہل علم و دانش کی نظروں میں اس کا سراہا جانا ہمیں نظر آتا ہے۔ کشور چہارم آپ کے سفر آخرت کے دلدوز اور روح فرسا تذکرہ سے معمور ہے۔ نیز آپ کی اولاد امجاد، خلفاء کرام اور معاصر علماء مشائخ عظام کی یادوں کے دیئے بھی یہیں روشن ہیں۔

کشور پنجم آپ کے بعد تشریف لانے والے ان مخصوص مشائخ سلسلہ کے تذکرہ سے معمور ہے جن کی سیرت و کردار اور روحانی تعلیمات نے دنیا کے مختلف گوشوں میں ایمان و عرفان اور رشد و ہدایت کی روشنی عام کی اور عرب و عجم میں اس سلسلہ پاک کے فروغ و ارتقا میں اہم کردار ادا کیا جن میں مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی، حضرت شیخ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ نمایاں ہیں۔

اقلیم پنجم کی پانچوں کشوروں میں جن اہم موضوعات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے وہ یہ ہیں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات و تالیفات، مکتوبات شریفہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مکتوبات کا عربی ترجمہ، آپ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں، مغربی دنیا میں آپ کی رسائی، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت امام احمد رضا محدث بریلویؒ، حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نیز اقبال کے فلسفہ پر حضرت مجدد کی تعلیمات کا اثر، امام ابو حنیفہؒ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی نظر میں اور حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی نظر میں۔

جہان امام ربانی کی اقلیم ششم بھی اس حوالہ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں خصوصیت کے ساتھ سلسلہ عالیہ مجددیہ کے بلاد عرب و عجم میں روحانی اثرات اور ان علاقوں میں موجود حضرات مشائخ نقشبندیہ کے حالات و واقعات نیز ان کی اعلیٰ وارفع خدمات کا بڑی وسعت کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔

حاضرین محترم!

جہان امام ربانی واقعی ایک جہان ہے اب آپ کی حیرانی یقیناً یقین میں تبدیل ہو گئی ہو گی کہ ایک ایسا جہان جو ایمان و عرفان، علم و ادراک، فقہ و اجتہاد، تاریخ و سیاست، عشق و محبت، سیر و سلوک، حقائق و معارف، روحانیت و وجدانیت اور جذب و کیف کے حسین اور دلکش نظاروں سے معمور ہے۔ "**جہان امام ربانی**" کو اپنے موضوع پر یقیناً ایک انسائیکلو پیڈیا کا درجہ دیا جا سکتا ہے کسی ایک شخصیت پر اتنا مواد جمع ہو جانا عجائبات میں سے ہے۔ یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ النورانی کی شخصیت کا اعجاز اور کمال ہے کہ آپ کے بارے میں معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

قابل صد مبارک باد ہیں وہ تمام لوگ جنھوں نے اس مقدس مجموعہ کی تصنیف و تالیف، ترتیب و تدوین، تسوید و تبویب اور نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور جہان امام ربانی کو شرف قبولیت عطا فرما کر اسے مقبول خاص و عام بنائے. آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین ہ

www.mujaddidway.com

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
چیئرمین امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، کراچی

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م/۱۰۳۴ھ) نے تین چار سال (۱۰۰۸ھ تا ۱۰۱۲ھ) لاہور میں قیام فرمایا اور علم و عرفان کی دولت لٹائی۔ آپ نے لاہور کے علماء مشائخ اور گورنروں کے نام خطوط لکھے، گورنر لاہور مرزا قلیج خان (م/۱۰۲۳ھ) کے نام ایک مکتوب شریف میں لاہور کی عظمت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اور یہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں کی نسبت قطب ارشاد کی مانند ہے اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔'' (جلد اول، مکتوب نمبر ۶۷)

شہر لاہور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی محبوب نہیں بلکہ آپ کے مرشد کریم خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م/۱۰۱۲ھ) کا محبوب بھی ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ ایام جوانی میں مرشد کی تلاش میں لاہور تشریف لائے اور لاہور کے گلی کوچوں میں دیوانہ وار پھرتے رہے۔ بالآخر اپنے مرشد کریم خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ (م/۱۰۰۸ھ) کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ شہر لاہور میں مدفون مشہور مفکر و شاعر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (م/۱۹۳۶ء) جن کے نام نامی سے یہ ایوان منسوب ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ وہ حضرت مجدد کے افکار عالیہ سے بے حد متأثر ہوئے۔ سرہند شریف حاضر ہوئے تو بے ساختہ پکار اٹھے:

www.mujaddidway.com

ؔ وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان   اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

جس شہر سیالکوٹ میں ڈاکٹر اقبال کی ولادت ہوئی اسی شہر کے ایک متبحر عالم علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (م،۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا نام نامی شیخ احمد ہے) کے ''**مجدد الف ثانی**'' کے منصب جلیل کا سب سے پہلے اظہار فرمایا۔ جو حق جلَّ مجدُہٗ نے آپ کو عطا فرمایا۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م،۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے خلیفہ اجل مفتی ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م،۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کے اجداد میں تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام میں نہایت ممتاز ہیں۔ وہ متبحر عالم بھی تھے، بے مثال عارف بھی تھے، باکمال مدبر بھی تھے اور دور اندیش مبلّغ بھی تھے۔ ان کے ظاہری کمالات دیکھنے والوں نے دیکھے، ان کے باطنی کمالات کا ادراک معاصرین بھی نہ کر سکے تو متأخرین کا ذکر کیا کیا جائے۔ ان کی متعدد تصانیف میں فارسی اور عربی مکتوبات شریف انسانی اور کائناتی حقائق کا سرچشمہ ہیں۔ مکتوبات کی تاریخ میں ایسے مکتوبات نظر نہیں آتے جو علم لدنی کا خزانہ ہوں اور ہزاروں کتابوں پر بھاری ہوں۔ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا:

'' فقیر جان جہاں ہوتا ہے اور عالم کی حقیقت کو غیب الغیب سے ظاہر کر سکتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں'' (عقل بیدار، مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۶)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تجدیدی مساعی کا آغاز عہد اکبری میں اس وقت کیا جب علماء حق قتل کیے جا رہے تھے۔ (۹۹۰ھ تا ۱۰۱۴ھ) اس کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا۔ آپ کا طریقہ تبلیغ نہایت عارفانہ اور حکیمانہ تھا۔ آپ نے

www.mujaddidway.com

تبلیغ اسلام کیلئے علماء ومشائخ، وزراء وامراء اور بادشاہوں کو خطوط لکھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ برصغیر کے مختلف صوبوں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے خلفاء کی قیادت میں بکثرت وفود بھیجے۔ آپ کی حکیمانہ مساعی، بے مثال صبر وتحمل اور حیرت انگیز تفکر وتدبر سے برصغیر میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی تعلیمات میں زندگی تھی کیونکہ ان تعلیمات کے پیچھے ایک زندہ مثالی نمونہ موجود تھا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا آپ نے اپنی تجدیدی مساعی کا آغاز عہد اکبری میں فرمایا جو عہد جہانگیری میں بارآور ہوئیں پھر عہد شاہجہانی اور عہد عالمگیری میں اپنے عروج پر پہنچی اور برصغیر میں نظام شریعت نافذ ہوا۔ آپ کی اولاد احفاد نے بھی نفاذ اسلام کیلئے ہمہ گیر جدوجہد کی، نہ صرف برصغیر میں بلکہ عرب میں آپ کے صاحبزادگان خواجہ محمد سعید (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۰ء) اور خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۵۹ء) علیہما الرحمۃ اور خلفاء کے ذریعے آپ کا فیض عام ہوا۔ متأخرین میں شیخ خالد کردی نقشبندی مجددی کے ذریعے آپ کا سلسلہ طریقت عرب وعجم میں خوب پھیلا۔ علامہ ابن عابدین شامی، شیخ عبدالغنی نابلسی، شیخ اسماعیل حقی، شیخ عابد سندھی، شیخ زاہد الکوثری وغیرہ نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ ملک عرب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے مکتوبات شریف کی تینوں جلدیں عربی میں ترجمہ ہو کر مکہ مکرمہ سے شائع ہوئیں (۱۷۔۱۳۱۶ھ) دوسرا ایڈیشن حال ہی میں بیروت سے شائع ہوا ہے۔ (۱۴۲۴ھ)

ہندوستان کے علماء مشائخ میں شاہ ولی اللہ دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، امام احمد رضا محدث بریلوی نے تعلیمات مجددیہ کو عام کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں پانچ باتیں نمایاں نظر آتی ہیں:۔

۱۔ درس توحید

www.mujaddidway.com

۲۔ تعظیم وعشق رسول ﷺ

۳۔ اتباع رسول ﷺ

۴۔ رد بدعات

۵۔ رد فرق باطلہ

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انھی امور پر بھرپور کوشش فرمائی۔ آپ کی مجاہدانہ کوششوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو جو انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد معرض خطر میں تھیں، اصل صورت میں زندہ رکھا۔ امام احمد رضا کی انھی مساعی کے پیش نظر گذشتہ صدی کے نصف آخر میں امام احمد رضا پر کام کرنے والے محققین کی اکثریت نقشبندی مجددی ہے۔ گو ان محققین نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو زندہ کیا مگر حقیقت میں فکر حضرت مجدد کو زندہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ امام احمد رضا فکر مجدد کے علمبردار تھے۔ اس وقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نہ صرف عرب میں بلکہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر براعظم میں نقشبندی مجددی مشائخ موجود ہیں۔ گذشتہ صدی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وافکار وخدمات پر کام ہوا ہے، جن علماء ومحققین نے کام کیا ہے ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:۔

☆ حضرت ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

☆ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

☆ جناب محمد صادق قصوری

☆ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان نقشبندی

☆ جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

www.mujaddidway.com

☆ پروفیسر محمد اقبال مجددی

☆ جناب غلام مصطفٰے مجددی

☆ مولانا ابوالحسن علی ندوی

☆ حضرت سید زوار حسین شاہ

☆ مولانا منظور احمد نعمانی

اب تک ہماری معلومات کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وفکر کے مختلف پہلوؤں پر پاکستان و ہندوستان، امریکہ وترکی وغیرہ سے بارہ محققین ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں۔

اس وقت اتحاد بین المسلمین کی سخت ضرورت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا ماضی قریب وبعید میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو متحد کر سکے۔ اہل سنت و جماعت کے تمام سلاسل طریقت اور تمام مکاتب فکر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر مجتمع ہیں۔ اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں اس لئے اتحاد بین المسلمین کیلئے آپ کی شخصیت اور تعلیمات زیادہ مؤثر ہوسکتی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے آج سے نوے سال پہلے کہا تھا:

؎ تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور یہ دردمندانہ التجا پیش کرتے ہیں:

؎ تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ

تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

عہد حاضر میں اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مولانا جاوید

www.maktabah.org

اقبال مظہری نے کراچی میں ۲۰۰۲ء میں امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) قائم کی۔ جس نے ۲۰۰۲ سے ۲۰۰۵ء تک مسلسل تین سال جدو جہد کر کے اراکین و معاونین کے تعاون سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وخدمات اور مقامات پر تقریباً دوسو فضلاء اور محققین کے مقالات کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا شائع کیا ہے۔ جس کی سات جلدیں اس علمی مجلس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ امام ربانی فاؤنڈیشن کی یہ مساعی حقیقت میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر کام کا آغاز ہے۔

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کی زیر صدارت حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی کئی برس سے امام ربانی کانفرنس کا انعقاد کرتی آ رہی ہے۔ حوزۂ نقشبندیہ (لاہور) نے حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کی سرپرستی میں اپنا علمی سفر شروع کر دیا ہے جو قابل مبارکباد ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر کام کرنے والوں کی غیب سے مدد فرمائے اور آپ کی تعلیمات کو عام کر کے ملت اسلامیہ کو متحد و متفق فرمائے۔ آمین۔

؎ یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی

اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

مآخذ و مراجع

۱۔ ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت و عزیمت (حصہ چہارم) کراچی

۲۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی (سہ مجلدات) مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ

۳۔ احمد سرہندی، شیخ: اثبات النبوۃ، کراچی ۱۳۱۳ھ

۴۔ سلطان باہو: عقل بیدار لاہور

۵۔ محمد اسلم، پروفیسر: دین الٰہی اور اس کا پس منظر، لاہور ۱۳۸۹ھ

www.maktabah.org

۶۔ محمد اقبال، ڈاکٹر: بال جبریل، لاہور ۱۳۷۹ھ

۷۔ محمد مراد، منزلوی: الدرر المکنونات النفیسہ (سہ مجلدات) ۱۷۔۱۳۱۶ھ) مکہ مکرمہ

۸۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال کراچی ۱۴۲۳ھ

۹۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی کراچی ۱۳۹۶ھ

۱۰۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: محدث بریلوی، کراچی ۱۴۲۵ھ

۱۱۔ مصطفےٰ حسنین عبدالہادی: المکتوبات الربانیہ (سہ مجلدات) بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۲۔ محمد ہاشم، کشمی: زبدۃ المقامات مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ

۱۳۔ محمد مسرور احمد، ابوالسرور، جاوید اقبال مظہری، اقبال احمد اختر القادری، ڈاکٹر: جہان امام ربانی (ہفت مجلدات) مطبوعہ کراچی ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا لاہور سے رابطہ

از: پروفیسر محمد اقبال مجددی
صدر شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

لاہور کو برصغیر پاک و ہند کے مسلم عہد اور اس سے پہلے بھی سیاسی اور سماجی مرکز کی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ مسلمانوں کے عہد حکومت کے آغاز ہی سے لاہور کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اسے مسلمانوں کی ولایت یعنی افغانستان سے ملحق کر دیا گیا اور لاہور براہ راست اسی ولایت کے علمی و سماجی اثرات سے متاثر ہونا شروع ہو گیا اور غزنوی فتوحات کے ساتھ ہی لاہور کو علمی مرکز کی حیثیت سے جانا پہچانا جانے لگا۔

یہاں اس ولایت کے اکابر اہل علم و عرفان آنے اور بسنے لگے ان بزرگوں میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش غزنی افغانستان سے طویل سیاحت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو لاہور میں قیام کا حکم فرمایا جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ہمارا شہر لاہور چوتھی صدی ہجری تک عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔

صرف ایک صدی میں ہی اسے شہرت دوام نصیب ہوئی اور چھٹی صدی ہجری (بارھویں صدی عیسوی) میں جب اسلامی ہند کی تاریخ کی پہلی کتاب تاج المآثر کے نام سے حسن نظامی نیشاپوری نے لکھی تو اس نے لاہور کا ذکر کرتے ہوئے اسے **''قبلۂ احرار و ابرار''** **''کعبۂ اشراف''** **''مرکز اہل تقویٰ''** **''مامن زُھّاد و عُبّاد''** اور **''مسکن اقطاب و اوتاد''** قرار دیا۔

اس عہد کے دوسرے اہم مورخ فخر مدبر نے جس کی زندگی کا زیادہ حصہ لاہور میں گذرا تھا لاہور کو **''مرکز اسلام ہند''** اور **''ثانی دار الملک غزنین''** کا درجہ دیا ہے۔ (فخر مدبر: تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، ۳۰)

www.mujaddidiway.com

اسی مؤرخ نے اپنی دوسری اہم کتاب بحر الانساب لکھنی شروع کی تو انساب جیسے موضوع پر اسے صرف لاہور کے کتب خانوں سے ایک ہزار کتابیں مل گئیں۔ (ایضاً،٦٦)

حضرات! افسوس ہے کہ کچھ اغیار کی دست درازیوں اور اس سے بڑھ کر ہماری اپنی بے حسی کے باعث لاہور کے یہ کتب خانے تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور آج ہمیں لاہور کے بارے میں اگر کچھ تحقیق کرنا ہو تو یورپ وانگلستان کے کتب خانوں سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔

لاہور کے بارے میں بہت سے اصحاب علم و دانش نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں ان سب کے احاطہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ/۱۵۶۴۔۱۶۲۴ء) متعدد مرتبہ لاہور تشریف لائے اور بعض اوقات تو مدتوں یہاں مقیم رہے۔ آپ کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد کے بھی لاہور تشریف لانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ (محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات)

لاہور دورِ وسطیٰ میں بھی ایسا مقام تھا جہاں کسی نہ کسی طور پر اہل علم وفن آتے جاتے رہتے تھے، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سوانح نگار ابتدا میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ لاہور جانے اور وہاں قیام کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (زبدۃ المقامات ۱۴۱)، آپ اپنے مرشد کے ساتھ پورا ایک سال لاہور میں مقیم رہے) پھر آپ کئی مرتبہ اکیلے بھی لاہور تشریف لائے یہاں کے علماء و مشائخ سے آپ کی صحبتوں کے دل نشیں واقعات بھی ملتے ہیں۔

لاہور کے مشہور عالم مولانا محمد جمال تلوی کا آپ کی خدمت میں آنا اور وحدت الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کرنے اور ان کے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بلند کلمات سن کر بے ہوش ہونے کا ذکر تو حضرات القدس میں بھی کیا گیا ہے، زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ آپ کی مجالس لاہور میں عوام کثرت سے شریک ہوتے تھے۔ (زبدۃ المقامات، ۲۲۷، ۲۲۸) علامہ عبدالحکیم

www.maktabah.org / mujaddidway.com

سیالکوٹی سے آپ کی لاہور ہی میں ملاقات ہوئی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے وصال کے ایام (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) میں لاہور میں ہی تھے کہ وصال کی خبر ملی تو سیدھے دہلی جا کر آپ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور وصال کے بعد بھی آپ کا علماء وصوفیہ لاہور سے برابر رابطہ رہا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے تربیت یافتہ شیخ ملا محمد طاہر لاہوری حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور یہی بزرگ آپ کے فرزندان گرامی کے استاد بھی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ۱۹ مکاتیب لاہور کے علماء مشائخ کے نام ہیں ان اکابر کے علاوہ آپ نے لاہور کے سات صوبہ داروں کے نام مکاتیب ارسال فرمائے ہیں۔

ایک مکتوب میں لاہور کے صوبہ دار نواب قلیج محمد خان کو فرماتے ہیں

''اظہار محمدت وشکر گزاری ایشاں می نماید کہ در بلدہ معظّمہ لاہور بوجود ایشاں بسیاری از احکام شرعیہ دریں طور زمانہ رواجے پیدا کردہ است وتقویت دین و ترویج ملت دراں بقعہ حاصل گشتہ است وآں بلدہ نزد فقیر ہمچو قطب ارشاد است نسبت بہ سائر بلاد ہندوستان خیر و برکت آں بلدہ بجمیع بلاد ہندوستان ساری ست، اگر آں جا دین را ترویج است در ہمہ جا نحوی از رواج متحقق است۔

(مکتوبات امام ربانی، ۷۶/۱)

مکتوب شریف کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اس زمانے میں شرع اسلامی تعطل کا شکار تھی۔

۲۔ نواب قلیج خان کی بدولت لاہور میں احکام شرعیہ کو رواج ملا تھا۔

۳۔ نواب کے زمانہ صوبہ داری میں دین اسلام کو تقویت اور ملت اسلامیہ کی ترویج ہوئی

۴۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک لاہور ایسے قطب ارشاد کی مانند ہے جس کے

www.mujaddiway.com

وجود سے سارے ہندوستان میں خیر و برکت جاری و ساری ہے۔

۵۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نظر میں اگر لاہور میں دین اسلام کی ترویج ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ ہندوستان کے تمام علاقوں میں ترویج ملت اور تقویت دین کے امکانات روشن ہوگئے۔

۶۔ اس مکتوب کا تعلق حتمی طور پر آپ کی تحریک احیائے دین کے آغاز سے ہے۔

نواب قلیج خان ایک پرہیز گار، متقی اور متصلب سنی قسم کے بزرگ تھے، معاصر مؤرخ فرید بھکری کا قول ہے کہ

"(نواب) تا ایک پاس بدرس علم فقہ و تفسیر و حدیث در مدرسہ قیام داشت ۔۔۔ و در مذہب اہل سنت تعصب بسیار داشت و در زہد و ریاضت و تقویٰ می کوشید"

(ذخرۃ الخوانین ۱/۱۷۲-۱۷۳)، گلزار ابرار (بحوالہ نزہۃ الخواطر ۵/۳۱۳)

جہانگیر بادشاہ نے اپنے دوسرے سال جلوس (۱۰۱۵ھ/۱۶۰۷ء) میں ہی نواب قلیج خان کو لاہور کا صوبہ دار (گورنر) بنا دیا تھا۔ (جہانگیر: توزک جہانگیری ،۷۲)۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس مکتوب کا تعلق ان کی اسی صوبہ داری سے ہے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ یہ چاہتے تھے کہ جہانگیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہی راسخ العقیدہ طبقہ امراء بادشاہ اسلام نور الدین جہانگیر کا قرب حاصل کرلے اور تاخیر کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ **"مسلمانان ہندو مزاج"** اور صلح کل و عقلیت کے دعویدار بڑھ کر بادشاہ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور حالات پھر سے اکبر بادشاہ کے عہد جیسے ہو جائیں۔ نواب قلیج خان تقریباً پانچ سال لاہور کے گورنر رہے ان کے زمانے میں لاہور میں اسلام کو فروغ ہونا شروع ہو گیا اور ان کے بعد جب جہانگیر نے اپنے چھٹے سال جلوس (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) میں لاہور کو ایک اور بزرگ

منصب دار نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو بطور جاگیر دے دیا تو اس علاقے میں شعائرِ اسلامی کو مزید تقویت ملنا شروع ہوگئی۔ یاد رہے کہ نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری وہی بزرگ شخصیت ہیں جن کے نام حضرت مجدد الف ثانی رح کے کئی مکاتیب ہیں جن میں انھیں عہد اکبر میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو قیامت گذری تھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے جہانگیری دور میں اسلام اور شریعت کے نفاذ کیلئے متعدد مرتبہ ترغیب دلائی تھی نواب مرتضیٰ فرید حضرت مجدد الف ثانی رح کے مرتب و بنا کردہ ''**جرگہ مردان دولت اسلام**'' کے سپہ سالار تھے۔ (ہم نے ان تمام امور کی تفصیلات عصری شواہد کی بنیاد پر مقامات معصومی کی پہلی جلد میں یک جا کردی ہیں) گویا جب حضرت مجدد الف ثانی رح نے عہد جہانگیری میں احیائے دین کا بیڑا اٹھایا تو آپ کا پہلا قدم اور پہلی منزل یہی مبارک خطہ لاہور تھا۔

مقامات معصومی کی دریافت اور اشاعت سے جہاں سلسلہ نقشبندیہ کی بہت سی روایات پہلی بار علمی و روحانی دنیا کے سامنے آئی ہیں وہاں حضرت مجدد الف ثانی رح کے لاہور سے روابط کے کئی غیر واضح اشارات کی وضاحت بھی ہوئی ہے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم کا نکاح لاہور میں کیا، روم سے ایک نجیب الطرفین سید خانوادہ میر صفر احمد رومی کا رہتا تھا جن کے حضرت مجدد الف ثانی رح کے ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء سے روابط تھے یہ بزرگ سید اسی سال آپ سے بیعت ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رح کے تربیت یافتہ اور حضرت مجدد الف ثانی رح کے نامور خلیفہ ملا شیخ محمد طاہر لاہوری نے اس رشتہ ازدواج کو طے کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور میر صفر احمد رومی کی دوسری صاحبزادی رقیہ کے ساتھ حدود ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کو حضرت خواجہ کا نکاح عمل میں آیا، مقامات معصومی میں ہی لکھا ہے کہ اس نکاح مسنون کے دوران اور بعد حضرت مجدد الف ثانی رح مدتوں لاہور میں مقیم رہے اور یہاں کے علماء و صوفیہ اور طبقہ امراء کثیر

www.maktabah.org

تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

مقامات معصومی سے ہی یہ بات پہلی مرتبہ معلوم ہوئی کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے خسر اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مرید خاص میر صفر احمد رومی کا وصال لاہور میں ۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۸ء کو ہوا تھا اور وہ یہیں شاہراہ ملتان پر مدفون ہیں اور ان کا روضہ زیارت گاہ خلائق ہے، لیکن افسوس کہ آج ان کے روضہ کا لاہور میں کوئی وجود نہیں ہے۔

خود حضرت خواجہ محمد معصوم نے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے لشکر جہانگیری کے ساتھ رہنے کی پابندی (۱۰۲۹ـ۱۰۳۳ھ) کے دوران لشکر کے ساتھ لاہور میں خواجہ قاسم کی حویلی میں قیام اور وہاں **"اسرار و معارف اور کمالات فنا و عدمیت اشیاء"** کے ظہور کا ذکر کیا ہے۔ (مکتوبات معصومیہ ۱/ ۲۵/ ۱۰۶، ۱۰۷)

ہمیں معلوم نہیں تھا کہ خواجہ قاسم کی اس حویلی میں ایسی کیا بات تھی کہ وہاں اس قسم کے عالی شان اسرار و معارف کا ظہور کیوں کر ہوا، خوش نصیبی سے مقامات معصومی اور کتب تاریخ سے اس حقیقت کا علم ہوا کہ خواجہ قاسم، خواجہ ابوالحسن نقشبندی اور خواجہ عبدالعزیز نقشبندی کے حقیقی بھائی اور خواجگان نقشبندیہ کی اولاد میں سے تھے انھوں نے ماوراء النہر سے آ کر جہانگیر بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی (جہانگیر: توزک جہانگیری ۱۳۷، کامگار حسینی: مآثر جہانگیری، ۴۵۰، ۴۵۹) گویا اس حویلی میں ہمارے نقشبندی بزرگوں کے مقدس انوار پہلے سے کارفرما تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کا لاہور میں سب سے زیادہ رابطہ علمی و روحانی اپنے خلیفہ نامدار حضرت ملا محمد طاہر لاہوری سے تھا جو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے تربیت یافتہ بھی تھے اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے دونوں منجھلے فرزند حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ انھی ملا محمد طاہر لاہوری کے شاگرد خاص تھے۔ ملا محمد طاہر

لاہوری کے علمی و تحقیقی کارناموں سے آج ہم بالکل ناواقف ہیں، لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دونوں صاحبزادوں کی تحریرات خصوصاً خواجہ محمد سعید قدس سرہ کی نوشتہ شرح مشکوٰۃ المصابیح سے جو آئمہ حنفیہ کی مرتبہ فقہ کی تائید میں لکھی گئی ہے (زبدۃ المقامات ۳۱۱، لطائف المدینہ، مقدمہ ۱۰) سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ملا محمد طاہر لاہوری کے فقہی افکار کیا تھے اور ان کی فن حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔

لاہور میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا شیخ صفر احمد رومی (صفر احمد معصومی، مقامات معصومی: ۷۲)، ملا محمد طاہر لاہوری، (زبدۃ المقامات)، حویلی خواجہ قاسم نقشبندی (واقعہ محلّہ حاجی سوای، موجودہ قلعہ گجر سنگھ)، حویلی جدید (واقعہ گذر رتلا نزد میوہسپتال) مکتوبات معصومیہ ۱/ ۲۵/ ۱۰۶ اور محلّہ و مسکن ملا جمال تلوی میں قیام کرنے کے معاصر شواہد ملتے ہیں۔ (زبدۃ المقامات)

انکے علاوہ لاہور کی مقامی روایات کے مطابق مغل پورہ، غازی آباد میں قدیم مسجد ''**مسجد نور**'' کے نام سے ہے مشہور ہے کہ اس مسجد میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے قیام کیا اور نمازیں ادا کیں۔

مختصر یہ کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جب احیاء دین کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ کی سب سے پہلے جس خطے پر نظر پڑی وہ یہی ہمارا شہر لاہور تھا یہاں آپ نے لاہور کے مختلف گورنروں، علماء اور مشائخ سے تعلقات قائم کئے اور ایک جامع پروگرام کے تحت یہاں سے تحریک کا آغاز اس طریقہ سے فرمایا کہ اس کے اثرات سارے ہندوستان میں نمایاں ہونے لگے۔ اور آپ نے اپنے مکتوب میں جہاں لاہور کو ''**قطب ارشاد**'' قرار دیا تھا وہ واقعی عملی طور پر ایسا ہی ہو کر نمودار ہوا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ تاریخ کے ایک مارکسی نظریات کے حامل استاد

www.mujaddidway.com

پروفیسر محمد حبیب اور ان کے مکتبہ فکر جسے تاریخ کا حبیب سکول آف تھاٹ کہا جاتا ہے، نے ۱۹۶۱ء میں دلائل کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں دعویٰ کیا تھا کہ **''سرہندی کے بارے میں یہ خیال کہ انھوں نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف احیاء دین کی قیادت کی تھی محض من گھڑت ہے اور عقیدت مندوں نے اسے بیسیویں صدی میں بیٹھ کر بنایا ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''**

حاضرین! اس دعویٰ کو آج نصف صدی گذر چکی ہے پاکستان کے کسی محقق کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لایعنی نظریہ کے خلاف ٹھوس اور معاصر شہادتوں کی بنیاد پر کوئی مقالہ تک لکھ سکے جبکہ ہندوستان میں پروفیسر حبیب سکول آف تھاٹ پر کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ پروفیسر حبیب کی نگرانی میں سید اطہر عباس رضوی نے ۱۹۶۵ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ Muslim Revivalist Movements in Northern India: کے نام سے لکھا اور ڈکشنریوں سے مذمت کے الفاظ چن چن کر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلاف لکھے اور پروفیسر حبیب کے نظریہ کو تقویت بخشی، اسی طرح یہودی سکالر فریڈ مان یوحنا کا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے متعلق پی ایچ ڈی کا مقالہ اس کی بازگشت ہے۔

حضرات! پاکستان سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں درجنوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں جنھیں علمی دنیا میں کتب مناقب سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی، بے شک حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مناقب ہم جیسے کوتاہ بینوں سے کما حقہٗ ممکن نہیں ہیں۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اصل کارنامہ یعنی **''تحریک احیاء دین کی قیادت''** اور اس کے نتائج واثرات جیسے مباحث کی حامل کوئی ایسی معیاری کتاب وجود میں نہیں آئی جو اس عہد کے لٹریچر کے بالاستیعاب و تقابلی مطالعہ کا نتیجہ ہو، جو نصف صدی سے

پروفیسر حبیب سکول آف تھاٹ کے اثرات کو دنیائے تحقیق میں زائل کر سکے۔ ہمیں ان موضوعات پر سوچنا اور ایسا لائحہ عمل اپنانا ہے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کو دنیائے تحقیق میں صحیح مقام دلا سکے۔

www.mujaddidway.com

شریعت، طریقت اور حقیقت، امام ربانیؒ کی نظر میں

از: پروفیسر (ریٹائرڈ) قاری مشتاق احمد نقشبندی مجددی

شریعت:

شریعت کا مادہ ش ر ع سے ماخوذ ہے جس کے معنی راستہ کے ہیں قرآن حکیم میں ارشاد ہے

"شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوحاً وَّ الَّذِیۤ اَوْ حَیْنَا اِلَیْکَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِہٖ اِبْرَاھِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ط" (پ ۲۵ ،الشوریٰ) "تمھارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمھاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔" مزید ارشاد ہے "**لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّ مِنْھَا جاً ٥ (پ ٦ ، المائدہ)**" "ہم نے تم سب کیلئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا۔" ایک اور جگہ ارشاد ہے "**ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ (پ ۲۵ ، الجاثیہ)**" "پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمھیں کیا تو اسی راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔" جمہور مفسرین کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے بالاتفاق یہاں دین سے مراد اسلام ہے اور واضح مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور اس پر اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر اور یوم آخرت پر اور جملہ ضروریات دین پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اور یہ کہ یہ سبھی امور تمام انبیاء کی امتوں کیلئے یکساں لازم ہیں یعنی اصول دین میں تمام مسلمان خواہ وہ کسی عہد و زمانے یا کسی امت کے ہوں برابر ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں البتہ احکام میں امتیں اپنے احوال و خصوصیات کے حوالے

سے جدا گانہ ہیں یعنی فروع و اعمال ہر ایک کے مخصوص ہیں اور اصول دین میں سب ایک ہیں مؤخر الذکر آیہ مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کا راستہ عمدہ اور منتہائے کمال ہے اور اسی پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ آپ کی شریعت شرائع ماضیہ کے اصولوں کی جامع اور کامل و اکمل ہے اور ناسخ بھی ہے کہ اب اصول دین ہوں یا فروع اعمال اس شریعت محمدیہ کے سوا ہرگز مقبول و منظور نہیں لہٰذا شریعت محمدیہ ہی قرب الٰہی اور نجات اخروی کی مکمل ضامن و کفیل ہے اور جو اس راہ سے ہٹے تو وہ راہ حق سے نہ صرف دُور ہوا بلکہ ہلاکت میں پڑ گیا اور اس کیلئے کوئی خیر ممکن ہی نہیں لہٰذا سب لوگ شرع محمدی کے محتاج ہیں اور اس کے بغیر مقصود حقیقی تک رسائی محال ہے۔ مخدوم ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ "انسان کیلئے ضروری ہے کہ اسے معرفت الٰہی اور امور الٰہی کا علم ہو اور یونہی انسان پر مصلحت وقت کا علم بھی فرض ہے اور وہ علم جو وقت ضرورت کام آتا ہے۔ اس کا ظاہر و باطن دو قسم ہے ایک علم اصول اور دوسرا علم فروع، علم اصول کا ظاہر حکم شہادت ہے اور باطن معرفت الٰہی کی تحقیق ہے اور علم فروع کا ظاہر دینی معاملات پر عمل ہے اور اس کا باطن نیت کی مکمل صحت یعنی بوجہ اللہ کام کرنے کا پختہ ارادہ لیکن ان میں سے ہر ایک کا قائم کرنا دوسری قسم کے بغیر محال ہے۔ حقیقت کا ظاہر باطن کے بغیر کھلی منافقت ہے اور باطن ظاہر کے بغیر بے دینی اور دھوکہ ہے۔ اور شریعت کا ظاہر باطن کے بغیر خسارہ اور باطن بغیر ظاہر کے محض ہوس ہے۔" تو علم حقیقت کے تین رکن ہوئے۔

اول: ذات الٰہی اس کی توحید اور اس سے تشبیہ کی نفی کا علم

دوم: صفات الٰہیہ اور اس کے احکام کا علم

سوم: افعال الٰہی اور ان کی حکمتوں کا علم

اسی طرح علم شریعت کا علم بھی تین رکن ہیں

اول: اللہ کی کتاب کا علم

دوم: نبی کریم ﷺ کی سنت کا علم

سوم: اجماع امت کا علم

شریعت کے احکام کے اثبات کی دلیل یہ ہے کہ ایمان لائے اور پختہ یقین رکھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول معجزات آیات وبیّنات لے کر آئے اور جو کچھ نبی کریم ﷺ نے پوشیدہ اور ظاہر امور کی جو خبریں دی ہیں حق ہیں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ملا حاجی محمد لاہوری کو اپنے مکتوب میں یہی تفصیل اپنے انداز سے تحریر کی ہے جو امر شریعت کو واضح کرتی ہے آپ فرماتے ہیں: (۱)

''شریعت تین جزو ہیں اول علم، دوم عمل، سوم اخلاص۔'' جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں امر شریعت متحقق نہیں ہوتا اور جب شریعت متحقق ہو جائے یعنی یہ تینوں امور پائے جائیں تو رضائے الٰہی جو تمام دنیوی واخروی سعادتوں سے فائق واعلیٰ ہے خود بخود متحقق ہو گئی۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے **''رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ'' ''اللہ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت بڑی ہے۔''** شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن اور کفیل ہے اور کوئی ایسا مطلوب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ یا جدا ہو اور انسان کو اس کی ضرورت ہو طریقت وحقیقت جو صوفیاء کی امتیازی شان ہے یہ دونوں شریعت کی خادم ہیں ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے لہٰذا دونوں کا مقصود تکمیل شریعت ہے اور دوسرا امر ہے شریعت کے علاوہ ہو۔

حضرت مجدد ربانی رحمۃ اللہ علیہ سید محمود کے نام مکتوب میں رقمطراز ہیں: (۲)

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ اوّل، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۳۶

۲۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۵۹

www.mujaddiyah.com

''آپ نے فائدہ منداور نصیحت کے امور کا کہا ہے مخدوم گرامی! نجات ابدی حاصل کرنے کیلئے آدمی کو تین چیزوں کے بغیر گزارہ نہیں وہ تین چیزیں ہیں علم، عمل اور اخلاص پھر علم دو قسم کا ہے ایک وہ علم جس سے مقصود عمل ہے اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے اس علم کی تفصیل اہل سنت و جماعت کے آئمہ کے مطابق علم کلام میں آچکی ہے اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے اور ان آئمہ ہدیٰ کی اتباع کے بغیر نجات کا کوئی تصور نہیں اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے اور یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال نہیں تو کس قدر مبارک ہے وہ شخص جسے ان کی متابعت اور تقلید کا شرف حاصل ہو گیا۔

شیخ یوسف برکی کے نام رقمطراز ہیں: (۳)

''دوسری نصیحت ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم واصول شریعہ کے مطابق درست کریں اگر عیاذاً باللہ کسی قول و فعل میں شریعت کے خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہیئے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔''

طریقت:

طریقت کا مادہ طرق سے ماخوذ ہے جس کے معنی راستہ کے ہیں سڑک وغیرہ کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے ''**یَھْدِیْ اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ**'' (الاحقاف، پ ۲۶) ''**یہ قرآن حکیم سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے**'' طریقت دراصل شریعت کی عملی صورت کا نام ہے۔

حضرت مجدد ربانی رحمۃ اللہ علیہ خضر خان لودھی کو اس ضمن میں لکھتے ہیں: (۴)

۳۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ چہارم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۲۴۰

۴۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۹۴

www.mujaddidway.com

''حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقہ پر استقامت نصیب فرمائے وہ جو چیز اہم ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں وہ یہ ہے کہ اولاً مطابق آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے اپنے عقائد درست کرنے چاہییے پھر احکام فقہ کے موافق فرائض سنتیں واجبات، مستحبات، حلال وحرام اور مکروہ ومشتبہ سب ضروری احکام کا علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ جب یہ دونوں اعتقادی اور عملی بازو میسر آ جائیں اور توفیق الٰہی مددگار ہو تو ممکن ہے عالم حقیقت کی طرف پرواز نصیب ہو جائے ان دونوں بازوؤں کے حصول کے بغیر عالم حقیقت کی طرف پرواز ناممکن اور محال ہے۔''

؎ محال ست سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

''اے سعدی یہ بات ناممکن ہے کہ صفائی اور ہدایت کا راستہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر چلے بغیر نصیب ہو جائے۔''

اصطلاح قرآنی میں اس امر طریقت کا دوسرا نام اتباع واطاعت رسول ہے اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہ

شیخ درویش کے نام تحریر فرمایا: (۵)

''نجات کا طریق اور خلاصی کا راستہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل متابعت اور پیروی ہے۔ طریقت یعنی اہل اللہ سے تعلق صرف اسی لئے ہے کہ وہ امور شریعت کی طرف راہ نمائی کریں اور اس کی پیروی کی ہدایت کریں۔ ارشاد

۵۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۴۱

www.mujaddidway.com

باری تعالیٰ ہے: ''اِن ھـذا صـراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتّبِعُو السبل '' ''بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس کی ہی پیروی کرو اور اس کے علاوہ دوسرے مختلف راستے اختیار نہ کرو'' اللہ نے حضور ﷺ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام راستوں کو مختلف راستے قرار دیا اوران کی اتباع و پیروی سے منع فرمایا۔''

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے خان خاناں کو ہدایت فرمائی: (۶)

ما لا یُدرک کلہ لا یترک کلہ کے موافق اپنی چند روزہ زندگی کو صاحب شریعت ﷺ کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے''

صوفی قربان کو تحریر فرماتے ہیں: (۷)

'' آپ ﷺ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کیساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے۔ مثلاً دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کڑوروہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔''

حقیقت:

صاحب کشف المحجوب رقمطراز ہیں: احکام الٰہی کے علم کو علم شریعت اور اس پر عمل کو طریقت اور ذات و صفات الٰہی کے علم کو علم حقیقت کہتے ہیں شریعت کے اصول، اقرار توحید و رسالت ہیں اور فروع حقوق اللہ و حقوق العباد ہیں اور علم حقیقت کے اصول،

۶۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۷۰

۷۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۱۱۴

ذات وصفات کی معرفت ہے اور فروع خلوص، احسان اور تطہیر قلب ہے اور یہ دونوں علوم باہم لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ علم ظاہر، باطن کے بغیر جہالت اور نفاق ہے اور علم باطن ظاہر کے بغیر شیطانی وساوس میں پڑ کر راہ حق سے بھٹک جانا ہے۔

ابو سعید احمد بن عیسیٰ الحراز کتاب الصدق میں اور ابو القاسم قشیری رسائل میں لکھتے ہیں: **''شریعت عبودیت کا التزام ہے اور حقیقت ربوبیت کا مشاہدہ ہے پس ہر شریعت جس کی تائید حقیقت سے نہ ہو غیر مقبول بلکہ مردود ہے اور ہر حقیقت جو مقیّد بالشریعت نہ ہو غیر محصول ہے۔''**

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ درویش کے نام لکھتے ہیں: (۸)

''یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام وکمال تک پہنچانے والا ہے ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔''

شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا:

''**کل حقیقه ردئة الشریعه فهو زندقه** ''اور جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ ہے۔ شریعت کو اپنی جگہ پر قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے۔

سید احمد قادری کے نام تحریر فرمایا: (۹)

شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے

۸۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۴۱

۹۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۸۴

www.maktabah.org

الگ اور جدا نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل، کشف و استدلال، غیبت و شہادت اور تکلف و عدم تکلف ہے۔ اسی مکتوب میں مزید ہے کہ بعض مشائخ کا قول ہے: شریعت حقیقت کا پوست اور چھلکا ہے اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔

شیخ محمد چتری کو اسی حوالے سے تفصیلاً فرماتے ہیں: (۱۰)

''شریعت حقہ تین جز و علم، عمل اور اخلاص ہے تو طریقت اور حقیقت دونوں اس جز و اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا اکثر مخلوق خواب و خیال میں خوابیدہ محو آرام ہے اور اخروٹ و ناریل جیسی معمولی چیزوں پر اکتفا کر چکی ہے شریعت کے کمالات کو کیا جانے طریقت و حقیقت کی ماہیت کو کیا پائے اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ (حقیقت) کیا ہے۔ صوفیوں کے سکر، مستی میں نکلی ہوئی باتوں کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ انھیں راہ راست پر چلنے کی ہدائت وتوفیق عطا فرمائے۔ ہم اور جملہ صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔''

آخر میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ کو جو بہادر خان کی طرف صادر فرمایا نقل کرتا ہوں جو سارے عنوان کا ماحصل ہے: (۱۱)

شریعت و حقیقت اپنے ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ابھارتے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ متفرق تعلقات سے نجات عطا کر کے مکمل طور پر اپنی

۱۰۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ اوّل، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۴۰

۱۱۔ مکتوبات امام ربّانی، حصہ دوم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۸۳

جناب قدس کا گرفتار کرے بحرمة سید المرسلین علیه و علیٰ آله من الصلوٰت افضلها و من التسلیمات اکملها.

ے ہر چہ جز عشق خدائے احسن است — کہ شکر خوردن بود جاں کندن ست

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر ہی کھانا ہو درحقیقت جان کو ہلاک کرنے والی بات ہے۔ ظاہر کو ظاہر شریعت غرا (روشن شریعت) سے آراستہ و پیراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا بہت بڑا کام ہے دیکھئے کس صاحب قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں آج ان دونوں نسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے، یہ چیز کبریت احمر سے بھی بڑھ کر نایاب ہے اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ظاہراً باطناً حضور سید الاولین والآخرین کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے علیه و علیٰ آله الصلوٰت والتسلیمات.

www.maktabah.org

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ترویج شریعت

پروفیسر محمد احسان احمد ہاشمی قادری سہروردی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ ولایت حسین اسلامیہ کالج، ملتان

اولیاء صالحین اقطاب وابدال کی زندگی کا اگر صحیح تجزیہ کیا جائے اور ان کی تعلیمات کو تحقیقی مراحل سے گزارا جائے تو براہین قاطعہ سے معلوم ہوگا کہ ترویج شریعت اور اتباع رسول کا وہ کام جو حضرت قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات نے کیا ہے وہ صرف آپ ہی کا حصہ رہا ہے۔ اولیاء سلف نے روحانی عرفانی اور وجدانی علوم کو بلا شبہ حاصل کیا ہے اور ان معارف کی اشاعت و تبلیغ میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن ان معارف الٰہیہ کے اصل الاصول بھی شریعت کے احیاء اور حقیقت کی تہہ تک جو رسائی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور اس میں جو انقلابی رنگ آپ کی کوششوں نے بھرا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے مکتوبات آپ کے علمی رسائل آپ کی تصنیف و تالیف کا خلاصہ ان اصولیات شریعت کی تہہ تک پہنچتا ہے۔ اکبر کے دور میں عبادت خانہ کی تلخ اور ناعاقبت اندیش ملاؤں نے جو ناپسندیدہ صورت حال اختیار کر لی تھی وہ شریعت کی توہین کے مترادف تھی اور خوشامدی ملاؤں نے جو جدت طرازیاں پیدا کر لیں تھیں انھیں روکنے کیلئے متعدد علماء وصوفیاء نے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے لیکن جو کردار حضرت باقی باللہؒ اور حضرت کے مرید خاص بلکہ مراد خاص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا وہ انتہائی مؤثر اور انقلابی نوعیت کا علمبردار تھا۔

ہندومت کا جارحانہ احیاء دار الخلافہ سے بڑھ کر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ **الناس علٰی دین ملوکھم** کے تحت ''لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں'' ہندوانہ تہذیب و تمدن ارتقاء پذیر تھا مسلمانان ہند اپنے عقائد کو بچانے میں انتہائی

مضطرب تھے شعائر اسلام کی تضحیک ہو رہی تھی ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کاوشوں اور مسلسل شبانہ روز محنت نے وہ کام کر دکھایا کہ صدیوں تک محیط دنیوی قائدین اور سیاسی بزرجمہروں سے نہ ہونے پائے۔

آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے امراء اور سلطنت میں اعلیٰ عہدیداروں اور مملکت میں مؤثر مناصب پر فائز لوگوں کے اذہان بدلے اور ان کے افکار میں تلاطم پیدا کیا اور اس کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام اور علمائے کرام کی بھی اصلاح فرمائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں نے جو تمام تر دنیوی سہولیات اور مادی اسباب سے عاری تھیں معاشرے میں وہ رنگ بھر دیا کہ ان صبغۃ اللہ کوششوں سے اور آپ کے اخلاص سے مالا مال کارہائے نمایاں نے اکبری شان وشوکت اور شاہانہ کروفر کے ذریعے پھیلنے والی بدعات کو بھسم کر کے رکھ دیا۔ حضرت مجددؒ کی ایک اہم خدمت یہ بھی ہے کہ آپ نے ان تصوف کے سلاسل کی بھی اصلاح کی جن کے زعماء کے ذہن میں بھی یہ نہ تھا کہ تصوف کے میدان میں شناوری میں شریعت مطہرہ کا بھی عمل دخل ہے وہ لوگ ولایت اور اس کی جزیات کو صرف اور صرف طریقت اور تلونیات ومواجید سے زندہ کیئے ہوئے تھے جبکہ آپ نے تمام تر قدیم روحانیت کے سلسلوں کو چھوڑ کر ایک ایسے سلسلہ کو ترویج دی جس کی بنیاد شریعت مصطفوی اور اتباع رسول پر قائم تھی۔ اور اس میں تلوین کے ساتھ ساتھ تکوین کو بھی دخل تھا۔

''**جواہر مجددیہ**'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس طریقہ کے تمام اصول وفروع میں اتباع سنت اور اجتناب بدعت بدرجہ کمال ہے یعنی اصحاب کبار کا سا لباس مشروط ہے انھیں کی معاشرت ویسے ہی کم ریاضتیں اور فیضان کثیر ہے نہ اس میں چلہ کشی ہے نہ ذکر **بالجہر** کی اجازت ہے نہ سماع بالمزامیر جائز ہے نہ ہجوم عورت نہ سجدہ تعظیمی، نہ توحید وجودی اور نہ دعویٰ انا الحق، نہ مریدوں کی پیروں کی قدم بوسی نہ مرید عورتوں کی پیر سے بے پردگی۔ (جواہر مجددیہ،

رود کوثر، شیخ محمد اکرم، صفحہ ۲۸۵)

سبحان اللہ یہ انقلابی طریقہ اور اس کے سمندروں جیسی وسعت رکھنے والے اثرات کا ایسے دور میں پیدا ہونا جو فتنہ پرستی اور الحاد کا دور ہو، پیغام مسیحائی نہیں تو اور کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آپ قابل عالم شیخ طریقت تھے جو تاویل وتشریح سے اور مخالف شرع احوال واقوال سے اپنے متبعین کو نکال کر احکام شریعت کی قید میں لے آئے۔ اس سے تصوف کی بنیادیں مزید مستحکم ہوئیں اور طریقت وشریعت کے اختلافات کم ہوئے۔

جب آپ نے احوال ومواجید کی طغیانی میں بہہ کر صوفیاء کا شریعت وحقیقت کو ترک کرنا دیکھا تو آپ نے برملا کہا کہ احوال ومواجید تلونیات مسکرات شریعت کے تابع ہیں نہ کہ شریعت ان احوال ومواجید کے تابع ہے۔

شریعت کی حمایت اور ترجمانی کے علاوہ آپ کا بڑا کام رد بدعت تھا۔ نئے طریقوں اور نت نئے فرقوں سے نہ صرف دین میں رخنے پیدا ہو رہے تھے بلکہ اسلامیان ہند کے اجتماعی نظام میں بھی بڑا خلل واقع ہو رہا تھا آپ نے رد بدعات میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اس زمانہ میں رافضیوں کی وجہ سے شیعیت ایران سے عروج پر آئی ہوئی تھی چونکہ مغلیہ دور میں ایران سے گہرے روابط پیدا ہو چکے تھے اس لئے ہندوستان میں اس فرقہ باطلہ کا اثر حلول کر رہا تھا آپ نے اپنی تقریر وتحریر سے امراء وسلاطین کو اس فرقہ باطلہ کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کیا اور رسالہ رد روافض لکھ کر اس فتنہ کی سرکوبی کی۔ شرع کی ترویج اور سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت، شریعت وطریقت میں تطبیق نے شعائر اسلام کی جڑیں مضبوط کیں اور آپ کی کوششوں نے ان دینی قوتوں کو مہمیز لگائی جو دیندار تو تھیں لیکن بادشاہ کی زندیقیت اور الحاد پھیلانے میں مداہنت کا لبادہ اوڑھ رہی تھی۔ لہٰذا ان دینی قوتوں نے آپ کے طریقہ مبارکہ پر عمل کر کے رخصت کو چھوڑ کر عزیمت کو اپنایا اور پورے ہندوستان میں اکبری یلغار کو تہہ وبالا کر دیا۔ اس طرح آپ

کے صدہا خلفاء نے اور آپ کے فرزندان و ارجمندان نے طریقت میں شریعت کا رنگ بھر دیا اور ہندوستان اور بیرونی دنیا میں ایک ایسی انقلابی تحریک اٹھی جس نے مفاسد کو زیروزبر کر دیا اور پیروان اسلام کو شیر وشکر کر دیا۔

اس وقت کے الحادی دور اور اس کی فتنہ پردازیوں کے متعلق حضرت مجدد اپنے صاحبزادگان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں "**قیامت قریب ہے اور ظلمتوں کی گھٹائیں چھارہی ہیں کہاں خیریت اور کہاں نورانیت، شاید حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ خلافت ظاہرہ کی تائید پاکر اس کو رواج دیں گے۔**" (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب نمبر ٩٦)

آپ شریعت کی بالادستی بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شریعت کے تین اجزا ہیں علم، عمل اور اخلاص ان کا حصول اللہ کی رضا کا حصول ہے اور یہی رضا دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے کوئی ایسا مطلب نہیں جس کے حاصل کرنے کیلئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت پڑے۔ احوال و مواجید جو صوفیاء کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں اصل مقصود نہیں ہیں بلکہ وہم و خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔" (مکتوبات امام ربّانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ٢٦)

اسی مکتوب میں آگے چل کر فرماتے ہیں جو لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز کہتے ہیں وہ اصل معاملہ سے بے خبر ہیں اور خام صوفیاء کی بیہودہ باتوں پر مغرور اور معاملہ سے بے خبر ہیں۔ ان حضرات کا طریقہ صراط مستقیم نہیں۔ اس طرح بنام شیخ درویش مکتوب میں آپ لکھتے ہیں اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور اپنے باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ کریں طریقت اور حقیقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت ہیں۔ نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ان کو علیحدہ کرنا الحاد اور زندیقیت ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ٤٢، بنام شیخ درویش)۔

www.mujaddidway.com

اتباع رسول ﷺ پر مزید زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''سیر انفسی اور سیر آفاقی حصول سید الاولین والآخرین کی اتباع پر منحصر ہے جب تک اپنے آپ کو شریعت میں گم نہیں کریں گے اور اوامر کو بجا لانے اور نواہی سے بچنے میں کامیاب نہ ہو جائیں اس دولت کا حصول ناممکن ہے شریعت کی اتباع کے بغیر احوال و مواجید کا پایا جانا استدراج ہے۔''
(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، بنام سید محمود)

آپ کا سنت پر حد درجہ متابعت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ لیٹنے لگے تو بستر پر پہلو رکھ کر پھر اٹھ بیٹھے۔ مریدین نے عرض کی کہ حضرت دوبارہ اٹھنے کی کیا وجہ تھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے سوتے ہوئے پہلے خلاف سنت بایاں پہلو بستر پر لگا دیا تھا اس لئے میں دوبارہ اٹھا اور پھر دایاں پہلو بستر پر پہلے لگا کر سوؤں گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ منصور حلاج کو جن احوال کی بنا پر سولی پر لٹکا دیا گیا اگر وہ ہمارے دور میں ہوتے تو ہم ان کو ان احوال و مواجید سے نکال دیتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں موجودہ دور بدعات میں مجددی صلاحیتیں عطا فرمائے تاکہ ہم نام و نسب کے حجازی بننے کی بجائے دل کے حجازی بن سکیں۔ آمین ثم آمین۔

www.mujaddidway.com

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

بحیثیت فقیہہ اسلام

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت تجدید دین کے حوالے سے ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک ولی کامل کے طور پر بھی معروف ہیں۔ نیز علم دین اور تفقہ فی الدین کی نسبت سے بھی آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔اس مقالہ میں آپ کی شخصیت کو فقیہہ اسلام کی حیثیت سے متعارف کرانے کی ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے۔

فقہ کے لغوی معنی کو پیش نظر رکھا جائے یا اصطلاحی تعریف بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقطہ نظر کو دیکھا جائے تو اس کی روشنی میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ایک عظیم فقیہہ کی صورت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں آپ کے مکتوبات شریفہ میں ایسی متعدد تحریرات ملتی ہیں جن میں آپ نے مختلف مسائل دینیہ پر فقیہانہ گفتگو فرمائی ہے۔ مقالہ کی تنگ دامنی کے پیش نظر چند مثالیں ہدیہ سامعین ہیں۔

آج کے دور میں فرائض کے مقابلے میں (عملاً) مستحبات کو ترجیح دی جارہی ہے جب کہ فرائض کی ادائیگی ضروری اور مستحبات کو اپنانا اختیاری ہے نیز فرض کی ادائیگی حکم خداوندی کی تعمیل اور مستحبات کو اپنانا ذاتی خواہش اور اختیار کی بنیاد پر ہوتا ہے اور امر خداوندی کی تعمیل ذاتی جائز خواہش سے مقدم ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس حوالے سے تفقہ فی الدین میں ڈوبا ہوا تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

”نوافل را در جنب فرائض هیچ اعتبار نیست ادائے فرضی از فرائض در وقتی از اوقات به از ادائے نوافل هزار ساله است اگرچه به نیت خالص ادا شود هر نفلیکه باشد از صلوۃ و زکوٰۃ و صوم و ذکر و فکر و امثال اینها بلکه گوئیم که رعایت سنتے از سنن اولی از آداب در حین ادائے فرائض همیں حکم دارد“
(مکتوب نمبر ۲۹، مکتوبات امام ربانی، حصہ پنجم دفتر اول مطبوعہ ایجوکیشنل ماکان ایچ ایم سید عینی ادب منزل پاکستان چوک کراچی، ص ۷۸)

فرائض کے مقابلے میں نوافل کا کوئی اعتبار نہیں فرائض میں سے کسی بھی فرض کی وقت پر ادائیگی ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے اگرچہ (نوافل کی ادائیگی) خالص نیت کے ساتھ ہو۔ چاہے وہ نفل نماز کی صورت میں ہو یا زکوٰۃ یا روزے کی شکل میں یا اس طرح کے دیگر نوافل بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی میں اس کے سنن میں سے کسی سنت یا اس کے آداب میں سے کسی ادب کی رعایت کا بھی یہی حکم ہے۔

یہ وہ تفقہ فی الدین ہے جو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو مرحمت ہوا آپ نے جہاں اس بات کو واضح فرمایا کہ فرائض کو ترک کر کے نوافل پڑھنا اور مستحبات امور میں مشغولیت اختیار کرنا صحیح نہیں وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ فرائض کی ادائیگی میں ان امور کا خیال رکھنا جو سنت یا مستحب کے درجہ میں ہیں اور یوں فرض کی ادائیگی باحسن طریق کرنا ان نوافل سے بہتر ہے جن کی وجہ سے فرض نماز کے آداب وسنن کو چھوڑ دیا جائے۔ آپ مزید فرماتے ہیں:

www.mujaddidway.com

" پس رعایت ادبی و اجتناب از مکروهی اگرچه تنزیهی باشد فکیف که تحریمی بمراتب از ذکر و فکر و مراقبه و توجه بهتر باشد آرے ایں امور بایں رعایت و اجتناب اگر جمع کند فقد فازا فوزاً عظیما و بدونه خرط القتاد " (ایضاً، ص ۷۹)

پس کسی ادب کی رعایت کرنا اور کسی مکروہ سے بچنا اگرچہ مکروہ تنزیہی ہو تحریمی تو درکنار، ذکر وفکر، مراقبہ اور توجہ الی اللہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ البتہ اگر اس رعایت (آداب کی رعایت) اور مکروہ وغیرہ سے اجتناب کے ساتھ یہ امور (ذکر وفکر وغیرہ) حاصل ہوں تو بہت بڑی کامیابی ہے ورنہ محض محنت بے فائدہ ہے۔ اس پر بطور مثال آپ فرماتے ہیں:

"مثلاً تصدق دانگی در حساب زکوٰۃ همچنانکه از تصدق جبال عظام از ذهب بطریق نفل بمراتب بهتر است و رعایت ادبی از آداب در تصدق آں دانگ مثلاً آں رابه فقیر قریب دادن نیز بمراتب آں بهتر است " (ایضاً، ص ۷۹)

مثلاً ایک دانگ (چھ رتی) زکوۃ کے طور پر دینا نفلی طور پر سونے کے بڑے بڑے پہاڑ خرچ کرنے سے بہتر ہے پھر اس ایک دانگ کی ادائیگی میں آداب کا خیال رکھنا کہ قریب کے فقیر کو دینا بھی اس نفلی صدقہ سے بدرجہا بہتر ہے۔

اس ضمن میں آپ نے ایک اور مثال ذکر فرمائی ہے:

www.mujaddidway.com

"پس نماز خفتن را در نصف اخیر از شب گزاردن و آن تاخیر را وسیله تاکید قیام لیل ساختن بس مستنکر باشد چه نزد حنفیه رضی اللّٰہ عنهم ادائے نماز خفتن دراں وقت مکروه است ظاهر ازیں کراهتِ تحریمه اراده دارند زیرا که اداء نماز خفتن را تا نصف لیل مباح داشته اند و از نصف آں طرف مکروه گفته اند پس مکروه که مقابل مباح است مکروه تحریمی است" (ایضاً، ص ۷۹)

"پس نماز عشاء رات کے آخری نصف میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو قیام لیل کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت ناپسندیدہ بات ہے کیونکہ احناف رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس وقت نماز عشاء ادا کرنا مکروہ ہے اور اس کراہت سے ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمہ مراد ہے کیونکہ انھوں نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنا مباح قرار دیا ہے اور دوسری طرف کے نصف (نصف اخیر) میں مکروہ کہا ہے پس جو مکروہ مباح کے مقابلے میں ہو وہ مکروہ تحریمی ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جس طرح زکوٰۃ اور نماز عشاء کے سلسلے میں گفتگو فرمائی ہے یہ آپ کی فقہی بصیرت پر شاہد عدل ہے اور آج کے دور میں جب مستحبات پر ہزاروں نہیں لاکھوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں اور زکوٰۃ جو اسلام کا اہم فریضہ ہے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے جب کہ زکوٰۃ کی مد میں جانے والی رقم کچھ زیادہ بھی نہیں ہوتی، اس پس منظر میں آپ کا یہ قول امت کی راہنمائی کیلئے بہت زیادہ ممد و معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ نماز عشاء کے سلسلے میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اس لئے نماز عشاء کو نصف شب تک مؤخر کر کے دوسرے نصف میں پڑھتے ہیں کہ اس طرح قیام لیل کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی تو وہ اس کراہت سے بچتے ہوئے بھی قیام لیل کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ

وتر نماز کو سحری تک مؤخر کر دیں اور یہ تاخیر مستحب بھی ہے اس طرح فرض (واجب یعنی وتر) کی غیر مکروہ وقت میں ادائیگی بھی ہو جائے گی اور قیام لیل اور سحری کے وقت بیداری کا شرف بھی حاصل ہو جائے گا۔

ماء مستعمل یعنی وہ پانی جس کو بے وضو شخص وضو کیلئے استعمال کرے یا باوضو آدمی ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کرنے میں اس کو استعمال کرے تو ایسے پانی کو فقہاء کرام نے طاہر غیر مطہر کہا ہے یعنی یہ پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے۔

اس حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی فقیہانہ بصیرت کے تحت نہایت شاندار گفتگو کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”و ایضاً آب مستعمل کہ ازالہ حدث نمودہ باشد یا بہ نیت قربت استعمال کردہ باشند در وضو تجویز نہ کنند آں آب را بخورند کہ آں آب نزد امام اعظم نجس مغلظ است و فقہاء منع خوردن آں آب کردہ اند“

”نیز مستعمل پانی کہ حدث کو زائل کرنے یا ثواب کی نیت سے وضو کرنے کیلئے استعمال کیا ہو فقہاء نے اس کو پینا جائز قرار نہیں دیا کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ نجاست غلیظہ ہے لہذا اسے پینا منع ہے۔“

آپ فرماتے ہیں اگر کسی معتقد کا یہ مطالبہ ہو کہ اسے یہ مستعمل پانی دیا جائے اور خود فقیر دہلی میں اس میں مبتلا ہوا بعض دوستوں نے اس فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پینے کی خواہش ظاہر کی ورنہ بہت ضرر ہو گا انھیں بہت روکنے کی کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا فقہی کتب کی طرف رجوع کیا کوئی راستہ نہ ملا البتہ یہ بات ملی کہ اگر تین مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بعد ثواب کی نیت نہ کریں تو چوتھی مرتبہ دھونے سے وہ پانی مستعمل نہ ہو گا اس طریقے سے چوتھی مرتبہ

اعضاء کو نیت کے بغیر دھونے کے بعد وہ پانی پینے کے لئے دے دیا۔ (ایضاً، ص ۷۹، ۸۰)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے خداداد صلاحیت تفقہ کے تحت اس مسئلہ کا حل نکال لیا کہ چونکہ تین مرتبہ اعضاء کو دھونا سنت ہے اگر اس میں نیت نہ ہو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا لیکن حصول ثواب سے محرومی ہوگی اور اگر چوتھی مرتبہ بھی نیت کر لی جائے تو ارادتمندوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو سکے گی لہٰذا سنت کے مطابق وضو بھی ہو گیا ثواب بھی حاصل کر لیا گیا اور غیر مستعمل پانی کا حصول بھی ممکن ہو گیا۔

سود کے رد میں ملا مظفر کے نام مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں کہ آپ نے اس دن کہا تھا کہ قرض میں ربا (سود) محض زائد رقم ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص دس تنکہ قرض بارہ تنکہ کے بدلے میں لیتا ہے تو صرف دو تنکے (مثلاً دو روپے) زیادتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر وہ عقد جس میں زیادتی ہو وہ بھی ربا ہے لہٰذا یہ عقد بھی حرام ہوگا اور جس کا سبب کوئی حرام ہو وہ بھی حرام ہوتا ہے لہٰذا وہ دس درہم کا قرض بھی سود اور حرام ہوگا۔

کیا ضرورت کے تحت سودی قرض لیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے دیگر علماء کے اقوال نقل کئے اور نہایت سخت مؤقف اختیار کیا آپ فرماتے ہیں

”حرمت ربا بنص قطعی ثابت شده است که شامل محتاج وغیر محتاج است تخصیص محتاج از آنجا نمودن نسخ این حکم قطعی است روایت قنیه رتبۂ آں ندارد که نسخ حکم قطعی کند“ (مکتوب نمبر ۱۰۱، ص ۱۰۲، دفتر اول، جلد پنجم)

”ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جو محتاج اور غیر محتاج دونوں کو شامل ہے اس جگہ محتاج کی تخصیص کرنا اس حکم قطعی کو منسوخ کرنا ہے اور قنیہ (کتاب فقہ) کی روایت کا مرتبہ

اس قدر نہیں کہ حکم قطعی کو منسوخ کر دے۔“

مزید فرماتے ہیں احتیاج کا دامن بہت فراخ ہے اگر اس میں وسعت پیدا کرتے رہیں تو سود بالکل ختم ہو جائے گا اور سود کی حرمت سے متعلق نص قطعی بے کار ہو جائے گی۔ (ایضاً)

شاید یہ سوال محتاج لوگوں کو کھانا کھلانے کیلئے سود پر رقم لینے سے متعلق تھا اس لئے فرمایا دیگر لوگوں کو کھانا کھلانا کس حاجت میں داخل ہے۔ پھر فرماتے ہیں اگر کوئی کہے کہ قسم کے کفارہ یا ظہار یا روزے کے کفارے کے طور پر کھانا کھلانا چاہتا ہے اور یقیناً یہ ایک حاجت ہے تو میں کہتا ہوں اگر وہ کھانا نہیں کھلا سکتا تو روزہ رکھے نہ کہ سود پر رقم لینا شروع کر دے۔ (ایضاً، ص۲۱۰)

بہر حال حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت سے متعلق واقعات کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف یہ کہ تفقہ فی الدین کی دولت سے مالا مال تھے اس تفقہ کو تقویٰ کے لباس سے بھی مزین کیا گیا تھا جسکے نتیجے میں ”الدین یسر“ کے بے جا استعمال کا راستہ مسدود ہو گیا۔

www.mujaddidway.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تفسیری نکات

ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ جی۔سی یونیورسٹی لاہور

قرآن کریم انسان کی سماجی وسیاسی اور روحانی واخلاقی امراض کا نسخہ کیمیا ہے۔ انسان کی ہدایت وفلاح اور فوز و کامرانی کا مدار اس کے احکامات کی پیروی میں ہے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ. (بنی اسرائیل:۹)

مسلمانوں نے اسی ہدایت کی تلاش اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مراد الٰہی پانے کی جستجو میں ''قرآنیات'' سے متعلق علوم وفنون کے دفتر تیار کیے۔ معاشرہ کے تقاضوں کو پورا کرنے ،فکری وعملی گمراہیوں کی اصلاح اور کج فہموں کے رویوں کی درستگی کے لئے ہر دور میں مستقیم فکر اہل علم ودانش نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے قرآنی تفاسیر تحریر فرمائیں۔ اس اعتبار سے آثاری، ادبی، کلامی، تاریخی، لغوی، نحوی، اشاری اور سائنسی تفاسیر کے مختلف دبستان معرض وجود میں آئے۔

قرآن نے انسانی زندگی کی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے ''اہل ذکر'' کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔ جب دسویں صدی ہجری میں ''روشن خیالی'' کی تاریکیوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھانے لگا تو دردمند مسلمانوں نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ آپ کی تصانیف اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ نے قرآن اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی سے سرمایہ ملت کی نگہبانی کی۔ اس وقت مقصود آپ کے تفسیری نکات کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

مفسر کو کن علوم سے آگاہ ہونا چاہیے ایک طویل فہرست ہے۔ ان تمام علوم وفنون کی اہمیت مسلّمہ حقیقت ہے مگر یہ خارجی معلومات ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ داخلی چیزیں ہیں جن کی

وجہ سے یہ خارجی معلومات، واردات کا روپ اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ داخلی چیزیں چار ہو سکتی ہیں۔

(ا) خشیت (ب) تواضع (ج) زہد (د) مجاہدہ

بلا تردد یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنے والے مفسرین آپ کی آراء کا سہارا لئے بغیر نہ رہ سکے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے افکار کی روشنی میں تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری نے نئے تفسیری رجحانات متعارف کروائے۔

آپ کے تفسیری نکات کا مآخذ قرآن وحدیث کے علاوہ (i) معالم التنزیل (ii) الکشاف (iii) انوار التنزیل (iv) مدارک التنزیل (v) البحرالمحیط (vi) مفاتیح الغیب (vii) الجواہر الحسان جیسی بلند پایہ تفاسیر ہیں۔ اس گراں قدر علمی سرمایہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فکر رسا سے اضافہ بھی کیا۔

حیات خضر کے مسئلہ میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ ہی کا مؤقف اختیار کرنا پڑا اور اس پر پیر محمد کرم شاہؒ نے یہ لکھا: اللہ تعالیٰ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے مزار کو اپنے انوار کا مہبط بنائے انہوں نے اس سلسلہ میں ایک ایسی بات رقم کی ہے جس سے دلائل کا تضاد بھی رفع ہو جاتا ہے اور انسان کے دل میں ایک اطمینان بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہاں فریقین کے دلائل نقل کرنا تطویل کا باعث ہوگا صرف تفسیر مظہری کی وہ عبارت لکھ دینا کافی ہے مجھے امید ہے کہ ان کی تحقیق سے جس طرح میری تشویش دور ہوئی اس کے مطالعہ سے آپ کی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی۔

(محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۹۹، جلد ۳، ص: ۳۸)

اس کے بعد پیر صاحب نے تفسیر مظہری سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مؤقف نقل کیا ہے۔ اس اقتباس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی بعض آراء کو متقدمین کے تفسیری

اقوال پر اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اتباع رسول کے درجات بھی ان میں سے ایک تحقیق ہے۔

جو شخص امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ پر نقد و جرح کر رہا ہے، آپ اس کی تفسیری فکر کی بلند پروازی کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔ لفظ **اللہ** کی وضاحت کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں: قاضی بیضاویؒ نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص ذات کیلئے کسی مخصوص لفظ کے علم ہونے کی تردید میں یہ تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی دوسری حقیقی یا غیر حقیقی شے کا لحاظ کئے بغیر انسانی عقل سے ماوراء ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صرف ایک لفظ کے ذریعے اسکا مفہوم ادا ہو سکے؟ اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں مگر یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ یہ دلیل ایسی صورت میں نہیں چل سکتی جبکہ اسی لفظ کا واضع خود اللہ ہو۔ (مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، رسالہ تہلیلیہ، مترجم رشید احمد، ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۸۳ء ص: ۱۷)

اس علمی وفور کے باوجود تفسیر کے حوالہ سے آپ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اسلاف کی رائے پر اعتماد کیا جائے اور عصر جدید کی طرح ''**علمی انکشافات**'' کے ذریعہ گمراہی کے دروازے نہ کھولے جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں: کتاب وسنت کو ان معانی پر محمول کرنا بھی ضروری ہے جنہیں جمہور اہل حق یعنی اہل سنت نے کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور اگر بالفرض ان معانی ومفہوم کے خلاف کشف والہام سے کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ ان جملوں کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور یہ جو میں نے کہا کہ علمائے اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معانی صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ عنھم اجمعین کے آثار وتتبع سے اخذ کئے ہیں۔ (دفتر اول مکتوب ۲۸۶)

آپ نے ایسی تفاسیر کے مطالعہ سے بھی منع فرمایا ہے جن میں حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر نہ رکھا گیا ہو۔ تفسیر تبصیر الرحمٰن میں انبیاء کے ارشادات کو فلاسفہ کے اقوال کے ساتھ ذکر

www.mujaddidway.com

کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: اس کتاب کا مطالعہ مخفی نقصان بلکہ جلی ضرر سے خالی نہیں ہے۔ (دفتر سوم، مکتوب ۱۰۱)

آپ کی تصانیف عالیہ کے مطالعہ سے تفسیر قرآن سے متعلقہ جو مباحث سامنے آتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں:

(ا)

وہ فنی مباحث جن کو عموماً مفسرین، تفسیر کے ابتداء میں نقل کرتے ہیں۔ علوم القرآن سے متعلقہ یہ مباحث درج ذیل ہیں جو آپ کی تصانیف میں مل سکتی ہیں۔

(i) اعجاز القرآن سے متعلقہ ابحاث

(ii) متشابہات

(iii) آیات کا ظاہر و باطن

(iv) قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہ کہ مخلوق

(v) قرأت متواترہ و شاذہ

(vi) تفسیر اور تاویل میں فرق

یہاں معجزہ کے حوالہ سے آپ کی فکر نقل کی جاتی ہے۔

''معجزہ سے مراد ہمارے نزدیک وہ چیز ہے جس سے اس شخص کی صداقت کا اظہار مقصود ہو جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اسکی چند شرائط ہیں:

﴿ا﴾ یہ اللہ کا فعل ہو کیوں کہ تصدیق اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اللہ کی جانب سے ہو۔

﴿ب﴾ یہ خارقِ عادت ہو کیونکہ جو چیز معتاد ہو مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا اور ہر بہار میں پھولوں کا ظاہر ہونا' وہ صدق پر دلالت نہیں کرتی۔

﴿ج﴾ اسکا معارضہ ناممکن ہو' یہی اعجاز کی حقیقت ہے۔

www.mujaddidway.com

﴿د﴾ یہ مدعیِ نبوت کے ہاتھوں ظاہر ہوتا کہ معلوم ہو کہ یہ اسکی تصدیق ہے۔

﴿و﴾ دعویٰ کے موافق ہو چنانچہ اگر مدعیٔ نبوت کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں لیکن اس نے کوئی دوسرا خارق عادت کام کیا مثلاً پہاڑ کا لٹکانا' تو وہ اسکے صدق پر دلالت نہیں کرے گا کیوں کہ اسکی حیثیت تصدیقِ خداوندی کی نہیں ہے۔

﴿ہ﴾ جس معجزہ کا دعویٰ کیا ہو اور جسے معجزہ کے طور پر پیش کیا ہو وہ اس کو جھٹلانے والا نہ ہو چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ یہ سوسمار بولے گا اور وہ سوسمار کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس سے اسکا سچا ہونا معلوم نہ ہوگا بلکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اعتقاد بڑھ جائے گا اس لئے کہ نفسِ خارق ہی اسکی تکذیب کرنے والا ہے۔

﴿ی﴾ دعویٰ پر مقدم نہ ہو۔ کیونکہ دعویٰ سے پہلے تصدیق عقل میں نہیں آتی۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گھوارے میں کلام فرمانا' خشک درخت سے تروتازہ کھجور کا گرنا' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا سینہ چاک کیا جانا' آپ ﷺ کے قلب انور کا دھویا جانا' بادل کا سایہ فگن ہونا اور پتھروں اور ٹیلوں کا آپ ﷺ کو سلام کہنا یہ اس قسم کے امور ہیں جو دعویٰ نبوت سے پہلے ہوئے ہیں اس لئے یہ معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔ اس صورت میں ان چیزوں کو ارہاص یا تاسیس نبوت کہتے ہیں۔"

(مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، اثبات النبوۃ ص: ۶۲، ۶۳)

تفسیر اور تاویل کے فرق کی وضاحت بھی ملاحظہ فرمائیں: حضرت مجدّد علیہ الرحمہ نے بھی تفسیر اور تاویل میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھا۔ لیکن آپ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ منقول روایات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ تو آیت کی تفسیر ہیں اور اسکی صوفیانہ انداز میں توجیہہ و توضیح، آیت کی تاویل ہے۔ اپنا نقطۂ نظر حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

www.mujaddidway.com

اور جو ہم نے کہا کہ آیت کریمہ کے یہ تاویلی معانی ہیں اس لئے کہا کہ تفسیری معانی نقل وسماع سے مشروط ہیں۔

من فسر القرآن برأیه فقد کفر

جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔

تم نے سنا ہو گا۔ اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے بشرطیکہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو۔ (مکتوبات، دفتر اوّل مکتوب ۲۳۴)

سورہ النور کی ایک آیت کی صوفیانہ انداز میں تعبیر پیش کرنے سے پہلے حضرت مجدّدؒ لکھتے ہیں:

آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر محمول ہے اور ہم اپنے مکاشفے کے مطابق اسکی تاویل کرتے ہیں۔ (دفتر دوم مکتوب ۱۱)

گویا آپ کے نزدیک مرادالٰہی آیت کی تفسیر اور باقی احتمالات تاویل ہیں لیکن اس ضمن میں عموماً آپ اپنے مکاشفات کے ساتھ ساتھ آیت کی وضاحت صوفیانہ اصطلاحات کے رنگ میں کرتے ہیں۔

۱۔ یعنی جس نے مشکلاتِ قرآن کے بارے میں صحابہ وتابعین کے اقوال ومذاہب کو نظر انداز کر کے اپنی رائے سے تاویل کی

۲۔ یا قرآن کے بارے میں ایسی بات کہی جس کے متعلق اسے خود بھی علم ہے کہ یہ صحیح نہیں، صحیح دوسری رائے ہے۔ (طبری، ابوجعفر محمد بن جریر طبری، دارالمعرفۃ لبنان ۱۹۸۶ء جلد اوّل، ص: ۲۷)

(ب)

مختلف مقامات پر ضرورت کے تحت آپ نے قرآنی آیات کی جو تفسیر رقم فرمائی وہ

www.mujaddidway.com

فنی اصطلاح میں تفسیر بالماثور اور تفسیر اشاری ہے لیکن اشاری کی وہ قسم یہاں مراد ہے جو محمود ہے نہ کہ مذموم۔ دونوں اسلوب کی مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ. (آل عمران: آیت ۱۸۵)

''**ہر نفس جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے**'' کے حکم کے مطابق آدمی کو موت سے بچانا ممکن ہے۔ فَطُوۡبٰی لِمَنۡ طَالَ عُمۡرُهٗ وَ کَثُرَ عَمَلُهٗ پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے نیک عمل بکثرت ہوئے۔ یہ موت ہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے مشتاق لوگوں کو تسلی دیتے ہیں اور ایک دوست کے دوسرے دوست تک پہنچنے کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مَن کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ. (عنکبوت آیت ۵) جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ آنے والا ہے۔ ہاں دنیا میں باقی رہنے والوں اور جو دنیا میں موت کے سبب نہ وصل حق کی دولت حاصل کر سکے اور نہ دنیا کے جھگڑوں سے آزادی حاصل کر سکے ان کا حال خراب وابتر ہے۔ آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود اس زمانے میں بہت غنیمت تھا، اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کریں اور دعا وصدقہ سے ہر وقت ان کی مدد کریں۔ فَاِنَّ الۡمَیِّتَ کَالۡغَرِیۡقِ یَنۡتَظِرُ دَعۡوَةً تَلۡحَقُهٗ مِنۡ آبٍ اَوۡ اُمٍّ اَوۡ اَخٍ اَوۡ صَدِیۡقٍ. (یعنی پس بیشک میت ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے اور اس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اُسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

اور نیز چاہیے کہ ان کی موت سے اپنی موت کے لئے عبرت حاصل کریں اور اپنے آپ کو کامل طور پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی مرضیات کے سپرد کر دیں اور دنیا کی زندگی کو دھوکے اور فریب کے سامان کے علاوہ کچھ نہ سمجھیں۔ اگر دنیا کے عیش وآرام کی ذرا سی بھی قدر وقیمت ہوتی تو کفار بدکردار کو (دنیا کے مال واسباب میں سے) بال برابر بھی کوئی چیز نہ دی جاتی۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَاِیَّاکُمُ الۡاِعۡرَاضَ عَنۡ مَّاسِوَی اللّٰهِ سُبۡحَانَهٗ وَالۡاِقۡبَالَ اِلٰی

جَنَابِ قُدْسِہٖ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْھِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَامُ. (حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیھم اجمعین کے طفیل ہمیں اپنے ماسوا سے روگردانی نصیب فرمائے اور اپنی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ فرمائے۔(دفتر اول، مکتوب ۸۹)

(۲) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (سورۃ الممتحنہ، آیت: ۱۲)

”اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کرنے کیلئے اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ بہتان اپنے پاس سے گھڑ کر لائیں گی، اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان اور نیکی کے کاموں میں۔“

یہ آیت فتح مکہ کے روز نازل ہوئی۔(یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر نازل نہیں ہوئی بلکہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ {الواحدی، علی بن احمد، اسباب النزول، تحقیق ایم صلح شعبان، دارالحدیث القاہرہ ۱۹۹۵ء، ص: ۳۶۰}) رسول اللہ ﷺ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت شروع کی۔ عورتوں کی بیعت صرف قول سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ہرگز کسی بیعت کرنے والی عورت سے نہیں چھوا کیونکہ برے اور ردی اخلاق عورتوں میں مردوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ اس بنا پر عورتوں کی بیعت کے وقت، مردوں کی بیعت سے کچھ زیادہ احکام درمیان میں لائے گئے اور خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس وقت ان برے اخلاق سے نہی فرمائی گئی۔

www.maktabah.org

پہلی شرط یہ ہے کہ کسی چیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بنانا چاہیئے کیا وجوبِ وجود میں اور کیا استحقاق عبادت میں کیونکہ جس کے اعمال ریاء اور سمعہ کی آمیزش سے پاک نہ ہوں۔ اور دل اللہ تعالیٰ سے طلبِ اجر کے خیال کے سوا سے نہ ہوا گرچہ وہ بات ذکر ہی کیوں نہ ہو، وہ آدمی شرک کے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا، موحد اور مخلص نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلشِّرکُ فی امتی اَخفٰی من دَبِیبِ النَّمْلِ الَّتِی تَدِبُّ فی لَیْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ علی صَخْرَةٍ سَوْدَاءَ. (درمنثور، جلد ۵، ص: ۲۵۷)

"میری امت میں شرک چیونٹی کے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلنے کے نشان سے بھی زیادہ مخفی ہے۔"

لافِ بے شرکی مزن کان از نشان پائے مور
در شبِ تاریک برسنگِ سیاہ پنہاں تر است

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا الشرکَ الاَصْغَرَ قالوا ما الشِّرکُ الاَصْغَرُ قَالَ عَلَیہِ وعَلیٰ اٰلِہٖ الصَّلوٰۃُ والسَّلامُ اَلرِّیَاءُ. (درمنثور، جلد ۵، ص: ۲۵۷)

چھوٹے شرک سے بچو، صحابہؓ نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ریاء

شرک کی رسومات کی تعظیم اور کفر کے مراسم کے احترام کو شرک میں بڑا دخل حاصل ہے، دو دینوں کی تصدیق کرنے والا بھی مشرک ہے۔ اسلام اور کفر کے مجموعی احکام کی آمیزش کرنے والا بھی مشرک ہے۔ کفر سے بیزاری، اسلام کی شرط ہے اور شرک کی آمیزش سے بیزاری، توحید کی شرط ہے۔

www.mujaddidiway.com

بیماریوں اور مرضوں میں شیطانوں اور بتوں سے مدد طلب کرنا جو جاہل مسلمانوں میں عام ہے، عین شرک اور گمراہی ہے۔ گھڑے ہوئے یا بن گھڑے پتھروں سے حاجتیں طلب کرنا نفسِ کفر اور واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض گمراہوں کے حال کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلاً ۢ بَعِيْداً. (سورۃ النساء، آیت: ۶۰)

(وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمے لے جائیں شیطان کی طرف حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اُسکا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بھٹکا کر ﴿ہدایت سے﴾ بہت دور گمراہی کی راہ پر لے جائے۔)

اکثر عورتیں اپنی کمال جہالت کی وجہ سے اس ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان بے مسمّٰی اسماء سے اپنی مصیبتیں دور کرنے کی درخواست کرتی ہیں۔ شرک اور مشرکوں کی رسومات کی ادائیگی میں گرفتار ہیں۔ خصوصاً یہ بات ان کی نیک و بد بو سے، چیچک کی وباء پھیلنے کے وقت (جس کو ہندی زبان میں ستیلہ کہتے ہیں) مشہود ومحسوس ہے۔ کم ہی کوئی عورت ایسی ہوگی جو اس باریک شرک سے خالی ہوگی اور استمداد کی رسومات میں سے کسی قسم کا اقدام نہ کرتی ہو۔ سوائے اس کے جسے اللہ بچائے۔

ہندوؤں کے معظم دنوں کی تعظیم کرنا، ان دنوں ہندوؤں کی متعارف رسوم کا بجالانا بھی شرک کو مستلزم اور کفر کا موجب ہے۔ جیسے کافروں کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً انکی عورتیں کافروں کی رسوم بجالاتے اور اسے اپنی عید بناتے ہیں اور کافروں کے ہدیوں کی طرح اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھروں میں تحفے تحائف بھیجتے ہیں اور اپنے برتنوں پر

کافروں کی طرح اس موسم میں رنگ کرتے ہیں ان کو سرخ رنگ کے چاولوں سے بھر کر بھیجتے ہیں اور ان دنوں میں خاص اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سب شرک ہے اور دین اسلام سے کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ. (سورۃ یوسف، آیت: ۱۰۶)

(اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے شرک کرتے ہیں)

حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور انکی قبروں پر جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں فقہی روایات میں اس عمل کو داخل شرک کیا ہے اور اس معاملہ میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ اس ذبح کو جنوں کے ذبیحوں کی جنس سے قرار دیا ہے۔ جو کہ شریعت میں ممنوع ہے اور شرک کے دائرہ میں داخل ہے۔ اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہے۔

نذر کی بہت سی اقسام ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ کسی جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانیں اور اس کے ذبح کرنے کا ارتکاب کریں اور جنوں کے ذبیحوں سے ملحق کریں اور شیطانوں کے پجاریوں سے تشبّہ پیدا کریں؟ اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو وہ بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہے اور ان کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کر اپنے روزوں کو ان کے نام نیت کرتی ہیں اور روزوں کے لیئے دنوں کا تعین بھی کرتی ہیں۔ اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجتیں چاہتی ہیں اور اپنی حاجتوں کو پورا ہونے کو ان کی طرف سے جانتی ہیں۔ یہ عبادت میں شرک ہے۔ اور غیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے۔ اس کام کی برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

حالانکہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ.

(بدیوی، یوسف علی، الاحادیث القدسیہ، دار ابن کثیر بیروت، ۱۹۹۱ء ص: ۱۰۰۰، رقم: ۱۵۶)

''کہ روزہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

یعنی روزہ صرف میرے لئے ہی خاص ہے اور میرے علاوہ روزے کی عبادت میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ اگرچہ کسی عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک جائز نہیں ہے لیکن روزے کی تخصیص اس عبادت کے اہتمام اور اس عبادت کے شرک کی نفی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور بہانہ ہے وہ جو بعض عورتیں اس فعل کی بُرائی کے اظہار کے وقت کہتی ہیں کہ ہم یہ روزے خدا تعالیٰ کیلئے رکھتی ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتی ہیں۔ اگر وہ اس معاملہ میں سچی ہیں تو روزوں کیلئے دنوں کا تعین کس لئے ہے اور کھانے کی تخصیص اور افطاری کے موقع پر مختلف برائیوں کے اوضاع واطوار کس لئے ہیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ روزہ افطار کرتے وقت حرام امور کا ارتکاب کرتی ہیں اور حرام چیزوں سے روزہ افطار کرتی ہیں اور بے ضرورت سوال اور گدا کرتی ہیں۔ اور اس سے روزہ کھولتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان محرمات کے ارتکاب سے مخصوص سمجھتی ہیں۔ یہ خود عین گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والے ہیں۔

اور دوسری شرط جو عورتوں کی بیعت کے وقت درمیان میں لائے وہ چوری کرنے سے ممانعت ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے ہے اور چونکہ یہ بدخصلت عورتوں کے اکثر افراد میں پائی جاتی ہے اور کم ہی کوئی ایسی عورت ہوگی کہ اس برائی کی باریکیوں سے خالی ہو تو اس برائی سے ممانعت ان کی بیعت کیلئے شرط قرار پائی۔ وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کے مال میں اُن کی اجازت کے بغیر تصرف کرتی ہیں اور بے باکی سے تلف اور خرچ کرتی ہیں وہ چوری میں داخل ہے اور چوری کے کبیرہ گناہ سے متصف ہیں۔ یہ بات عام عورتوں کے متعلق کہی جاسکتی ہے کہ ان میں یہ عادت ثابت ہے اور یہ خیانت عورتوں کے تمام افراد میں قریباً قریباً موجود ہے مگر

www.mujaddidway.com

جسے اللہ تعالیٰ بچائیں۔

کاش! اس بات کو گناہ سمجھیں اور بُرا تصور کریں۔ اس بُرائی کو حلال کرنے کا ڈر ان کے حق میں غالب ہے اور اس حلال سمجھنے کی راہ سے اس معاملہ میں کفر کا خوف زیادہ ہے۔ حکیم مطلق جلّ شانہ نے عورتوں کو شرک سے روکنے کے بعد چوری کرنے سے ممانعت فرمائی کہ یہ برائی ان کے حق میں بذریعہ اس کو حلال سمجھنے کے ان کا کفر میں راسخ قدم ہونا ہے اور باقی تمام کبیرہ گناہوں کی نسبت ان کے حق میں بدتر ہے۔

اور چونکہ عورتوں کو اپنے شوہر کا مال بار بار لینے سے خیانت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کے مال میں تصرف کرنے کی قباحت ان کی نگاہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں ہے کہ شوہروں کے علاوہ دوسروں کے املاک میں بھی ظلم سے تصرف کریں اور دوسروں کے اموال میں بے باکی سے خیانت اور چوری کریں۔ توقع ہے کہ یہ معنی تھوڑے سے غور سے واضح اور لائح ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ عورتوں کو چوری سے منع کرنا اسلام کے اہم کاموں میں سے ہے اور شرک کے بعد ان کی نسبت اس برائی کی قباحت متعین ہوگئی۔

عورتوں کی بیعت میں تیسری شرط جو منصوص ہے وہ زنا سے نہی ہے۔ عورتوں کی بیعت خصوصاً اس شرط سے اس لئے مشروط ہے کہ زنا کا حصول اکثر عورتوں کی رضامندی کے حصول سے وابستہ ہے۔ کہ وہ اس عمل کیلئے اپنے آپ کو مردوں پر پیش کرتی ہیں۔ پس عورتیں اس عمل میں سابق ہوتی ہیں اور اس عمل میں ان کی رضا معتبر ہوتی ہے۔ پس عورتوں کے حق میں اس عمل سے ممانعت سے زیادہ مؤکد ہوگی اور مرد اس عمل میں عورتوں کے تابع ہیں۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِآئَةَ جَلْدَةٍ.

(سورۃ النور، آیت:۲)

''زنا کار عورت اور زنا کار مرد ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو کوڑے لگائیں۔''

اور یہ بُرائی دنیا و آخرت میں نقصان دینے والی ہے اور تمام دینوں میں بُری اور منکر ہے۔ حضرت حذیفہ (۴۱۲) رضی اللہ عنہ نے حضرت پیغمبر ﷺ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے آدمیوں کے گروہ زنا سے پرہیز کرو کہ اس میں چھ چیزیں ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ وہ جو تین چیزیں دنیا میں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ زنا کرنے والے سے نورانیت اور صفائی اور رونق زائل ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ زنا فقر اور محتاجی کا باعث ہے۔ تیسری یہ کہ آدمی کی عمر کو کم کرتا ہے اور وہ تین چیزیں جو زانیوں کیلئے آخرت میں ہیں۔ ان میں سے ایک خداوند تعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ ہے۔ دوسرا حساب میں سختی اور تیسرا آگ کا عذاب۔'' (کشف الخفاء جلد:۲، ص:۵۳۲)

جان لیں کہ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آنکھوں کا زنا محرمات کی طرف دیکھنا ہے اور ہاتھوں کا زنا محرمات کو پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا محرمات کی طرف چلنا ہے۔'' (مجمع الزوائد، جلد:۶، ص:۲۵۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ. (سورۃ النور، آیت:۳۰)

''آپ ایماندار مردوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حرام سے حفاظت کریں یہ ان کیلئے پاکیزہ ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (سورۃ النور، ۳۱)

''اور آپ ایمان دار عورتوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حرام سے حفاظت کریں۔''

جاننا چاہیئے کہ دل آنکھ کے تابع ہے۔ جب تک آنکھ کو محرمات سے بند نہ کیا جائے

www.mujaddidway.com

دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب آنکھ گرفتار ہو جائے تو پھر دل کا بچنا مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرمگاہ کو بچانا دشوار ہے۔ پس آنکھ کو محرمات سے بند رکھنا ضروری ہوا تا کہ شرمگاہ کی حفاظت میسر ہو اور دینی اور دنیاوی خسارے تک نہ پہنچائے اور قرآن مجید میں اس سے بھی روکا ہے کہ عورتیں بیگانہ مردوں سے بدکار عورتوں کی طرح نرم اور ملائم کلام کریں۔ ایسے طریقہ پر کہ بدکار مردوں کو بُرے وہم میں ڈال دیں اور بُرا طمع ان کے دل میں پیدا ہو اور عورتیں مردوں سے اچھی بات ایسے انداز سے کریں جو اس وہم وطمع سے خالی ہو۔

(سورۃ النور، آیت:۳۱) **''اور اس سے بھی روکا گیا ہے کہ عورتیں اپنے محاسن اور زینت کا اظہار مردوں کے سامنے کریں اور مردوں کو خواہش میں ڈالیں۔''**

(سورۃ النور، آیت:۳۱) **''اور اس سے بھی روکا گیا ہے کہ اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں۔ تا کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ جیسے سونے اور چاندی کے کڑے وغیرہ کہ وہ حرکت میں آئیں اور آواز پیدا کریں کہ وہ عورتوں کی طرف مردوں کی رغبت کا باعث ہے۔''**

مختصر یہ کہ ہر وہ چیز جو فسق تک لے جائے ممنوع اور بُری ہے۔ اس سے احتیاط کرنی چاہیئے کہ محرمات کے ذرائع اور اسباب کا ارتکاب نہ کیا جائے تا کہ اصل محرمات سے سلامتی میسر آئے اور اللہ تعالیٰ ہی بچانے والے ہیں اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اجنبی عورت بھی شہوت سے دیکھنے اور چھونے کے معاملہ میں اجنبی مردوں کی طرح ہے۔ جائز نہیں ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو شوہر کے علاوہ کسی اور کیلئے آراستہ کرے اور اپنے آپ کو زینت دے اور مزین کرے۔ شوہر کے علاوہ مرد ہو یا عورت جیسا کہ مردوں کو بے ریش لڑکوں کی طرف شہوت سے دیکھنا اور ان کو چھونا منع ہے۔ اسی طرح

حرام عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا اور ان کو چھونا حرام ہے۔

اس نکتہ کی اچھی طرح رعایت کرنی چاہیئے کہ یہ شاہراہ دنیا اور آخرت کے خسارہ کی طرف جاتی ہے۔ مردوں کا عورت تک پہنچنا صنف کی دوری کی وجہ سے مشکل ہے۔ اور درمیان میں رکاوٹیں ہیں۔ برخلاف عورت کے عورت تک پہنچنے کے کہ صنف کے اتحاد کی وجہ سے اس میں کمال آسانی ہے۔ اس جگہ بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے اور عورتوں کے عورتوں کو دیکھنے اور چھونے میں مردوں کے عورتوں کی طرف دیکھنے یا عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے سے زیادہ بلیغ انداز اور بلاغ مبین کرنا چاہیئے۔

چوتھی شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی ہے وہ اولاد کے قتل سے ممانعت ہے کہ عرب کی عورتیں اپنی لڑکیوں کو غریبی کے ڈر سے مار ڈالتی تھیں۔ یہ بدعمل جس طرح بغیر حق کے جان کو مار ڈالنے کا متضمّن ہے اسی طرح اس میں قطع رحمی بھی ہے اور پھر یہ کبیرہ گناہوں میں سے بھی ہے۔

اور پانچویں شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی وہ بہتان اور افتراء سے ممانعت ہے۔ اور چونکہ یہ صفت اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے خصوصاً اس چیز سے انہیں روکا ہے۔ یہ صفت بُری صفات میں سے بدترین صفت ہے اور رذائلِ اخلاق میں سے بہت رذیل خصلت ہے جو جھوٹ کی متضمن ہے جو کہ تمام دینوں میں گناہ اور حرام رہا ہے۔ اور اس میں اس مومن کی ایذاء بھی ہے جس کی نسبت بہتان وافتراء کیا ہے۔ اور مومن کو ایذاء دینا حرام ہے اور فساد فی الارض کو مستلزم ہے جو قرآن کی نص سے ممنوع و محظور و حرام و مستنکر ہے۔

اور چھٹی شرط پیغمبر ﷺ کی نافرمانی اور نافرمانبرداری کے گناہ سے بچنا۔ وہ جو کچھ بھی فرمائیں یہ شرط تمام اوامر کی تعمیل اور تمام شرعی نواہی سے باز آ جانے کو شامل ہے۔ کیا نماز اور کیا زکوٰۃ اور کیا روزہ اور کیا حج کہ اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور جو کچھ نبی ﷺ

لائے ہیں اس کو ماننے کے بعد انہی چار ارکان پر ہے۔ پنجگانہ نماز بغیر سستی اور بغیر فتور کے پوری کوشش اور محنت سے ادا کرنا چاہیئے اور مال کی زکوٰۃ رغبت اور منّت سے مصارف زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہیئے اور رمضان شریف کے روزے جو سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہیں ان کی نگہداشت کرنا چاہیئے اور بیت اللہ شریف کا حج جس کی شان میں مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَجُّ یَجُبُّ مَاکَانَ قَبْلَه‘. (الفتح الربانی، جلد:۲، ص:۹۴)

''حج اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو کاٹ دیتا ہے''

اور اسی طرح پرہیزگاری اور تقویٰ سے بھی چارہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِلاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ. (مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۶)

''تمہارے دین کا تمام کارخانہ پرہیزگاری پر قائم ہے''

اور وہ نام ہے شرعی منہیات کے چھوڑ دینے کا۔ اور نشہ اور مستی لانے والی چیزوں سے شراب ہی کی طرح پرہیز کرنا چاہیئے اور انہیں حرام اور بُرا سمجھنا چاہیئے اور راگ رنگ سے بھی پرہیز ضروری ہے جو کہ لہو ولعب میں داخل ہے کہ حرام ہے اور آیا ہے کہ

اَلْغِنَاءُ رُقْیَةُ الزِّنَا. (کشف الخفاء جلد:۲، ص:۱۰۶)

''کہ راگ رنگ کا منتر ہے''

اور غیبت کرنے اور سخن چینی سے بھی پرہیز ضروری ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ اور ٹھٹھا اور مذاق کرنا اور مومن کو ناحق تکلیف دینا جس صورت میں بھی ہو منع ہے اور اس سے پرہیز بھی ضروری ہے۔ اور بُرے شگون پر اعتبار نہ کریں کہ اس کا کوئی اثر نہیں ہے اور کسی بیماری کو متعدی نہ سمجھیں کہ وہ ایک کو دوسرے سے لگ جاتی ہے اور کسی مریض سے تندرست آدمی کو جا لگتی ہے کہ مخبرِ صادق ﷺ نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

لَاطِیَرَةَ وَلَاعَدْوٰی. (احمد بن حنبل، امام، المسند، تحقیق حمزۃ احمد الزین دار الحدیث،

www.mujaddidiway.com

قاہرہ ۱۹۹۵ء، جلد: ۱۱، ص: ۳۱۳)

نہ کوئی بدشگونی ہے اور نہ کوئی متعدی مرض

یعنی شگونِ بد کا کوئی اصل نہیں ہے اور بیماری کا ایک دوسرے کو لگنا بھی مطلقاً ثابت نہیں ہے اور کاہن اور نجومی کی بات پر بالکل اعتبار نہ کریں اور غیبی خبریں ان سے نہ پوچھیں اور ان کو غیبی امور کا جاننے والا نہ سمجھیں کہ شریعت میں ان سے روکنے کے متعلق بڑا مبالغہ آیا ہے۔ اور جادو نہ کریں اور جادوگر کے پاس نہ جائیں کہ قطعی حرام ہے اور اس کا قدم کفر میں بڑا مضبوط ہے اور کوئی کبیرہ گناہ بھی جادو اور جادوگری سے زیادہ کفر کے نزدیک نہیں ہے۔ احتیاط کرنی چاہیئے کہ اس فعل کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ بھی نہ کیا جائے کہ آیا ہے کہ مسلمان جب تک مسلمان ہے جادو اس سے وجود میں نہیں آ سکتا۔ اور جب اس سے ایمان جدا ہو جائے (اللہ اس سے بچائے) تو اس وقت اس سے جادو سرزد ہوگا۔ پس گویا جادو اور ایمان ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اگر جادو ہے تو ایمان نہیں ہے اس نکتہ کی اچھی طرح رعایت کرنی چاہیئے تا کہ ایمان کے کارخانہ میں خلل نہ پڑے اور اس عمل کی نحوست سے ایمان ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

مختصر یہ کہ جو کچھ بھی مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے اور علماء نے کتب شرعیہ میں اس کو بیان فرمایا ہے دل و جان سے اس کی تعمیل میں کوشش کرنا چاہیئے اور اس کے خلاف کرنے کو زہر قاتل سمجھنا چاہیئے۔ جو کچھ ہمیشہ کی موت تک پہنچا دیتا ہے اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے صرف قول سے ان سے بیعت فرمائی اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے ان کے لئے بخشش مانگی وہ بخشش جو رسول اللہ ﷺ سے خدا تعالیٰ کے حکم سے کسی کے حق میں وقوع پذیر ہو پوری امید ہے کہ قبول ہو جائیگی اور وہ جماعت بخشی جائیگی۔ (مکتوبات، دفتر

سوم،مکتوب:۴۱)

(۳)

اِعۡمَلُوۡآ اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ.

(سورۃ سبا،آیت:۱۳)

"اے آلِ داؤد تم شکر کیلئے نیک کام کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔"

اس آیتِ کریمہ کے تحت شکر کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدّد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جان لو شکر عبادت ہے اس سے کہ بندہ ہر چیز کو ایسی جگہ صرف کرے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے خواہ وہ اعضاء ہوں یا ظاہری و باطنی قوتیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو شکر حاصل نہیں ہوسکتا۔ (دفتر سوم مکتوب:۱۰۴)

(۴)

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا.

(سورۃ الاحزاب،آیت:۷۲)

"ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی، انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک یہ بہت بڑا ظالم وجاہل ہے۔"

حضرت شیخ احمد سرہندی نے اس آیت کے جو اسرار و رموز بیان فرمائے وہ مفسرین میں سے کسی اور نے بیان نہیں کیے۔ بطور تمہید روح انسانی کی وسعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اِنّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوۡرَتِہٖ.

www.mujaddidway.com

(بدیوی، یوسف علی، الاحادیث القدسیۃ، دارابن کثیر، بیروت، ص:۵۶ رقم ۹۸)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے۔ اس نے آدم کی روح کو جو آدم کا خلاصہ ہے بے مثل و بے کیف پیدا فرمایا تو جس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ لامکانی ہے روح بھی لامکانی ہے۔ روح کو بدن کیساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ وتقدس کو عالم کے ساتھ ہے کہ عالم میں داخل ہے نہ خارج، متصل ہے نہ منفصل، قیومیت یعنی تدبیر وتصرف کے سوا اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی۔ بدن کے ہر ذرے کی منتظم روح ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالم کا قیوم و مدبر ہے بدن کیلئے اللہ تعالیٰ کی قیومیت وتدبیر روح کی قیومیت کے واسطہ سے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض بھی وارد ہوتا ہے، اس فیض کا محل ورود اولاً اور ابتداء روح ہے پھر روح کے واسطہ سے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے۔ جبکہ روح بے چونی و بے چگونی کی حالت پر پیدا کی گئی ہے تو لامحالہ بے چونی بے چگونی حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی اس میں گنجائش ہے۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ. (اصل لفظ ما وسعنی سمائی و الارض، بل وسعنی عبدالمومن ہیں۔ ابن تیمیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ھذا مذکور فی الاسرا بلیات ولیس له اسناد معروف عن النبی ﷺ (ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، احادیث القصاص، تحقیق محمد الصباغ، المکتب الاسلامی مصر، ۱۹۷۲ء ص: ۶۶-۶۷)

"میں نہ زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں لیکن بندہ مومن کے قلب میں سماتا ہوں۔"

کیونکہ ارض وسماء اس وسعت وفراخی کے باوجود دائرۂ مکان میں داخل ہیں اور چون وچگون کے داغ سے داغدار ہیں اس لئے لامکانی ذات جو کمیت اور مقدار سے مقدس اور

پاک ہے، مکان میں سمانے کی گنجائش نہیں رکھتی۔اور بے چون، چون میں قرار پذیر نہیں ہوسکتی۔تولامحالہ عبدِ مومن کے قلب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ غیر مومن کامل کا قلب لامکان کی بلندی کے نیچے آچکا ہے اور مقدار و کیفیت کا گرفتار ہو چکا ہے اور اس کے حکم کا پابند ہو چکا ہے۔ پس اس نزول اور گرفتاری کی بنا پر چونکہ دائرۂ مکانی میں داخل ہو چکا ہے اور مقدار و کیف کا گرفتار ہو چکا ہے اور کیف و مثل کی حالت پیدا کر چکا ہے۔اس لئے اس قابلیت کو ضائع کر چکا ہے۔

اُولٰئِکَ کَالاَنعَامِ بَلْ ھُم اَضَلُّ. (سورۃ الاعراف، آیت:۱۷۹)

''یہ لوگ چار پایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔''

مشائخ میں سے جس نے بھی اپنے قلب کی وسعت کی خبر دی اسکی مراد یہی قلب کی لامکانیت ہے کیونکہ مکانی شے اگر چہ کتنی وسیع ہو بہر حال تنگ ہے۔عرش عظمت و فراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے، لامحالہ لامکانی (روح) کے سامنے رائی کے دانہ کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ قلب چونکہ انوارِ قدم کی تجلی کا محل بن چکا ہے بلکہ قدیم ذات کے ساتھ بقاء حاصل کر چکا ہے اس لئے عرش و مافیہا اگر اس میں آ پڑیں تو بالکل محو و لاشے ہو جائیں اور ان کا کچھ اثر و نشان باقی نہ رہے۔جیسا کہ سیّد الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ نے اس مقام پر فرمایا ہے کہ محدث (فانی) کو جب قدیم کے ساتھ ملایا جائے تو فانی اور محدث کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

یہ ایک یکتا لباس ہے جو صرف روح کے قد پر ہی سیّا گیا ہے ملائکہ بھی یہ خصوصیت نہیں رکھتے کیونکہ یہ بھی دائرۂ مکان میں داخل ہیں۔اور چوں کے ساتھ متصف ہیں۔اسی بنا پر انسان رحمان جل سلطانہ کا خلیفہ قرار پایا۔ہاں ہاں! شے کی صورت ہی شے کا خلیفہ بن سکتی ہے۔جب شے کی صورت پر پیدا نہ کیا گیا ہو تو اسکی خلافت کے لائق نہیں ہوسکتا۔اور جب تک

www.mujaddidiway.com

خلافت کے لائق نہ ہوا امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔

لَایَحمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ لَاّمَطَایَاہ'. (دفتر اول مکتوب:۲۸۷)

''بادشاہ کے عطیات کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔''

یہ بیان کرنے کے بعد کہ بارِ امانت اٹھانے کی استعداد انسان ہی میں رکھی گئی آیتِ مذکورہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: آسمان وزمین اور پہاڑ وہ جامعیت کہاں سے لائیں کہ اللہ کی صورت میں مخلوق ہوں، اسکی خلافت کے حق دار ٹھہریں اور اسکی امانت کا بوجھ اٹھائیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس امانت کے بوجھ کو آسمان، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کر دیتے تو وہ پارہ پارہ ہو جاتے اور ان کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہتا۔ وہ نیابت اس حقیر کے خیال میں تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانوں میں سے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے یعنی کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بحکم اسکو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور تمام مخلوق کو وجود، بقاء اور تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی کے فیوض اسکے واسطے سے پہنچاتے ہیں۔

اگر فرشتہ ہے تو اسی سے متصل ہے اگر انسان وجن ہیں تو اسی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی جانب ہے اور تمام اسی کی طرف دیکھنے والے ہیں۔

اِنّہ' کَانَ ظَلُوماً جھُولاً.

''**یعنی اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا**'' اس قدر کہ اپنے وجود اور وجود کے توابع میں سے کوئی بھی اثر اور حکم باقی نہیں رکھتا۔ جب تک اپنے اوپر اس قدر ظلم نہ کرے، امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ **جَھُولاً** بہت زیادہ جہالت والا اتنا کہ اسے اپنے مطلوب کا کوئی ادراک اور علم نہیں ہوتا بلکہ ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہوتا ہے۔ یہ

عجز و جہل اس مقامِ کمال میں معرفت ہے۔ کیونکہ یہاں جو سب سے زیادہ جاہل ہے وہ سب سے بڑا عارف ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ جو سب سے بڑا عارف ہو وہی امانت اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ دونوں صفات گویا بارِ امانت کے اٹھانے کا سبب ہیں۔ (دفتر دوم مکتوب:۴۷)

www.mujaddidway.com

حضرت مجددؒ اور عشق رسول ﷺ

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ محبت:

حضرت مجدد الف ثانیؒ، مولانا محمد صالح کولابی کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> محبوب در نظر محبّ بلکہ در نفس امر ھمہ وقت محبوب است وھمہ حال محبوب است اگر ایلام فرماید محبوب است، اگر انعام نماید محبوب۔ نزد اکثر مردم کہ بدولت محبت مشرف گشتہ اند در وقت انعام از دیاد محبت محبوب است از وقت ایلام او یا در ہر دو وقت مساوات است۔ ونزد اقل عکس این معاملہ است وایلام از دیاد محبت بخش است از انعام او۔(۱)

محبوب محبّ کی نظر میں بلکہ نفس الامر میں ہر وقت میں اور ہر حال میں محبوب ہوتا ہے۔ خواہ محبوب درد پہنچائے یا انعام دے وہ محبوب ہی ہوتا ہے۔ اکثر لوگ جو مقام محبت پر فائز ہیں انکے نزدیک ایلام کے مقابلے میں محبوب کی طرف سے انعام کے وقت محبوب کے ساتھ محبت زیادہ ہوتی ہے یا پھر دونوں حالتوں میں محبت مساوی ہوتی ہے۔ لیکن کچھ اہل محبت کے نزدیک معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے انکے نزدیک محبوب کی طرف سے درد پہنچنے کی حالت میں حالت انعام کے مقابلہ میں محبوب سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس عبارت اور اس کے بعد والے جملوں میں اس

۱۔ مکتوبات شریف جلد ۲، مکتوب ۳۳، سی وسیوم

www.mujaddidiway.com

حقیقت کو سمجھانا چاہا ہے کہ محبّ کو چاہیئے کہ وہ محبوب کے ہر کام کو اپنے لئے مفید سمجھے اپنی چاہت محبوب کی چاہت کے تابع کر دے لہٰذا اس کا کوئی حکم یا طریقہ بھی محبّ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں ہوگا۔ اور محبّ محبوب کی ہر ادا کا بھی محبّ ہوگا۔ چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عشق رسول ﷺ کا معنی ہی اطاعت رسول ﷺ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

انس محبان بمشاہدۂ محبوب است وانس محبوباں بہ بندگیٔ محبوب دریں انس ایشاں

رابایں دولت میرسانند وبایں نعمت سرفراز میسازند شہسوار یکہ تاز ایں میدان آں سرور دنیا و دین وسید اولین و آخرین حبیب رب العالمین است علیہ من الصلوٰۃ اتمھا من التحیات اکملھا۔ (۲)

محبین کی محبت کا شدید تقاضا محبوب کا دیدار ہے اور محبوبوں کی محبت کا تقاضا اپنے محبوب کی بندگی ہے محبوب اپنے محبوں کو بندگی کے ساتھ پیار کی دولت عطا کر دیتے ہیں اور اس نعمت سے ان کو سرفراز کر دیتے ہیں۔ اس میدان کے سب سے بہادر وہ سرور دنیا و دیں، سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین ہیں جن پر اکمل صلوٰۃ اور تحیات ہوں۔

عشق رسول ﷺ افکار مجدد علیہ الرحمہ کے آئینے میں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے عشق کی شان یہ ہے کہ آپ کے محبّ اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حضرت مجدد ؒ فرماتے ہیں:

آں سرور محبوب رب العالمین است۔ متابعان او بواسطہ متابعت بمرتبہ محبوبیت می رسند چہ محبّ در ہر کہ از شمائل واخلاق محبوب خود می بیند آنکس محبوب خود می دارد و مخالفاں را ازیں جا قیاس باید کرد۔

۲۔ مکتوبات شریف، در معرفت ۱/۱۸، ۱/۹

محمدؐ عربی کا بروی ہر دوسرا است
کسی کے خاک درش نیست خاک بر سر اوست (۳)

آپ ﷺ سرور کائنات اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آپ کے پیروکار آپ کی متابعت سے محبوبیت کے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محبّ اپنے محبوب کے اخلاق و عادات جسمیں دیکھتا ہے اسے بھی محبوب بنالیتا ہے۔ مخالفین کو یہاں سے سبق لینا چاہئے۔

حضرت محمد ﷺ جو سارے جہانوں کی عزت ہیں جو آپ کے در کی خاک نہیں اس کے سر پر خاک ہو۔

شیخ درویش کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''آدمی تا زمانیکہ بدنس تعلقات پراگندہ متلوث است محروم مھجور است تصقیل مرآت حقیقت جامع از زنگ محبت ما دون۔ او عَزَّ وَ جَلَ لا بد است و بہترین مصقلھا در ازالۂ آن اتباع سنت سَنِیَّہ مصطفویہ است علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔'' (۴)

جب تک آدمی تعلقات غیر کے میل سے گندہ رہے گا محروم و مجور رہے گا۔ حقیقت کے آیئنے کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا بڑا ضروری ہے۔ اس آیئنے کو چمکانے والی سنت نبوی ﷺ سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے آپ کے نزدیک نبوت کے عہد سے دوری فساد کا سبب ہے۔

کتاب اثبات النبوۃ میں فرماتے ہیں:

۳۔ مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۴

۴۔ مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۲

فَمَا وَجدتُّ سَبباً لِفُتُوْرِ اِعْتِقَادِھِمْ وَ ضَعْفِ اِیْمَانِھِمْ اِلاَّ بُعْدُ الْعَھْدِ مِنَ النُّبُوَّتِ. (۵)

لوگوں کے اعتقاد بگڑنے اور ایمان کمزور ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ ’’عہد نبوت‘‘ سے دور ہوتے گئے۔

چنانچہ بار بار آپ نے علاج بھی یہی بتایا کہ واپس اسی بارگاہ کی طرف بندہ متوجہ ہو تاکہ قربِ ایزدی میسر آجائے۔

حضرت مجددؒ بحیثیت عاشق رسول ﷺ:

۱۔ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے نام جب ایک خط رسول اللہ ﷺ کی تعریف وتوصیف پر مشتمل لکھا تو اس کے آغاز میں لکھا:

آں سعادت نامہ راوسیلہ نجات اخروی خود سازد نہ آنکہ مداحی او علیہ الصلوٰۃ والتحیہ نماید بلکہ مقولہ خود بآں ستاید

مَا اِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ

وَلٰکِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ (٦)

اس خط کو فقیر اخروی نجات کا وسیلہ بنا رہا ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کر رہا ہے بلکہ اپنے مقولہ کو ان ذکر سے تعریف دلوا رہا ہے میں نے اپنی بات سے رسول اللہ ﷺ کی تعریف نہیں کی بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اسم شریف سے اپنی بات کو عظمت دی ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے معاملات کو ہر لحاظ سے بلند وبالا سمجھنا چاہئے یہاں تک کہ

۵۔ اثبات النبوۃ: ص۳

٦۔ مکتوبات شریف، درمعرفت ۱۰

www.mujaddidiway.com

آپ کے سہو کا رتبہ اتنا بڑا ہے کہ ہم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

فرماتے ہیں:

ابوبکر طلب سہو پیغمبری نماید کہ یَالَیْتَنِی کُنْتُ سَهْوَ مُحَمَّدٍ ﷺ (۷)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سہو کی جستجو میں ہیں کاش کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بھول بن جاتا۔

۳۔ عمدۃ المقامات میں خواجہ فضل اللہ لکھتے ہیں:

فرمودند کہ در دہہ آخر ماہ رمضان بعد از تراویح کسلے در خود یافتم رفتم کہ بر فراش خود تکیہ کنم وقت اضطجاع از غلبہ کسل فراموشم شد کہ پہلوی براست خود را اول بر زمین نیم چناں کہ مسنون است بر پہلوی چپ تکیہ نمودم بعد از دراز کشیدن بیادم آمد کہ ترک سنت شد نفس از کاہلی چناں مغفول ساخت کہ از روی سہو ونسیاں شد، لیکن مرا خوف ترک سنت شد لا جرم تمام برخواستہ بہ پہلو راست اضطجاح نمودم متعاقب آں عمل از کرم الٰہی فیوضات وانوار نامتناہی بظہور رسید وندا در دارند بایں قدر کہ رعایت نمودترا در آخرت از ہیچ وجہ عذاب نکنم وبسبب ایں رعایت خادم کہ پائی نومی مالید آن نیز آمرزیدم۔ (۸)

آپ فرماتے ہیں کہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تراویح کے بعد تھکان محسوس کی تو میں گیا کہ بستر پر آرام کروں۔ لیٹتے وقت بے خبری سے میں یہ بھول گیا کہ سنت کے مطابق دایاں پہلو پہلے زمین پر رکھوں۔ لیٹ جانے کے بعد مجھے خیال آیا کہ میں ترک

۷۔ مبدا معاد: ۵۷

۸۔ عمدۃ المقامات: ۱۶۳

www.mujaddidway.com

سنت کر بیٹھا ہوں۔ نفس نے بوجہ غفلت یہ بہانا بنایا کہ یہ بوجہ سھو ہوا ہے۔ لیکن مجھ پر ترک سنت کا خوف طاری ہوا، میں فوراً اٹھا اور دائیں پہلو پر لیٹ گیا۔ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کے کرم سے انوار و تجلیات اور فیوض کا غیر متناہی سلسلہ ظہور کو پہنچا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے آواز دی تم نے جو سنت کا لحاظ کیا اس وجہ سے آخرت میں تجھے عذاب نہیں دوں گا۔ بلکہ اس وجہ سے تمھارے خادم کو جو تمھارے پاؤں مل رہا تھا معاف کردوں گا۔

۴۔ آپ ؒ کے انداز تحریر کے ہر زاویئے سے عشق نبی ﷺ جھلکتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا اسم شریف بیان کرتے ہیں یا ضمیر سے بیان ہوتا ہے، تو لکھتے ہیں عَلَیْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ اَتَمُّهَا مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا آپ پر سب سے کامل صلوٰۃ ہو سب سے کامل سلام ہو

یا لکھتے:

عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّحِیَّةُ

آپ پر اور آپ کی آل پر صلوٰۃ و تحیات ہوں

صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَ تَسْلِیْمَاتُهُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ عُمُوْماً وَ اَفْضَلِهِمْ حَبِیْبِ اللّٰهِ خُصُوْصاً

اللہ کی رحمتیں اور سلام ہو بالعموم تمام انبیاء و مرسلین پر بالخصوص ان سب میں سے افضل اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ پر۔

احادیث کا ذکر کیا تو یوں کیا:

عَلٰی مَصْدَرِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ

جہاں سے ان احادیث کا صدور ہوا اس ذات پر صلوٰۃ و سلام اور تحیہ ہو

www.mujaddidway.com

ذات باری تعالیٰ اور عشق حبیب ﷺ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نور الخلائق میں فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَـا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنْتَ وَ مَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ فَقَالَ مُحَمَّدُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ مَا اَنْتَ وَ مَا اَنَا وَ مَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ۔ (۹)

اے محبوب میں اور آپ اور جو کچھ آپ کے سوا ہے میں نے آپ کیلئے پیدا کیا پس رسول اللہ ﷺ نے کہا اے اللہ آپ نہ کہ میں اور جو تیرے سوا ہے میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

www.mujaddidway.com

۹۔ مکتوبات شریف جلد ۲، نور الخلائق ۲۵

عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج، ننکانہ

صاحبانِ علم و کرامت! ایمان باللہ یعنی اللہ پر ایمان اسلام کے تمام عقائد کی بنیاد اور جان ہے تھوڑی توجہ فرمائیں تو اس حقیقت تک پہنچنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی کہ ایمان باللہ کے بعد سب سے اہم اور بنیادی عقیدہ ایمان بالرسالت یعنی انبیاء و رسل پر ایمان اور بالخصوص ایمان کی جان رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہے بلکہ ذرا مزید توجہ فرمائیں تو یقیناً یہ اظہر من الشّمس ہوگا کہ ایمان بالرسالت کا عقیدہ ایمان باللہ سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ ہم مسلمان ہو سکتے ہیں نہ مومن، نہ ایمان باللہ کے حامل ہو سکتے ہیں نہ دنیا و آخرت کی بشارتوں کے مستحق۔ ایمان بالرسالت میں حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبی اور رسول جنھوں نے کائنات کو اپنے قدم سے منور کیا، کی تمام عمومی وخصوصی صفات کو ذات محمد مصطفےٰ ﷺ کا جزو سمجھنا جتنا زیادہ ضروری ہے اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ آپ کی صفات خصوصی ومحامد امتیازی پر نہ صرف ایمان لایا جائے بلکہ ان کی خوب نشر و اشاعت کی جائے۔ آپ ﷺ کے ان خصوصی اوصاف حمیدہ وخصائص مجیدہ میں سے ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کا تمام جہانوں کی طرف نبی اور رسول ہونا
۲۔ آپ ﷺ کا تمام جہانوں کیلئے رحمت ہونا۔
۳۔ آپ ﷺ کا نورٌ مِنْ نُورِ اللہ ہونا۔
۴۔ آپ ﷺ کا صاحب حوض کوثر ہونا۔
۵۔ آپ ﷺ کا اولین وآخرین ہونا۔

۶۔ آپ ﷺ کا صاحب معراج ہونا۔

۷۔ آپ ﷺ کا اُمّی ہونا۔

۸۔ آپ ﷺ کا شافع محشر ہونا۔

۹۔ آپ ﷺ کا حامل علم ''**فوق ما کان و ما یکون**'' ہونا۔

۱۰۔ آپ ﷺ کا امام الانبیاء وسید المرسلین ہونا۔

۱۱۔ آپ ﷺ کا محمد واحمد ہونا۔

۱۲۔ آپ ﷺ کا ''**خاتم النبیین**'' ہونا، یعنی سلسلہ انبیاء ورسل کو ختم کردینے والا۔

یعنی محمد الرسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت، آپ ﷺ کی اس عظیم الشان اور رفیع البیان صفت ختم نبوت کو قرآن وحدیث میں بنیادی حیثیت دی گئی ہے اور یہ ایمان بالرسالت کا مغز بھی ہے، نچوڑ بھی ہے، خلاصہ بھی ہے اور روح بھی ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ الاحزاب (سورۃ نمبر ۳۳) کی آیت نمبر ۴۰ میں واضح طور پر سرکار عالی وقار ﷺ کی شان ختم نبوت کا اعلان وبیان موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ہ

ترجمہ: ''**محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین اور اللہ ہر چیز کا عالم ہے۔**''

اس آیۂ واضحہ ونص صریحہ کے بعد ایک سو دوسری آیات مبارکہ میں اشارۃً اور معناً آپ ﷺ کی شان ختم نبوت کا ذکر کیا گیا ہے، کہیں کسی ایک انداز میں اور کہیں کسی دوسرے انداز میں۔ (تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے)۔ پھر سرکار رسالت مآب ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بھی دو سو دس مقامات پر واضح طور پر، اشاراتی، تمثیلی، زور آور اور پر معنی انداز میں

شان ختم نبوت کا بیان ہوا ہے صحاح ستہ، اصول اربعہ اور دوسرے مستند حدیثی مجموعوں کے علاوہ سینکڑوں مجموعوں میں آپ ﷺ کے ارشادات نورانی اور اشارات فیضانی موجود ہیں۔ یہ حدیثیں متعدد اسناد سے، متعدد متون میں اور متعدد انداز ہائے بیان میں ضوافشانی کر رہی ہیں یہاں تبرکاً صرف ایک حدیث مبارک جسے **''قصر نبوت''** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مع ترجمہ جناب کے ایمان کی علامت اور ایقان میں زیادتی کے مقصد کے تحت پیش کی جاتی ہے راوی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن صخر، رسول اللہ ﷺ کے مقرب، مستند اور معزز صحابی، فرمایا سرکار رسالت مآب ﷺ نے

اِنَّ مَثَلِیُ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنُ قَبْلِیُ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتاً فَاَحْسَنَهٗ وَ اَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجَبُوْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ٥

ترجمہ: میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسے ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ بنایا مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اس (گھر) کے دیکھنے کو آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگادی گئی (تاکہ مکان مکمل ہو جاتا) چنانچہ میں وہ اینٹ ہوں (یعنی آخری اینٹ، اس طرح میں نے اس مکان کو مکمل کر دیا ہے) اور میں ہی خاتم النبیین ہوں'' (یعنی مجھ پر تمام رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے)

یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی اور مسند احمد میں آئی ہے۔

سیدنا و مولانا، نبینا و شفیعنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ ختم نبوت کو ایسے شافی و کافی و وافی انداز میں اپنی امت کے ذہن نشین کرادیا کہ بعد ازاں کسی بھی زمانے اور کسی بھی طبقے کے مسلمانوں کو اس میں کبھی شک و تردد نہ ہوا اور مسلمان اجماعی طور پر اس عقیدہ حقہ

پر قائم رہے کہ ''نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی اب قیامت تک محمد مصطفےٰ ﷺ، رسول اللہ ہیں، نبی اللہ ہیں اور آپ کی ہی نبوت وشریعت باقی ہے۔ آپ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کی نبوتیں اور شریعتیں ساقط ہو چکی ہیں اور آپ ﷺ کی آمد شریفہ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ بلکہ آپ ﷺ کی آمد با کرامت کے بعد اب جو کوئی بھی، کسی بھی انداز میں اور کسی بھی حیثیت کی نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے وہ کافر ہے، وہ مرتد ہے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام قرب قیامت میں زمین پر تشریف لائیں گے تو وہ اپنی نبوت کے ساتھ نہیں آئیں گے بلکہ نبوت محمدی ﷺ کے مبلّغ بن کر آئیں گے۔''

تمام ایمان والے مفسرین کرام، تمام متقی محدثین عظام، تمام باعمل اولیاء امت، تمام اللہ والے صلحاء ملت، تمام عادل وضابط اکابرین وقت اور تمام عامۃ المسلمین اسی عقیدہ ختم نبوت، صالحہ، نافعہ، انیقہ ورفیعہ وحقہ پر قائم رہے ہیں مگر ہوا وہوس کے مارے، اللہ اور رسول مقبول ﷺ کی جناب سے دھتکارے، گمراہ ذہن، بدعقیدہ اور باغی وطاغی ارواح دعویٰ نبوت ورسالت کرتی بھی رہی ہیں اور اب بھی کر رہی ہیں اور مسلمان امت ان کا شدومد سے رد بھی کرتی رہی ہے بلکہ آج تک ان کو جھٹلا رہی ہے ان کو نبی نہیں غبی اور رسول نہیں فضول قرار دیتی آ رہی ہے۔ یہ ایک طویل تاریخ ہے جس کا حصر کبھی مصنف **''تلبیس ابلیس''** (امام ابن جوزی) نے کیا، کبھی مؤلف **''غنیۃ الطالبین''** (حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی گیلانی) کبھی مرتب **''آئمہ تلبیس''** (مولوی ابو القاسم رفیق دلاوری) نے کیا۔ مگر ان جھوٹے مدعیین، کاذبین، فاسقیہ اور ملعونین کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ان کا رد بھی جاری ہے ان کا محاکمہ بھی جاری ہے اور ان کی تاریخ بھی لکھی جا رہی ہے قیامت تک ان لوگوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ، اس کے فرشتوں اور اس کے کلمہ گو بندوں کی لعنتیں پھٹکاریں پڑتی رہیں گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

برصغیر پاک و ہند شرک و بت پرستی کا مرکز تھا۔ جب یہاں اسلام نے قدم رکھا تو اسلام بڑی صاف شفاف اور خالص شکل رکھتا تھا۔ مرور زمانہ سے فکر و عقیدہ اور عمل میں آلائشیں پیدا ہوگئیں محمد بن قاسم کی ہندوستان میں آمد سے پہلے کا دور اسلام کا خاموش دور ہے محمد بن قاسم نے برصغیر پاک و ہند کی بت پرستانہ اور صنم آشنا معاشرت میں اسلام اور توحید کا پتھر پھینک کر پہلی ہلچل پیدا کی پھر محمود غزنوی اور محمد غوری کی آمد ہوئی تو مُبلّغین اور اولیاء اللہ نے ہندوستان کفرستان کا رخ کیا اور جگہ جگہ اسلامی تعلیمات کی کرنیں کفر کے اندھیروں کو چیر گئیں۔ بابر ہندوستان آیا تو اسلام کے لئے یہاں کی زمین ہموار تھی، سلاطین دہلی کے دور میں اسلام کا شہرہ دور و نزدیک پھیل چکا تھا ہمایوں کے ایران سے واپسی کے سفر میں شیعہ اور پارسی ہندوستان وارد ہوئے اکبر کے دور میں عیسائی، جینی، ہندو، شیعہ، ملحد، مسلمان، بدھسٹ، صحیح العقیدہ مسلمان، اہل تصوف، پارسی اور دوسرے کئی عقائد و ادیان کے ماننے والے دربار اکبری میں جمع ہوگئے اکبر ''**صلح کلی**'' اور ''**بھگتی نظریات**'' کا قائل تھا اور گمراہ ذہن درباریوں کے غلط سلط مشوروں کی روشنی میں اکبر نے مختلف ادیان و عقائد کا معجون مرکب ''**دین الٰہی**'' تیار کیا۔ اس کے منشور و عقائد کے مطابق اکبر ''**فائنل اتھارٹی**'' بالفاظ دیگر امام/عادل تھا۔ ''**الناس علی دین ملوکھم**'' کے مصداق عوام کالانعام اکبر کے کفریہ اور فاسقانہ دین میں دلچسپی لے رہے تھے درباری اس دین کو قبول کر رہے تھے اہل حق اور صاحبانِ عزیمت اس سلسلے میں حق علی الحق کا اظہار کر رہے تھے کہ ہندوستان میں ایک ایسی شخصیت اٹھ کھڑی ہوئی جس کو اکابر وقت نے امام ربانی، امام الہند، مجدد وقت، مجدد الف ثانی، قیوم زماں، مخاطب حدیث صلہ، محی الدین اور محی السنہ کے نام سے یاد کیا ان کا واحد مشن تھا اکبر کے دین الٰہی کا رد۔ اس دور کے فسق و فجور کا خاتمہ، اسلامی تعلیمات میں رطب و یابس کی اصلاح، ان کا نام نامی اسم گرامی

www.maktabah.org

تھا ابوالبرکات بدرالدین شیخ احمد ابن عبدالاحد فاروقی سرہندی۔حضرت شیخ باقی باللہ دہلویؒ کے مرید، چاروں سلاسل طریقت میں اجازت یافتہ، نقشبندی سلسلہ کے ہندوستان میں سرخیل، آپ نے اکبر کے ''دین الٰہی'' میں ایک جدید دین کی بو کو محسوس کر لیا۔اکبر کے محضر نامہ میں ایک خلیفہ یا زمان وقت کی شباہت کو پالیا۔اکبر کے فکر و عمل میں دعویٰ نبوت کی خاموش سوچ کو جانچ لیا اور دعویٰ نبوت کیساتھ اٹھنے والے فتنہ کو باطنی نظر سے دیکھ لیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اکبر کے دور کی گمراہیوں کے خلاف برق خاطف بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔مؤرخین کے مطابق آپ کی عمر تقریباً چالیس سال تھی جب اکبر اپنے فتنہ نبوت کے ساتھ راہی ملک عدم ہوا۔آپ کی تحریک اس پُر حکمت طریقہ سے آگے بڑھی کہ آپ نے اکبر کو چھیڑنے کی بجائے اس کے دربار، دین اور عقائد کی گمراہیوں اور خرابیوں کو طشت از بام کیا اور اس کے مقابلے میں سنت رسول ﷺ کی صاف وشفاف تصویر دکھائی لوگوں کو حق ناحق، غلط صحیح اور اسلامی غیر اسلامی طریق زندگی میں تمیز سکھائی۔کیونکہ اکبر کا فکری سفر دعویٰ نبوت کی طرف جاری تھا دین الٰہی اسی فاسقانہ، گمراہانہ اور کفریہ منصوبے کی خشت اول تھی۔لہٰذا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اس کفریہ اور ارتدادی تحریک کو منقطع کرنے کیلئے مندرجہ ذیل پُر حکمت طریقے اختیار کئے۔

اول: خطابات، خطبات، ملفوظات اور مجلسی مباحثوں میں اس پر کلام فرمایا۔

دوم: اکبر اور جہانگیر کے امراء کو خطوط لکھے اور سنت کی عظمت اور اکبری و جہانگیری دور کی گمراہی کی طرف عوام و خواص کو متوجہ کیا۔

سوم: دربار میں رسائی حاصل کی اور کھل کھلا کر حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہا۔

چہارم: اپنے مریدین کو تبلیغی دوروں پر بھیجا، امراء کی طرف بھیجا، صوبے داروں اور گورنروں کی طرف بھیجا، اور معاشرتی خرابیوں، اکبری عقائد اور تصوف میں عجمی آمیزش کو ان پر واضح کیا۔

www.mujaddidiway.com

پنجم: عوام میں قرآن وسنت کے احساس کو ابھارا۔ عقائد و ارکان اسلامی کی طرف توجہ دلائی اور دین الٰہی کی خرابیوں کا بغیر نام لئے مگر معاشرتی خرابیوں کے عنوان سے نشاندہی کی۔

ان سب نکات کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات، ملفوظات اور تصنیفات میں عقیدہ ختم نبوت کو کھول کھول کر بیان کیا۔ اصطلاحات ختم نبوت کو کثرت سے استعمال کر کے اپنے آپ کو عقیدہ ختم نبوت کا معلن اور مؤید ثابت کیا۔ اور دلائل و براہین اور حوالہ جات تحریر کر کے اپنے آپ کو اجماع امت کے عقیدہ پر رکھا۔ چند حوالہ جات برائے تصدیق و توثیق حاضر ہیں:

۱۔ جان لینا چاہئے کہ منصب نبوت حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔ (۱)

۲۔ اور اس منصب (نبوت) کے ختم کرنیوالے حضور سید البشر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضور خاتم الرسل ﷺ کی شریعت پر چلیں گے۔ (۲)

۳۔ جاننا چاہئے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ عطا ہوا ہے۔ (۳)

۴۔ منقول ہے کہ حضرت امام مہدی (نبوت محمدی ﷺ کے آخر اور قرب قیامت میں) اپنی سلطنت کے زمانہ میں دین (اسلام) کو رواج دیں گے اور سنت (رسول اللہ ﷺ) کو

۱۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول، مکتوب ۲۶۰

۲۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۳۰۱

۳۔ مکتوب ۲۶۰، دفتر اول

www.mujaddidway.com

زندہ فرمائیں گے۔(۴)

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف آوری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ پر عمل کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کو منسوخ نہیں فرمائیں گے۔(۵)

۶۔ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ہیں اور آپ ﷺ کا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے اور آپ ﷺ کی کتاب تمام گذشتہ کتابوں سے بہترین ہے آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔حضرت عیسیٰؑ نزول فرما کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے امتی ہوکر رہیں گے۔(۶)

۷۔ اور حضرت (عمر) فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتا۔''** یعنی وہ لوازم وکمالات جو نبوت میں درکار ہیں وہ تمام حضرت عمرؓ رکھتے ہیں لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لٰہذا منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔(۷)

حضرت شیخ الہند، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے کثرت سے اصطلاحات ختم نبوت اپنی تحریروں میں درج کی ہیں۔ ان میں سے کچھ تحریر کی جاتی ہیں ختم نبوت، ختم رسالت، خاتم النبوۃ، خاتم الرسالت، اولین و آخرین، عاقب و حاشر، خاتم و ناسخ، خاتم الرسل، آخری پیغمبر، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم، رسالت خاتمیت، خاتم المرسلین، حضرت خاتمیت، خاتم النبیین ۔اس کے علاوہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت

۴۔ مکتوب ۲۵۵، دفتر اول

۵۔ مکتوب ۵۵، دفتر دوم

۶۔ مکتوب ۶۷، عقیدہ ۱۲، دفتر اول، مکتوبات امام ربانیؒ

۷۔ مکتوب ۱۷، دفتر سوم

سے متعلق احادیث بھی اپنے مکتوبات ورسائل میں درج کی ہیں مثلاً (ارشاد رسالت ہے)

(الف) اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ اللہ کا دوست ہوں اور میں پیغمبروں کا پیش رو ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ (۸)

(ب) **"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتا۔"** (۹)

(ج) ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور سب سے پہلے ہم ہی ہوں گے۔ (۱۰)

چند احادیث کے مفہوم بالفاظ شیخ مجددؒ درج ذیل ہیں:

(الف) تحقیق حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں میں سے ہوں گے اور اللہ کے نزدیک سب اولین وآخرین سے بزرگ ہیں۔ (۱۱)

(ب) حضرت امام مہدیؑ جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل ﷺ نے بشارت فرمائی ہے ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ (۱۲)

(ج) حالانکہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی باوجود اپنی کلیمی اور قرب خاص کے اگر زندہ ہوتے تو اس شریعت (شریعت محمدی ﷺ) کی پیروی کے بغیر اور کوئی طریقہ

۸۔ مکتوب ۴۴، دفتر اول

۹۔ مکتوب ۱۷، دفتر سوم

۱۰۔ مکتوب ۴۴، دفتر اول

۱۱۔ مکتوب ۴۴، دفتر اول، مکتوبات امام ربانیؒ

۱۲۔ مکتوب ۲۰۹، دفتر اول، مکتوبات امام ربانیؒ

www.minhajbooks.com

اختیار نہ فرماتے۔(۱۳)

(د) اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے ظلم سے بھرے ہوئے وقتوں میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا اور اس امت میں جو کہ خیر الامم ہے اور اس امت کے پیغمبر آنحضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات ہیں۔(۱۴)

مکتوبات امام ربانی کے تینوں دفاتر میں مکتوبات کی تعداد ۵۳۶ ہے جن میں جگہ جگہ عقیدہ ختم نبوت پر آپؒ کے عقائد وافکار روشن ستاروں کی طرح منور ہیں یہ تمام خطوط مختلف اکبری وجہانگیری وزیروں، امیروں، درباریوں، گورنروں، مریدوں اور عام مسلمانوں نیز علماء وصلحاء کو لکھے گئے ہیں۔ جن میں اکبری عہد کی خرابیوں اور فتنوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان کے ختم کرنے پر مکتوب الیہم کو ابھارا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سنت مصطفےٰ ﷺ کا نورانی تذکرہ بھی کیا گیا ہے اور دین کی اصل شکل بھی دکھائی گئی ہے ان خطوط میں آپؒ نے تمام مکتوب الیہم کو ان کے دینی فرائض یاد دلائے ہیں اور ان کے دینی جذبہ غیرت وحمیت کو بیدار کیا گیا ہے۔

مکتوبات امام ربانیؒ کے علاوہ آپ کی ۱۷ دوسری تصانیف ہیں، جن میں سے سات تک میری رسائی ہوسکی ہے ان میں بھی متعدد مقامات پر عقیدہ ختم نبوت کا پرچار اور متعلقہ اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔

غرضیکہ لاتعداد مقامات پر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سرور کونین ﷺ کی ذات بابرکات کو سلسلہ نبوت کا قطع کرنے والا ثابت کیا ہے صریحاً بھی، اجمالاً بھی، اشارۃً بھی اور

۱۳۔ معرفت نمبر ۴۱، معارف لدنیہ

۱۴۔ مکتوب ۲۳۴، دفتر اول مکتوبات امام ربانیؒ

www.mujaddidway.com

کنایۃً بھی، قرآن وحدیث کی وضاحتوں کا حوالہ دے کر بھی اور اعتراضات واشکالات کو رفع کر کے بھی، ہدایت یافتہ لوگوں کے خیالات وعقائد کو بیان کر کے بھی، اصطلاحات ختم نبوت کو اپنی تحریروں میں بار بار ذکر کر کے بھی اور قرآن وحدیث کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں نقل کر کے بھی، مکتوبات کے علاوہ اپنی سات دوسری تصانیف (۱۵) میں حسب ضرورت اس دینی، علمی اور عقیدہ کی بنیاد مسئلہ پر کلام ومباحثہ کر کے بھی آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت کو واضح کیا۔ حق یہ ہے کہ آپؒ کا قلم کسی مقام پر بھی جادہ حق سے نہیں ہٹا اور پھر عملی طور پر آپؒ نے اکبری ''**دین الٰہی**'' کے فتنہ کے قلع قمع کرنے میں اور جہانگیری عہد میں اس کی باقیات کے انسداد میں جس جاں فشانی اور شعور ایمانی کا مظاہرہ کیا اور جس سرگرمی سے اسلام کے احیاء اور غلبہ کیلئے دن رات کام کیا۔ ''**اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْا وَ لَا یُعْلٰی**'' کے مشن کو جس ایمانی تڑپ، وجدانی حرکت، دینی درد، اسلامی حمیت کے ساتھ اختیار کیا۔ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ علامہ اقبالؒ نے آپ کی ان تمام کوششوں کو اس شعر میں سمونے کی کوشش کی ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

۱۵۔ حضرت امام ربانی نے رسالہ اثبات النبوۃ اور رسالہ تہلیلیہ عین اس وقت لکھے جبکہ ''**مسلمانانِ ہندومزاج**'' نبوت کی ''**قدح**'' کر رہے تھے معاشرت میں نبی کریم ﷺ کے مرتبہ ومنصب کو ''**ابدیت**'' کے درجہ پر لانے کی سعی ہی آپ کا عظیم مشن تھا، محمد اقبال مجددی نے مقامات معصومی کی پہلی جلد میں ان امور پر معاصر کتب تاریخ کی روشنی میں مفصل دلائل دیئے ہیں۔ (مرتب)

نقشبندی مشائخ اور تحفظ ناموس رسالت

از: وکیل تحفظ ناموسِ مصطفےٰ ﷺ ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی

امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً مجدد الف ثانی ہیں کیونکہ مقصود کائنات اور سرور کائنات محمد مصطفےٰ ﷺ کا شرعی و روحانی مقام جرأت اور وضاحت کے ساتھ کسی رعایت اور ابہام کے بغیر نہ صرف علمی لحاظ سے متعین فرمایا ہے بلکہ شریعت اور طریقت کے مؤثر طبقات کے دل و دماغ میں اسے مستحکم کیا ہے۔

اگر کوئی مجھے کہے کہ امام ربانی کے اس مہتمم بالشان کام کو ایک جملے میں بیان کریں تو میں یہ کہوں گا کہ آپ نے سرکار ہمہ عالم ﷺ کو مدار نجات ماننے والوں کی ''بھی'' کی ''ب'' کو دلائل و براہین کے تیروں سے اڑا دیا اور ''بھی'' کو ''ہی'' میں بدل دیا ہے۔ یعنی مدار نجات صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی ذات بابرکات ہے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ہدایت و نجات کے تمام چشمے نہ صرف سوکھ گئے بلکہ شرعاً و قانوناً معدوم ہو گئے ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ دیگر تمام شرائع و ادیان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ ہو چکے ہیں، مکتوبات شریفہ کے دفتر دوم مکتوب نمبر ۶۷ میں فرماتے ہیں:

''تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے اور آپ ﷺ کی کتاب تمام گذشتہ کتابوں سے بہترین ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک قائم رہے گی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے امتی ہو کر رہیں گے۔''

حضرت مجددؒ اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ تمام ادیان کو برحق اور مدار نجات ماننے والے حضور ﷺ کے تاج ختم نبوت کے اوصاف اور تحفظ ناموس رسالت کے لوازم کا

کما حقہ شعور نہیں رکھتے۔ سرکار مدینہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ دیگر تمام ادیان منسوخ یعنی کالعدم ہو چکے ہیں اور قصہ ماضی بن چکے ہیں۔ اب ان کی پیروی شرعاً و قانوناً بے سود اور نجات کے معاملے میں غیر مؤثر ہے، اور آئندہ کیلئے آسمانی ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب صرف اور صرف آپ ہی کی ذات سرچشمہ ہدایت اور مدار نجات ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ تورات کے چند اوراق لگ گئے وہ ان کا مطالعہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کے ہاں آئے۔ سرکار ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متنبہ کیا تو وہ نادم ہوئے اور تورات کے اوراق کا مطالعہ ترک کر دیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا '' **لو کان موسیٰ حیاً لما وسعه الا اتباعی** '' کہ **''اگر موسیٰ علیہ السلام خود موجود ہوتے تو میری اتباع کے سوا انھیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔''**

دوسرے ہزار سال کا آغاز ہوتے ہی کارکنان قضا و قدر نے سرکار رحمہ عالم ﷺ کی ختم نبوت کے مؤثر اثبات اور ناموس رسالت کے قائدانہ تحفظ کیلئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو چن لیا۔ جس کے سالار اعظم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جب بھی کوئی جھوٹی نبوت نے سر اٹھایا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار نقشبندی مجددی مجاہد کی صورت میں نیام سے نکل آئی۔ تحفظ ختم نبوت کے ہر فیصلہ کن معرکے کی قیادت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے حصے میں آئی۔ میں یہاں اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں دوسرے سلاسل کے مشائخ اور علماء کی مساعی کو میں نظر انداز نہیں کر رہا میں صرف یہ گذارش کر رہا ہوں کہ اس سلسلے میں قیادت کا سہرا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سر ہے۔

www.maktabah.org

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اسے سلطنت برطانیہ کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل تھی۔ حضور ﷺ کو سب سے زیادہ غیرت مدعی نبوت سے ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ اذیت دعویٰ نبوت سے ہوتی ہے۔ ختم نبوت کے پروانے اور ناموس رسالت کے دیوانے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچانے میں قائدانہ کردار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مشہور و معروف شخصیت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آیا۔

۱۸۹۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کو اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ نے للکارا مگر وہ لاہور نہ آیا لہٰذا میدان نہ سجا۔ بادشاہی مسجد میں تمام سرکردہ علماء و مشائخ کا اجلاس ہوا، مرکزی خطاب امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اور اختتامی دعا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

۱۹۰۸ء میں لاہور میں فیصلہ کن معرکہ برپا ہوا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے تشریف لائے اور حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن سے پہنچ گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی لاہور میں برانڈرتھ روڈ پر قیام پذیر ہوا۔ اس کی رہائش گاہ کے بالمقابل خالی میدان تھا جہاں آج اسلامیہ کالج ہے۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ٹمبر مرچنٹ مرید کو فرمایا کہ وہ مرزا کی رہائش گاہ کے بالمقابل ایک بلند سٹیج بنائے جہاں بعد نماز عشاء روزانہ علماء و مشائخ خطاب فرماتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گولڑہ شریف واپسی کی اجازت چاہی۔ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ اپنے بھائی کو اکیلے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اس پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مرزا کے شکار کیلئے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شکار میرے مقدر

www.mujaddidway.com

میں نہیں، آپ کے مقدر میں ہے۔ ایک روز حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رات کے خطاب کے آخر میں فرمایا کہ میں پیش گوئیاں نہیں کیا کرتا مگر آج پیشین گوئی کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج طلوع آفتاب سے پہلے اس جھوٹے مدعی نبوت سے نجات ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ختم ہوتے ہی مرزا غلام احمد قادیانی ہیضے کے مرض میں مبتلا ہو کر طلوع آفتاب سے پہلے موت کی نیند سو گیا۔ صبح اخباروں میں شہہ سرخیاں لگی ہوئی تھیں کہ مرزا ہیضے سے مر گیا ہے۔ بے شمار اہل لاہور حضرات امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔

راقم الحروف کا تعلق بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے بلکہ دوہرا تعلق ہے۔ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ قلعہ والے میرا مرشد خانہ ہے اور مشائخ آلومہار شریف میرے ننھیال ہیں۔ لہٰذا تحفظِ ناموسِ رسالت اور اثباتِ ختم نبوت کے سلسلے میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنی جدوجہد سپردِ قلم کرتا ہوں۔

تقریباً ایک صدی پر محیط امت محمدیہ ﷺ کی پر جوش اور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو پارلیمنٹ نے ۱۹۷۴ء میں آئینی ترمیم کر کے کافر قرار دے دیا اور مزید قانون سازی کر کے ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کا تعلق مساجد اور اسلامی شعائر سے شرعاً و قانوناً ختم کر دیا گیا۔ مگر کوئی آئینی ترمیم اور قانون سازی اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتی جب تک اس پر اعلیٰ عدالتوں کی مہر ثبت نہ ہو جائے۔ لہٰذا اس ضمن میں جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن کی سپریم کورٹ، پاکستان کی فیڈرل شریعت کورٹ، یو۔این۔او کے ہیومن رائٹس کمیشن اور آخر میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں امت اسلامیہ اور امتِ مرزائیہ کے مابین مسلسل ۱۶ (سولہ) سال عدالتی معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ مرزا قادیانی اور امت مرزائیہ کے مقابلے میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ اور امت مسلمہ کی وکالت کی قیادت کیلئے

www.mujaddiway.com

حضور ﷺ کی توجہ سے کارکنان قضا و قدر نے مجھے منتخب کیا اور مجھے اس میدان میں کامیابی سے بھی سرفراز فرمایا۔ ۱۸۹۹ء میں بادشاہی مسجد لاہور کے جس مقام پر حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا تھا اسی مقام پر ۱۹۹۳ء میں بریلوی، دیو بندی، اہل حدیث اور شیعہ علماء نے مجھے وکیل تحفظ ناموسِ مصطفےٰ ﷺ کا تمغہ پہنایا اور چنیوٹ میں بین الاقوامی ختم نبوت کانفرنس میں رابطہ عالم اسلام کے جنرل سیکرٹری عبد اللہ عمر نصیف کی صدارت میں نشان صدیق اکبر کی شیلڈ سے میری عزت افزائی کی گئی۔

اس عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد اس امر کا متقاضی ہے کہ مذکورہ بالا معرکہ آرائیوں کے دوران وقوع پذیر ہونے والے چند واقعات اور دلائل کو محفوظ کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایتِ خاص ہے کہ مجھے سرور ہمہ عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی وکالت کا شرف حاصل ہے۔ معلم کا کام ہے کہ اپنی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دے۔ اسے کسی کے ساتھ مقابلہ در پیش نہیں ہوتا۔ مناظر کی کامیابی اس میں ہے کہ اپنے مدمقابل کو لاجواب کر دے۔ وکیل کا کام دونوں سے مختلف ہے وکیل فریقِ مخالف سے مسابقہ تو کرتا ہے مگر اس کا اصل کام یہ ہے کہ وہ صورت حال کو عدالت کے سامنے اس مہارت سے اور ایسے دل نشیں انداز میں پیش کرے کہ حق اور باطل نکھر کر سامنے آجائیں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی وکالت اس قابلیت سے فرمائی کہ مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے مابین اختلاف کی اصل حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی اور حضرت نجاشی نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیا۔

جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ۔ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت۔ سپریم کورٹ آف پاکستان اور یو۔ این۔ او کے ہیومن رائٹس کمیشن کے سامنے ختم نبوت کے مقدمات کے دوران

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کی وکالت کے فرائض انجام دیتے ہوئے میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ مجھے ایسے طرز بیان کی توفیق ملے جو محض منطقی نہ ہو کیونکہ میرا مقصد صرف فریقِ مخالف کو خاموش کرنا نہیں تھا بلکہ میری کامیابی کیلئے میرے استدلال کا واضح اور پر تاثیر ہونا لازمی تھا تاکہ عدالت اور سامعین بشمول فریقِ مخالف کے دماغ سیراب ہو جائیں اور ان کے دلوں کی کھیتیاں بھی سرسبز وشاداب ہو جائیں۔

1974 کی آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو آئینی اور قانونی اعتبار سے کافر قرار دے دیا گیا اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ کے ذریعے قادیانیوں کے اذان دینے اور اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کہنے پر پابندی عائد کردی گئی۔ یہ معاملات اور آئینی ترمیم وفاقی شرعی عدالت میں زیر سماعت آئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تمام عدالتوں اور اداروں میں مقدمات قادیانیوں کی طرف سے دائر کئے گئے۔ امت مسلمہ نے صرف دفاع کا فریضہ انجام دیا۔

جو امور تنقیح طلب تھے ان کے بارے میں ردقادیانیت پر لکھی گئی کتابیں سیر حاصل بحث پیش نہیں کرتی تھیں۔ قادیانیوں کا موقف تھا کہ اذان قرآن مجید کے الفاظ میں ''کلمہ احسن'' ہے۔ اس میں مسلمانوں کا کلمہ شہادت بھی شامل ہے اگر کوئی غیر مسلم بھی کلمہ شہادت پڑھے تو مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی رو سے نہ صرف یہ کہ قادیانیوں کو اذان دینے سے روک دیا گیا ہے بلکہ ایسی صورت میں ایک قادیانی کو تین سال قید اور جرمانے کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ مرحوم صدر ضیاء الحق کو بھی اس امر کی دلنشیں انداز میں وضاحت کی طلب تھی چنانچہ لاہور میں وفاقی شرعی عدالت میں قادیانی کیس کی سماعت کے دوران جب مجھ پر فائرنگ کی گئی تو صدر ضیاء الحق نے اسی وقت (رات دس بجے) ٹیلیفون پر میری خیریت دریافت کی اور ساتھ ہی اذان پر پابندی کے بارے

www.mujaddidway.com

میں میرا استدلال مجھ سے پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس وقت تک میرے ذہن میں کوئی جواب نہیں ہے مگر صبح انشاء اللہ عدالت کے روبرو اس کا تشفی بخش جواب پیش کروں گا۔ جنرل صاحب حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ وکیلوں کو تو پہلے پتہ ہوتا ہے کہ انھوں نے کیا جواب دینا ہے، میں نے عرض کیا کہ یہ مقدمہ اپنی نوعیت کا پہلا مقدمہ ہے اس کے جوابات کتابوں میں تحریر شدہ نہیں ہیں بلکہ من جانب اللہ عین وقت پر القاء ہوتے ہیں۔

پاکستان کے آئین میں دوسری دستوری ترمیم مجریہ ۱۹۷۴ء کے ذریعے ایسے تمام اشخاص کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے جو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتے یا جو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم یا لفظ میں نبی ہونے کا دعویٰ کریں یا جو کسی بھی ایسے مدعی کو نبی یا مذہبی مصلح مانیں۔ اس کی تعریف میں قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو شامل کرتے ہوئے انھیں غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا۔ دونوں گروپوں سے مراد ہے قادیانی گروہ اور احمدی گروہ جو عرف عام میں لاہوری پارٹی بھی کہلاتے ہیں۔

قادیانیوں نے اپنی مذہبی قیادت کی ہدایت پر آئینِ پاکستان کی ان دفعات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اپنے قول و فعل سے ان دفعات کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ فعل سے اس طرح کہ وہ افعال جو مسلمانوں کے امتیازی نشانات ہیں اور ایسی علامات ہیں جن سے وہ بطور مسلمان پہچانے جاتے ہیں اور جن سے ان کا ملّی تشخص قائم ہے ان پر وہ مسلسل عمل پیرا رہے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور آئینی دفعات کے لازمی تقاضوں کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد کی بیویوں، افراد خانہ، ساتھیوں اور جانشینوں کیلئے علی الترتیب امہات المؤمنین، اہل بیت، صحابہ، خلفاء راشدین ایسے القابات جو صرف حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی

www.mujaddidiway.com

ذات بابرکات کے ساتھ مخصوص ہیں ان کا استعمال کرکے مسلسل بے حرمتی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ کی طرح اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کے نام سے موسوم کرتے رہے اور مسلمانوں کی مقدس عبادت نماز کیلئے مسلمانوں کو بلانے کے مخصوص طریقے (اذان) کو اپنے ہاں مروّج رکھنے پر بضدر ہے۔

لٰہذا قادیانیوں سے آئین دفعات کے لازمی تقاضوں پر عمل کروانے اور قادیانیوں کے خلاف آئین، خلاف اسلام اور مسلمانوں کیلئے دل آزار طرز عمل کی وجہ سے ان کے اور مسلمانوں کے مابین آئے دن جھگڑے فساد کے سدباب کی خاطر امتناعِ قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء نافذ کیا گیا جس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو خود کو احمدی یا کسی بھی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) کا کوئی شخص جو خواہ تحریری یا زبانی الفاظ کے ذریعے یا کسی اظہار بیان سے رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے القاب سے ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

۲۔ رسول پاک ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی عورت کو ام المؤمنین کے نام سے ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

۳۔ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے افراد خاندان کے سوا کسی دوسرے شخص کو اہل بیت کے نام سے یاد کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

۴۔ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے موسوم کرتا، ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

۵۔ زبانی یا تحریری کلمات یا کسی مخصوص اظہار سے نماز کیلئے بلانے کے طریقے یا شکل جو اس کے اپنے عقیدے کے مطابق مروّجہ اذان ہو کا ذکر کرتا ہے یا مسلمانوں میں مروّجہ اذان پڑھتا ہے۔

www.mujaddidway.com

۶۔ اپنے آپ کو براہِ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اسلام کے نام پر اپنے مخصوص عقیدے کی تبلیغ و تشہیر کرتا ہے یا دوسروں کو اپنے عقیدہ کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے یا خواہ زبانی یا تحریری کلمات سے یا مخصوص تعبیرات یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کو مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرتا ہے، وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہوسکتی ہے کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق و مستوجب ٹھہرے گا۔''

چنانچہ آئین کی رو سے غیر مسلم قرار دیئے جانے اور اس کے لازمی تقاضوں پر عمل کرنے سے قادیانیوں کے مسلسل انکار کی وجہ سے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء نے قادیانیوں کو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے پر اپنے مذہب کو اسلام کا نام دینے پر، اسلام کے مقدس نام پر اپنے عقیدے کی تبلیغ و تشہیر کرنے دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دینے، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے، اذان دینے، اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے خلفاء، اہل بیت، ازواج مطہرات و صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص القابات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے خلفاء، افرادِ خاندان، بیویوں اور اس پر براہِ راست ایمان لانیوالوں کیلئے استعمال کرنے سے حکماً منع کر دیا گیا اور تعزیری جرم قرار دے دیا گیا۔

قادیانیت یا احمدیت دوسرے اقلیتی مذاہب کی طرح ایک متوازی مذہب نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس اسلام اور مسلمانوں سے متصادم اور متحارب مذہب ہے قادیانیوں کا مذہبی راہنما مرزا غلام احمد قادیانی مسلمانوں کے ہادی و راہنما حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے ختم نبوت چرالیتا ہے اور ان کے بجائے خود خاتم النبیین ہونے کا مدعی ہے۔ دیکھئے فٹ نوٹ نمبر ا

ا۔ کیونکہ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منھم لما یلحقون بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔'' (''ایک غلطی کا ازالہ'' مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۵)

''میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قادیانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے پیروکاروں سے اسلام چھین لینا چاہتے ہیں، خود اور صرف خود مسلمان ہونے کے دعویدار

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۲۱) نوروں میں سے آخری نور ہوں" (کشتیِ نوح ص ۶، مصنفہ مرزا غلام احمد)

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اس آیت میں ایک پیشینگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ رب کی طرف سے نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی ہے اور اس نبوت کے مقابل اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروزی محمدی جیسے کمالات محمدی کے ساتھ آخری زمانے کیلئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔" ("ایک غلطی کا ازالہ" مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۷)

"معلوم ہوا کہ ختمیت ازل سے محمد ﷺ کو دی گئی پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بتایا۔"

(الفرق فی آدم والمسیح الموعود ضمیمہ الخطب الالہامیہ ص ب، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا کی مندرجہ بالا عبارتوں کی قادیانیوں نے یوں توضیح کی ہے۔"

"اب اگر آپ کے بعد بھی بہت نبی آجاتے تو پھر آپ کی شان لوگوں میں گر جاتی کیونکہ آپ کے بعد بہت سے نبیوں کے ہونے کے یہ معانی نہیں کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ کا درجہ اتنا معمولی ہے کہ بہت سے محمد رسول اللہ بن سکتے ہیں۔ کیونکہ جو کوئی بھی ظلی نبی ہوگا وہ بوجہ نبی کریم ﷺ کے تمام کمالات حاصل کر لینے کے محمد رسول اللہ ہی کہلائے گا۔ پس اس لئے امت محمدیہ میں صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۲، مصنفہ مرزا بشیر احمد)

چنانچہ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

"سو یوں یہ نیا نبی چپکے سے اس ذات کی ختمیت کو چرا لیتا ہے جسے وہ اپنا روحانی مورث ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔" "Thoughts and Reflections of Iqbal" P.268"

www.mujaddidway.com

ہیں۔ دیکھئے فوٹ نوٹ نمبر۲

مرزا غلام احمد کے خلفاء افراد خاندان، بیویوں اور اس پر بلاواسطہ ایمان لانے والوں کیلئے وہی مقدس القابات استعمال کرتے ہیں جو حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے خلفاء، افرادِ خاندان، ان کی ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام کیلئے مخصوص ہیں۔ وہ مسلمانوں کی عبادت گاہ یعنی مسجد اور اذان مسلمانوں سے غصب کر کے صرف اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھئے فٹ نوٹ نمبر۳

۲۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

''بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔'' (نہج المصلی مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص ۲۷۱)

کفر دو قسم کا ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا دوسرے یہ کفر کہ مثلاً ''مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔'' (''حقیقۃ الوحی'' مصنفہ مرزا غلام احمد ص ۱۷۹)

مرزا غلام احمد کے فرزند و جانشین دوم مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے: ''دنیا بھر کے مسلمان خواہ ان کو مرزا صاحب کی خبر ہوئی یا نہیں سب کافر ہیں۔'' (انوارِ خلافت مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود، ص ۹۰)

''پاکستان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ آپ مجھے ایک کافر حکومت کا مسلمان ملازم یا مسلمانوں کی حکومت کا کافر ملازم سمجھ لیں۔'' (اخبار زمیندار مؤرخہ ۸ فروری ۱۹۵۰)

۳۔ جب قادیانی قادیان میں تھے اور وہاں ان کی اکثریت تھی اور انھیں کافی قوت حاصل تھی تو ان کا اپنا طرز عمل یہ تھا کہ مسلمانوں کو خود ان کی اپنی مساجد میں اذان کہنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مجلس احرار نے قادیان میں مسلمانوں کی مساجد میں اذان کہنے کیلئے کچھ رضا کار بھیجے جنھوں نے وہاں جا کر مسلمانوں کی مسجد میں اذان دی جس پر قادیانیوں نے ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور ان سب کو زخمی کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ ہسپتال میں زیر علاج رہے۔'' (''تحریک ختم نبوت'' مصنفہ آغا شورش کاشمیری ص ۷۹)

www.mujaddidway.com

قادیانیوں کے مذکورہ بالا جارحانہ اور مسلمانوں کیلئے ناقابلِ برداشت مؤقف کو جب یو۔این۔او کے سامنے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا تو قادیانیوں نے اپنی درخواست واپس لے لی۔ قادیانیوں کا یہ مؤقف اور عمل مرزا غلام احمد کے دعوے اور اس پر ایمان لانے کا منطقی اور لازمی نتیجہ ہے۔ اور اس مؤقف کو کھول کر بیان کر دینے کے بعد قادیانی اپنی مظلومیت کی داستان بیان نہیں کر سکتے۔ قادیانیوں کے عقیدے کے مطابق جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی نہ ہیں تو ان کا مذہب زندہ مذہب نہ رہا اور ان کے پیروکار مسلمان کہلوانے کے حقدار نہ رہے، کیونکہ جب مرزا غلام احمد قادیانی آخری نبی قرار پایا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مذہب نعوذ باللہ مردہ اور منسوخ ہو گیا اور ان کے پیروکار مسلمان نہ رہے۔ مرزا غلام احمد کا مذہب نعوذ باللہ زندہ مذہب ہو گیا اور صرف اس کے پیروکار مسلمان کہلوانے کے حقدار ہو گئے۔

کلمہ تو ہوتا ہی آخری نبی کا ہے

کلمہ شریف جملہ اسمیہ ہے جو استمرار (ہمیشہ جاری رہنے) اور دوام (ہمیشہ قائم رہنے) پر دلالت کرتا ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ اُسی وقت ہے جب آپ ﷺ آخری نبی ہوں۔ اگر آپ ﷺ آخری نبی نہ ہوں اور آخری نبی کوئی اور ہو جائے تو آپ ﷺ کے بارے میں (نعوذ باللہ) صورت یہ ہو جائے گی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول تھے لہٰذا آخری نبی نہ ماننے کے باوجود آپ ﷺ کے بارے میں کہنا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں غلط، منافقت اور جھوٹ ہو جائے گا کیونکہ آپ ﷺ اس صورت میں اللہ کے رسول "ہیں" نہیں بلکہ "تھے" متصور ہوں گے نعوذ باللہ من ذالک۔

کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کی سپریم کورٹ کے جج نے یہ اہم سوال اٹھایا تھا اور یہ کہا تھا کہ اگر مسلمان قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کر لیں تو اس میں کیا حرج ہے! یہ لوگ

www.ahlehaq...com

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو بھی اللہ کا پیغمبر تو مانتے ہیں، ہمارا جواب تھا کہ ہم مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں تو کیا آپ لوگ ہمیں عیسائی تسلیم کرنے کو تیار ہیں؟ اس کی وجہ بڑی معقول اور واضح ہے، یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں اور عیسائیوں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہوئے ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر مان لیا تو وہ یہودیت سے نکل گئے اور عیسائی ہو گئے اب ان کا عقیدہ یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ''تھے'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ''ہیں۔'' عیسائی اگر کہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے ہیں تو وہ جھوٹ بولیں گے، اسی طرح مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو اللہ کا پیغمبر مان لیتے ہیں تو اس طرح مسلمان عیسائیت سے نکل جاتے ہیں کیونکہ اب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ''تھے'' اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ کے رسول ''ہیں''۔

قادیانی کلمہ گو نہیں ہیں!

جو مسلمان یہ کہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ گو ہے وہ غلط بیانی سے کام لیتا ہے، لہٰذا قادیانی حضرات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد کو پیغمبر مان کر اسلام سے نکل گئے اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہو گیا ہے کہ وہ نعوذ باللہ، اللہ کے رسول ''تھے''، جو احمدی یا قادیانی یہ کہتا ہے کہ وہ محمد مصطفےٰ ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور منافقت سے کام لیتا ہے۔ وہ دراصل مرزا غلام احمد کا کلمہ پڑھتا ہے اور یہی اس کے عقیدے کا تقاضا ہے۔

قادیانی اپنے کلمے کے الفاظ کو مسلمانوں کے کلمہ کے الفاظ سے مختلف کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کے جملے میں شامل لفظ محمد سے مراد وہ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نہیں لیتا بلکہ لفظ محمد سے مراد نعوذ با اللہ مرزا غلام احمد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے ناموں میں سے ایک نام "**محمد رسول اللہ**" بھی ہے اور اس کا یہ نام اللہ نے وحی کے ذریعہ رکھا ہے۔ دیکھیئے فٹ نوٹ نمبر ۴

حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہؒ کی تشریف آوری

چیف جسٹس کی سربراہی میں وفاقی شرعی عدالت پاکستان کا پانچ رکنی بنچ لاہور ہائیکورٹ کی عمارت میں مقدمہ کی سماعت جاری رکھے ہوئے تھا۔ جس روز میں نے اذان کے موضوع پر عدالت سے خطاب کرنا تھا، میں سوچ بچار کے عالم میں اپنے دفتر میں کرسی پر بیٹھا تھا تقریباً گیارہ بجے رات حضرت عالی خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب، علامہ اقبال اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہمراہ میرے دفتر میں تشریف لائے اور مجھے بیٹا کے الفاظ سے مخاطب فرما کر میری میز پر رکھے ہوئے قرآن مجید کو اپنے داہنے دست مبارک کی انگشتِ شہادت سے کھولا اور سورہ منافقون کی ابتدائی آیات کی طرف میری توجہ مبذول کروا کر ان سے استدلال کرنے کی ہدایت فرمائی۔

سورہ منافقون کی ابتدائی آیات مع ترجمہ درج ذیل ہیں:

اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله يعلم انک رسوله والله يشهد ان المنافقين لكذبون.

ترجمہ: "**جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ**

۴۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

"اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی"

("ایک غلطی کا ازالہ" مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳)

www.mujaddidway.com

کے رسول ہیں، اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں۔"(کیونکہ ان کا عقیدہ ان کے برعکس ہے)

ان آیات سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ قادیانیوں کا کلمہ اور ہے اور مسلمانوں کا کلمہ اور ہے۔ قادیانیوں کے عقیدے اور الفاظ میں زمین و آسمان کا فرق اور فاصلہ ہے۔ وہ اذان میں جو الفاظ بولتے ہیں ان میں منافقت سے کام لیتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں کہتے تو ہیں اشہد ان محمد رسول اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول "ہیں"۔ حالانکہ ان کا عقیدہ نعوذ باللہ اس کے برعکس یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول "تھے"۔ نیز لفظ محمد سے مراد سرکار مدینہ ﷺ کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ وہ جب اذان کہتے ہیں تو مسلمانوں کے اس مقدس شعار کو آلۂ تکذیب و منافقت بناتے ہیں اور اسطرح اذان کی سخت توہین کرتے ہیں۔ اذان میں شامل کلمہ شہادت کے تقدس کو پامال کرتے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتے ہیں۔ لہٰذا تعزیری جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

من جانب اللہ

میری بحث کے اہم نکات میں سے ایک نکتہ یہ تھا کہ قادیانیت کا بیج بونے کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ امتِ محمدیہ ﷺ کے افراد کے دلوں سے عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ ختم کر دیا جائے جو شخص قادیانیت اختیار کر لیتا ہے اس کے دل سے عشقِ رسول کی حرارت رخصت ہو جاتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات معاملہ الٹ ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ میں نے اس وقت تک قادیانیوں کی مخالفت میں عملی قدم نہیں اٹھایا۔ جب تک میں نے اپنے کانوں سے ایک قادیانی کو حضور رسالتمآب ﷺ کی شان کے منافی گفتگو کرتے ہوئے خود نہیں سنا۔

میں نے اس عنوان کو ثابت کرنے کیلئے غازی علم دین کی ذات بابرکات کو موضوع

بنایا۔ میں نے عدالت کو بتایا کہ جب غازی علم دین نے **''رنگیلا رسول''** کتاب کے مصنف راج پال کو واصل جہنم کر دیا تو دو مشہور ہستیوں کا بیان قابل ذکر ہے۔ایک علامہ اقبال جنھوں نے فرمایا کہ ہم باتیں ہی کرتے رہے اور ترکھان کا بیٹا ہم سے بازی لے گیا۔اس کے برعکس دوسرا قابل ذکر بیان قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کا ہے جس نے کہا کہ غازی علم دین جاہل آدمی ہے اس نے جاہلانہ حرکت کا ارتکاب کیا ہے ہم اس کی اس حرکت سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں۔

عدالتی بحث کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہر بات کا حوالہ دینا ضروری ہوتا ہے۔ جج صاحبان اس لئے ہر بات کیلئے حوالے کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے تحریری فیصلہ صادر فرمانا ہوتا ہے اور اسے حوالوں سے مدلل کرنا ہوتا ہے۔میرے پاس علامہ اقبال کے فرمان کا حوالہ موجود تھا جو میں نے عدالت کو پیش کر دیا مگر میرے پاس مرزا بشیر الدین کے بیان کا حوالہ نہیں تھا۔ میرے دل میں ایک لمحہ کیلئے کمزوری آئی کہ اگر جج صاحبان نے مجھ سے یہ حوالہ طلب فرمالیا تو بھری عدالت میں میری سبکی ہو جائے گی ،مگر عین اس وقت ایک کھلی ہوئی کتاب میرے سامنے پہنچ گئی ۔ یہ کتاب اس زمانے میں قادیان سے اشاعت ہونے والے اخبار **''الفضل''** کے پورے سال کی مجلد فائل تھی جس میں مرزا بشیر الدین محمود کے مذکورہ بالا بیان پر خط کشیدہ نشان لگا ہوا تھا۔ میں نے عدالت کے روبرو اسے پڑھا۔جج صاحبان نے مجھ سے لیکر اس کی پانچ فوٹو کاپیاں کروا کر ریکارڈ کا حصہ بنایا اور اپنے فیصلے میں اس کا ذکر بطور خاص کیا ہے۔

گیارہ بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ عدالت کے صحن میں بڑ کے درخت کے نیچے زندہ دلان لاہور نے چائے کی دیگوں کا اہتمام کر رکھا تھا، میں بھی ان کے ہمراہ چائے نوش کر رہا تھا کہ کسی نے میری بائیں کہنی پر کہنی ماری میں نے دیکھا تو مسلک اہلحدیث کے بزرگ

مولانا حافظ عبد القادر روپڑی مجھے کہہ رہے تھے کہ وہ کتاب تمھیں میں نے بھیجی تھی، کہنے لگے کہ صبح تمھاری بحث سننے کیلئے میں روانہ ہوا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ خالی ہاتھ نہیں جانا چاہئے کوئی کتاب ہاتھ میں لئے چلتے ہیں، چنانچہ قادیانیت سے متعلقہ کتابوں کی الماری سے بغیر دیکھے یہ کتاب بغل میں رکھ کر عدالت میں آ گیا۔ چونکہ دیر سے پہنچا تھا اس لئے بیٹھنے کیلئے جگہ نہ ملی اور پیچھے جہاں اور لوگ کھڑے تھے ان میں کھڑا ہو گیا۔ جب تم نے یہ بحث چھیڑی تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ پتہ نہیں اس کے پاس حوالہ ہے یا نہیں، اپنی بغل سے نکال کر کتاب کو کھولا تو یہی حوالہ نظر آ گیا، میں نے جلدی سے حوالے پر نشان رکھ کر کتاب تمھیں بھجوادی۔

حیدری ام قلندرم مستم

رد قادیانیت کی تاریخ میں میرے عدالتی معرکے پہلا حسن اتفاق ہیں جس میں امت محمدیہ اور امت مرزائیہ بالمشافہ میدان میں اتریں اور باہم دگر پنجہ آزمائی بھی ہوئی۔ اس سے قبل 1899ء میں امتِ محمدیہ نے خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی قیادت میں لاہور کا میدان سجایا مگر مرزا قادیان سے لاہور نہیں آیا تھا۔

میرے دل میں ہر روز رزمیہ جذبات موجزن ہوتے تھے کہ معمولی بات نہیں ہے سنہری موقع ہے تم پوری امت کی نمائندگی کر رہے ہو، ساری کائنات تمھاری طرف دیکھ رہی ہے اٹھو اور نعرہ مستانہ بلند کرو اور امت مرزائیہ کو چاروں شانے چت کر دو۔ ایک دن میں نہ رہ سکا اور بھری عدالت میں مرزا غلام احمد کی ایک تصنیف کو اٹھایا اور جج صاحبان کے روبرو یہ اعلان کر دیا کہ اگر قادیانیوں کا وکیل اپنے خود ساختہ نبی کی کتاب کا ایک صفحہ میرے سامنے پڑھ کر سنا دے تو میں اپنی فائلیں اٹھا کر کمرہ عدالت سے چلا جاؤں گا۔ تمام عدالت دم بخود اور حیران تھی۔ قادیانی وکیل کتاب ہاتھ میں لے کر پڑھنے کیلئے اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا چاہتا تھا کہ دھڑام سے بیٹھ گیا۔ تمام عدالت نعرہ رسالت سے گونج اٹھی۔

www.mujaddidway.com

عدالت کا وقت ختم ہونے پر قادیانیوں نے اپنے وکیل سے استفسار کیا کہ اسے کیا ہو گیا تھا؟ اس نے کہا کہ جب اس نے کتاب پڑھنے کی کوشش کی تو حروف غائب ہو جاتے تھے، میں نے انھیں کہا کہ حضور پاک ﷺ کے آفتاب نبوت کے سامنے تو سچی نبوتوں کی قندیلیں بے نور ہو گئیں اور ایک تم ہو کہ جھوٹی نبوت کا دیا جلانا چاہتے ہو! یہ کیونکر ممکن ہے؟؟؟

قادیانی مذہب کا خلاصہ

ردقادیانیت سے پہلے قادیانیت کے مالہ و ماعلیہ کو اچھی طرح سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ صرف حیات و ممات مسیح علیہ السلام اور قرآن و حدیث کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت کی توضیح کافی نہیں۔ اس کے لئے نبوت، مقام نبوت، ختم نبوت، کمالات نبوت اور لوازم نبوت کے تصورات سے کما حقہ آگاہ ہونا ضروری ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ان علوم پر جس انداز میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے روشنی ڈالی ہے وہ پیش نظر رہنی چاہیئے۔ علم تصوف کی اصطلاحات خصوصاً بعثت، بروز و کمون شرح و بسط کے ساتھ پیش نظر رہنی چاہیئے، تا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواریوں خصوصاً حکیم نورالدین بھیروی اور احمد حسن امروہی نے جس نئے مذہب کی بنیاد رکھی ہے اور اس کے مطابق اپنی حیثیت منوائی ہے وہ سمجھ میں آسکے۔

کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کی سپریم کورٹ، پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ آف پاکستان اور یو این او میں قادیانیوں نے مسلمانوں کے خلاف مقدمات دائر کئے جن کے دفاع کی قیادت حضور پر نور ﷺ کی توجہ کے صدقے میرے سپرد کی گئی۔ ایک وکیل کیلئے ضروری ہے کہ پوری مسل اس کے پیش نظر رہے لہٰذا میں نے مرزا غلام احمد کی کم وبیش چوراسی کتابوں کا تفصیل سے مطالعہ کیا اور بغور تجزیہ کیا کہ اس نے کس طرح امام ابن عربی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت مجدد الف ثانی جناب محمد اکرم صابری کی تحریروں کو مسخ

www.mujaddidway.com

کر کے اور قرآن و حدیث کی دور از کار تاویلوں کا سہارا لے کر حضور پاک ﷺ اور آپ کی امت کیلئے نا قابل برداشت دین کی عمارت استوار کی اور اچھی خاصی تعداد میں اپنے پیروکاروں کی ایک مؤثر جماعت تیار کر لی جس کا مقصد حضور پاک ﷺ کی امت پر مسلط ہونا تھا۔ (میں نے ''تھا'' کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ بقول علامہ اقبال حضور ﷺ کی غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ ﷺ کے گستاخوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی امت پر مسلط ہو جائے)

قادیانی مذہب کے بارے میں اپنے مطالعہ اور اپنی محنت کا خلاصہ مفاد عامہ کی خاطر پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں یاد رہے کہ میری معروضات کو پاکستان کے اندر اور بیرون پاکستان کی عدالتوں سے مہر تصدیق کا شرف حاصل ہے۔

۱۔ ''اس دنیا میں ایک شخص ایک ہی مرتبہ نہیں آتا بلکہ ایک شخص کا اس دنیا میں (نئے جسم اور روح کے ساتھ) بار بار آنا ممکن ہے۔''

اس سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

''خدا تعالیٰ کے عجیب اسرار میں سے ایک بروز کا مسئلہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے اور ایسے ہی اقوال ہندوؤں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گذشتہ اوتاروں کے ناموں پر آئندہ اوتاروں کا انتظار کرتے ہیں، لیکن افسوس کہ عام لوگ اس دوبارہ آنے کے عقیدہ کی فلاسفی سے اب تک بے خبر پائے جاتے ہیں اور عام تو عام جو لوگ اس زمانہ میں علماء کہلاتے ہیں وہ بھی اس فلاسفی سے بے خبر ہیں۔ اس مسئلہ کی فلاسفی یہ ہے کہ خدا

www.mujaddidway.com

تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے جو اس کی توحید پر دلالت کرے اور اس وجہ سے خداوند حکیم نے تمام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے کیونکہ گول چیز کی جہات اور پہلو نہیں اس لئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے۔ پس جیسا کہ تمام بسائط جن کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا کردی الشکل ہیں ایسا ہی دائرہ خلقتِ عالم کا بھی کردی شکل ہے۔ اس لئے صوفی اس بات کی طرف گئے ہیں کہ خلقت بنی آدم اپنی وضع میں دوری ہے یعنی نوع انسان کی روحیں بروزی طور پر پھر پھر کر دنیا میں آئی ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۲۱۴)

۲۔ ایک شخص جب پہلی بار اس دنیا میں آیا تو وہ ابراہیم علیہ السلام کہلایا اور وہی شخص جب دوسری مرتبہ اس دنیا میں آیا تو محمد ﷺ کہلایا اور وہی شخص جب تیسری مرتبہ اس دنیا میں آیا تو مرزا غلام احمد مہدی مسعود و مسیح موعود کہلایا۔ یہ شخص اب مزید اس دنیا میں نہیں آئے گا۔

مرزا غلام احمد کے اصل الفاظ یوں ہیں:

''اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا ﷺ۔ اور مراتب وجود کا دور قدیم سے ہے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی سنت اللہ میں داخل ہے نوع انسان میں خواہ نیک ہوں یا بد ہوں یہی عادت اللہ ہے کہ ان کا وجود، خُو اور طبیعت اور تشابہ قلوب کے لحاظ سے بار بار آتا ہے۔ مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے

پھر دنیا میں نہیں آئے گا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے اور اس کے خاتمہ کے بعد نسلِ انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی۔'' (''**تریاق القلوب**'' مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۲۹۸)

۳۔ ایک شخص متعدد بار دنیا میں جنم لے سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر دفعہ اس منصب پر بھی سرفراز ہو جس پر پہلے جنم میں فائز تھا یعنی ایک شخص پہلے جنم میں نبی تھا تو ضروری نہیں کہ دوسرے جنم میں بھی نبی ہو۔ اسی طرح اگر دوسرے جنم میں بھی نبی ہے تو ضروری نہیں کہ اس کا پیغام بھی وہی ہو۔ اس اصول میں صرف ایک استثنٰی ہے وہ یہ کہ محمد ﷺ نے جب مرزا غلام احمد کی صورت میں جنم لیا تو پہلے جنم والی نبوت کے عہدہ پر بھی فائز ہوئے۔ اس طرح مرزا غلام احمد کی نبوت محمدؐ کی نبوت کی بعثت ثانیہ ہے۔

اس سلسلے میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

''ہر ایک نبی کا ایک بعثت ہے مگر ہمارے نبی ﷺ کے دو بعثت ہیں۔ تو اس صورت میں بہ تبدیلِ الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ اور اس آیت کے یہی معانی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ''**ازالہ اوہام**'' میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت ﷺ کا شریک ہوں۔

یہ پاک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل واتم ہے وہ حرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعثت دوم کا تعلق ستارہ مشتری سے ہے اور اس ستارہ کی تاثیر ہے کہ مامورین کو خونریزی سے منع کرتا ہے اور عقل و دانش اور موادِ استدلال کو بڑھاتا ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعثت دوم میں بھی اسم محمد کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے۔ مگر وہ جلالی تجلی ہی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ کے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت کے مبعوث پر پرتوہِ ستارہ مشتری ہے۔ نہ پرتوہِ مریخ، اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم (یہ دور) فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ، مصنفہ مرزا غلام احمد، صفحہ ۱۰۶)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار کیوں احمدی کہلاتے ہیں۔

۴۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ کی بعثت اول جو محمد بن عبداللہ کی صورت میں ہوئی پر ایمان لانا ضروری ہے اس طرح ان کی بعثت دوم جو مرزا غلام احمد کی صورت میں ہوئی اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر ایمان نہ لانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے بالکل اس طرح جس طرح بعثتِ اول پر ایمان نہ لانے سے کافر ہو جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد کے اپنے الفاظ اس سلسلے میں یوں ہیں:

"لہٰذا جیسا کہ مؤمن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعثت ہیں۔"

۱۔ ایک بعثت محمدیہ جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم.

دوسری بعثت احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر میں ہے جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد" (تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۱۰۶)

۵۔ نبی کریم ﷺ کی بعثتِ ثانیہ جو مرزا غلام احمد کی شکل وصورت میں ہوئی وہ پہلی بعثت سے مذہبی اور قانونی لحاظ سے برتر ہے اور اس پر فوقیت رکھتی ہے۔ دوسری بعثت کو اللہ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ پہلی بعثت کے احکام وفرامین پر خطِ تنسیخ کھینچ کر انھیں یکسر رد کر دے۔ دوسری بعثت پہلی بعثت پر حَکم کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس سلسلے میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

"اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔" (اربعین نمبر ۳، مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۵۹)

"پس جیسا کہ میں نے بار بار بیان کر دیا ہے کہ یہ کلام جو میں سناتا ہوں یہ قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہے جیسا کہ قرآن اور توریت خدا کا کلام، اور میں خدا کا ظلّی اور بروزی طور پر نبی ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے۔" (کشتیِ نوح مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۷)

''اور ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن وہ جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی مصنفہ مرزا غلام احمد ص ۳۰۶)

مرزا غلام احمد کے خلیفہ اول حکیم نور دین بھیروی تک قادیانیوں کے دونوں گروہ اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ مرزا بشیر احمد نے اپنے والد مرزا غلام احمد کی سوانح عمری لکھی ہے جس کا نام ''**سیرۃ المہدی**'' ہے۔ اس میں خلیفہ اول کے ایمان کی کیفیت یوں بیان کی ہے۔

''حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور من جانب اللہ پایا تو اب جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النبیین کے کوئی اور معانی ہوں گے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ واقعی جب ایک شخص کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا یقینی دلائل کے ساتھ ثابت ہو جائے تو پھر اس کے دعویٰ میں چون و چراں کرنا باری تعالیٰ کا مقابلہ کرنا ٹھہرتا ہے۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اول، ۱۷)

۶۔ ایک شخص کے متعدد نام ہو سکتے ہیں اور مرزا غلام احمد کا نام جو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے وہ بقول مرزا غلام احمد ''محمد رسول اللہ'' ہے۔

اس سلسلے میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

''اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔'' (''**نزول المسیح**'' مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۳)

www.mujaddidway.com

’’مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفےٰ ﷺ ہے اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔‘‘(’’**ایک غلطی کا ازالہ**‘‘ مصنفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۵)

۷۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار خواہ وہ قادیانی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری گروہ سے اس بارے میں متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد نے جو کچھ لکھا ہے درست لکھا ہے اور جو کچھ مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں دعویٰ کیا ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے اس عقیدہ کے بارے میں پختہ اور واضح مؤقف رکھتے ہیں۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

’’اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت نہیں پیش آتی کیونکہ مسیح موعود نبی کریم ﷺ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے صار وجودی وجودہ نیز من فرق بيني وبين المصطفےٰ فما عرفني وما رای۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منہم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔‘‘(’’**کلمۃ الفصل**‘‘ مصنفہ مرزا بشیر احمد صفحہ ۱۰۸)

ان حوالہ جات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرزائیت یا قادیانیت ایک الگ مذہب ہے مرزائی الگ امت ہیں اور ان کا کلمہ بھی ان کے بانیِ مذہب

مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کا ہے۔ البتہ ان کے کلمہ کے الفاظ مسلمانوں کے کلمہ کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔ جبکہ مفہوم اور مراد کے اعتبار سے دونوں کلمے بالکل مختلف ہیں۔

قادیانی مسلمانوں سے الگ امت ہونے کے باوجود مسلمانوں کی عبادات اور مسلمانوں کے پرسنل لاء سے ایک گونہ مماثلت پر اصرار کرتے ہیں اس کی وجہ ان کا منافقانہ طرز عمل ہے اس سے حقائق تبدیل نہیں ہو جاتے۔ بدھ مت۔ جین مت اور سکھ مذہب کے ماننے والے اگرچہ ہندو پرسنل لاء پر عمل کرتے ہیں اس کے باوجود پاک و ہند کی عدالتوں نے قانونی و آئینی اعتبار سے ہندو مذہب سے الگ مذہب قرار دیا ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ جس قدر سکھ، ہندو مذہب سے دور ہیں قادیانی اس سے بھی زیادہ اسلام سے دور ہیں۔ انھوں نے جواہر لال نہرو کو دلائل اور براہین سے قائل کیا کہ قادیانی ہندوستان اور اسلام دونوں کے غدار ہیں۔

تمت بالخیر

جسٹس منیر انکوائری رپورٹ میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ فتوے فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتے۔ فتووں سے بات الجھتی ہے سلجھتی نہیں۔ قادیانیوں کی تکفیر ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دے سکتی اگرچہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات بڑے بنیادی قسم کے ہیں۔ وہ اس لئے کہ مسلمانوں کے دیگر فرقے بھی ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہتے ہیں۔ تاہم اگر کسی وقت مسلمان عوام الناس قادیانیوں کو غیر مسلم اور اپنے سے الگ قرار دے دیں تو وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں مسلمان عوام الناس نے اپنے نمائندوں کے ذریعے پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے کے ذریعے قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔ اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے قادیانیوں اور مسلمانوں کے مؤقف کو تفصیل سے سنا اور مفصل فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی شرعی اور قانونی اعتبار سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

www.mujaddidway.com

ہیں۔ اس کے بعد قادیانیوں نے پارلیمنٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ آف پاکستان میں چیلنج کیا۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے ۱۹۹۳ء میں قادیانیوں اور مسلمانوں کو سماعت کا پورا موقع فراہم کیا۔ اور بالآخر تاریخ ساز فیصلہ صادر کیا کہ قادیانی آئینی، قانونی اور شرعی اعتبار سے کافر دائرہ اسلام سے خارج اور مسلمانوں سے الگ امت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور پاک ﷺ کی توجہ سے امت مسلمہ اور حکومت پاکستان کی طرف سے وکلاء کی جس ٹیم نے وکالت کے فرائض انجام دیئے اس کی سربراہی کا شرف راقم الحروف کو حاصل رہا۔ الحمد اللہ میرے قادیانیوں کے ساتھ عدالتی معرکے ۱۹۷۸ء میں لاہور ہائیکورٹ سے شروع ہوئے اور سولہ سال بعد ۱۹۹۳ء میں سپریم کورٹ میں اختتام پذیر ہوئے۔ امت مسلمہ نے مجھے وکیل تحفظ ناموسِ مصطفےٰ ﷺ کا میڈل اور نشانِ صدیق اکبر کی شیلڈ سے نوازا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

www.mujaddiyah.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عربی نگارشات

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
وائس چانسلر انڈی پنڈنٹ یونیورسٹی فیصل آباد

اسلام دین کامل ہے اس لئے اس کی دعوت انسانی معاشرے کے ہر مظہر پر اثرانداز ہوتی ہے۔ یہ جز وقتی یا یک رخی انقلاب نہیں کہ جزوی اصلاح پر اکتفا کرے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جزوی یا محدود دعوت کا بھی ردعمل ہوتا ہے مگر وہ دعوت جو ہمہ پہلو ہو، اس کے خلاف محاذ آرائی کی شدت بے پناہ ہوتی ہے۔ یہ مخالفت چوبائی ہوا کی طرح ہر جانب سے حملہ آور ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات، دائمی، عالمگیر اور ہمہ جہتی تھیں اس لئے معاندت و مزاحمت بھی بوقلموں اطراف سے حائل ہوئی، عقائد ہوں یا ان پر ترتیب پانے والے اعمال، معاشرتی الجھنیں ہوں یا معاشی اضطراب، روح کے صدمے ہوں یا بدن کے آلام، اسلام سب کی کفالت کرتا ہے اس لئے حملہ آوری کے آشوب، قدم قدم پر سدراہ بنتے رہے، تاریخ اسلام کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ فتنے ہر دور میں اٹھے یا اٹھائے گئے، دین سے انحراف کے نت نئے سامان ہوتے رہے مگر ہر دور میں یہ امت اس قدر باتوفیق رہی کہ ہر حملہ پسپا ہوا۔ یہ صدیوں کی ستیزہ کاری ہے مگر ہر مرتبہ

؎ سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہو کر

برصغیر میں اسلام کی آمد سے ہی مخاصمت کے رویئے نمایاں ہونے لگے تھے۔ مقامی آبادی مادائیت کے سحر سے آلودہ تھی، ملفوف عقلی استنباطات کا دور دورہ تھا۔ ذات پات کا حصار بھی تھا اور روحانیت کے نام پر مادی فریب کی دسیسہ کاری بھی تھی۔ اسلام کی قوت کو

www.mujaddidway.com

کثرت تعداد کے گھمنڈ میں کمزور سمجھا گیا اس لئے عمداً ٹکراؤ پیدا ہوا مگر ایمان کی قوت کے سامنے یہ مزاحمتی دیواریں، ریت کی دیواریں ثابت ہوئیں، پسپا ہونے والی قوم اور لتاڑے جانے والے گروہوں کا یہ وطیرہ ہوتا ہے کہ وہ منافقت کا روپ دھار لیں، بظاہر سلام کریں مگر بباطن سازشوں کے جال پھیلاتے جائیں۔ برصغیر کے ہندوؤں نے یہی وطیرہ اپنایا، سرخم کر لئے گئے، عزتوں کو قدموں پر ڈھیر کر دیا گیا اور مسلمان حکمرانوں کے ایوانوں کو مقامی حسن و جمال سے خیرہ کرنے کا اہتمام کرلیا گیا، معاشرتی سطح پر بے عملی کو فروغ حاصل ہوا۔ نظریاتی فساد برپا کرنے کیلئے کئی مغالطے پیدا کئے گئے۔ بھگتی تحریک، جو تاریخ ہند میں ایک اصلاحی کاوش سمجھی گئی، بھی ایک ایسی ہی سازش تھی۔ اسلام کی انفرادیت کو دیگر مذاہب کے ساتھ مربوط کرنے کی یہ کوشش دراصل مسلمانوں کو اپنے مرکز سے برگشتہ کرنے کا بہانہ تھی، اسلام کے خلاف یہ سازش بڑے منظّم طریق سے چلائی جارہی تھی مگر بدقسمتی یہ تھی کہ مسلمان حکومت اس سے بے خبر تھی، اس کی نظر میں یہ اتحاد کی ایک عمدہ صورت تھی، یہ ملفوف جدلیت اس قدر طاقت ور تھی کہ بعض علماء وصوفیاء بھی اسی سازش کا شکار ہو گئے تھے۔ وحدت ادیان کا پرچار ہونے لگا تھا، علماء مصلحت کوشی کا شکار ہوئے تو صوفیاء میں سے بعض مقامی ویدانت سے مرعوب ہو گئے حتیٰ کہ وحدت الوجود کی آڑ میں اسلام کے عقیدہ توحید کی من پسند توجیہیں ہونے لگیں۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو ان تمام فتنوں کا منبع یہ پریشاں نظری تھی جس سے رسول اکرم ﷺ کے مقام ومنصب سے روگردانی ہونے لگی تھی، ضرورت نبوت سے انکار، نجات کیلئے رسالت کی اہمیت سے صرف نظر، مسلمان امت کو اپنے مرکز سے دور کرنے کی سازش تھی، یہ حقیقت ہے اور تاریخ کا بالاستیعاب مطالعہ اس کا شاہد ہے کہ اس امت میں جس طالع آزمانے بھی کسی بے یقینی کو فروغ دینا چاہا اور ملت کی اساس پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا اس نے سب سے پہلے عقیدہ رسالت کو ہی ہدف بنایا، یہ سب جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی

www.mujaddidway.com

ذات کی عظمت اور مسلمان ملت کی آپ ﷺ سے قلبی وابستگی ہی وہ اساس ہے جو اس جسد ملت کی قوت ہے۔ بلکہ اس کے قیام کا سبب ہے، دشمن چالاک وہی ہوتا ہے جو بنیاد پر حملہ آور ہو، یہ تو ملت کے بہی خواہوں کا فرض ہوتا ہے کہ اس مرکز کی حفاظت کیلئے علمی، عملی تمام کوششیں بروئے کار لائیں اور الحمد للہ یہ امت اس فرض سے آگاہ رہی، اسی آگہی نے نبوت کے دعویداروں کو رد کیا اور اسی دانش نے کسی دوسرے نظام حیات سے اجتناب کا حوصلہ دیا۔

برصغیر میں انکار نبوت کی سازش پوری قوت سے جاری ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظریات کا تصادم رونما ہوا، تصوف کی پناہ لے کر بدعقیدگی کے کئی در وا ہوئے، شطاریہ، مداریہ، نقطویہ اور روشنیہ بظاہر بعض زاہد و عابد صوفیاء کے ہم مسلک گروہ تھے مگر ان کی تعلیمات میں زہد و تقویٰ کی ہزار شدت کے باوجود نبوت کی عظمت اور اعتراف کا خالص اسلامی رنگ نہ تھا۔ ہندو اثرات ان کی تعلیمات پر واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔ ریاضت میں غلو، ترک دنیا کا رجحان، قیامت کا انکار اور خاک آلود رہنے کا تصور مقامی تصور حیات کے عطا کردہ تھے، قبلہ کی مرکزیت سے انکار وحدت اسلامی کے خلاف سازش تھا کہ مسلمان نظریاتی خلفشار کا شکار ہو جائیں، حکمرانوں کی حالت اس سے ابتر تھی، بھگتی تحریک کی ایک نئی شکل جس کو سرکاری حیثیت حاصل ہوئی دین الٰہی ہے، جس نے جبر کی قوت سے ایمانوں کو متزلزل کیا۔ یہ تھی وہ فضا جس میں تقویم عقائد اور صیانت دین کا فریضہ ادا کرنے کا اعزاز حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کو حاصل ہوا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا مقابلہ ایک گروہ یا ایک طاقت سے نہ تھا، مخالفت کا بہاؤ منہ زور تھا کہ حکومت وقت اسلام پر کاربند ہونے کی دعویدار بھی تھی اور دین کی تعلیمات سے گریزاں بھی، اس گریز کو خوشامدی علماء اور بے توفیق صوفیاء نے بڑا سہارا دیا تھا۔ اکبر کی ناخواندگی کو ابوالفضل جیسے موقع پرست علماء نے نبی کے امی ہونے کے شرف سے ملا دیا تھا۔ اسی کو مہدی آخرالزماں قرار دیا گیا، شعائر اسلام کی توہین میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تھی۔

حالات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے سامنے جو گھمبیر مسائل تھے ان کا جائزہ لیا جائے تو ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ آپ کی تحریرات خصوصاً عربی نگارشات کا مقام متعین کر سکیں، درپیش مسائل یہ تھے:

۱۔ اسلام کی حتمی تعلیمات کو غبار آلود کرنے کی سازش ہو رہی تھی۔

۲۔ مقامی آبادی اپنی میدانی شکست کا بدلہ اذہان پر قبضہ کر کے لینا چاہتی تھی۔

۳۔ ماورائی تصورِ حیات کی غلط تعبیر جو برصغیر کے معاشرے میں قوت حاصل کر چکی تھی، مسلمان قوم کو متذبذب کر رہی تھی۔

۴۔ حکمران، مقامی اکثریت کو ہر قیمت پر خوش کرنا چاہتے تھے خواہ اس میں دین کا روشن چہرہ دھندلا جائے۔

۵۔ علماء کی کثیر تعداد مادی خواہشات کی اسیر تھی اور انھیں دولت کی چمک نے چندھیا دیا تھا۔

۶۔ صوفیہ کی ایک بڑی تعداد مقامی ماورائیت سے گھائل ہو گئی تھی، ان کے خیالات میں مقامی نظریات کی چھاپ گہری ہوتی جا رہی تھی، جس کے نتیجے میں اعمال میں بے راہ روی عام تھی۔

یہ اور اس قسم کے بعض ثانوی اسباب مسلمان ملت کو مرکز سے دور کر رہے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہندو مذہب، بدھ مت اور جین مت کی طرح اسلام کو بھی مندر آشنا کر دے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ معاشرے میں اس خام خیال کو رد کر دینا چاہتے تھے۔ جو اسلام کی اشاعت کو ایک ہزار سالہ عمل قرار دے کر ترک کر دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ درحقیقت الفِ ثانی میں تجدیدِ دین اور تصویبِ عقائد کا اعلان کرنے والی قوت کا نام تھا۔ یہ دعویٰ نہ تھا، مشن تھا، اور اشاعتِ اسلام کو جاری و ساری رکھنے کے اہتمام کا

عزم تھا۔

مخالف مختلف النوع گروہوں میں تھے، ایسے میں مبلغ کا منصب زیادہ حزم واحتیاط کا متقاضی ہوتا ہے، آپ کی تمام تالیفات میں یہ مرکزی خیال ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا کہ اصلاح کیلئے مناسب آداب اور اثر آفریں کلمات استعمال ہونے چاہئیں، مقامی آبادی کا لائق التفات حصہ اور مسلمان ملت کا زیادہ تر گروہ فارسی سے آشنا تھا اس لئے زیادہ تر فارسی کو ہی ذریعہ اتصال بنایا گیا مگر جہاں مباحث کا تعلق قوم کے اس گروہ سے تھا جن کو علمی منزلت حاصل تھی اگرچہ فکری کج روی کا نخچیر تھا اس کیلئے عربی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا گیا۔ مکتوبات میں سے بعض مکتوب عربی میں لکھے گئے، فارسی نثر میں عربی عبارات کے ذریعے ماخذ کے قرب کا احساس دلایا گیا اور جہاں خالصتاً رخ خطاب اہل علم کی طرف تھا وہاں فصیح و بلیغ عربی کو ایصال مطلوب کا وسیلہ بنایا گیا، گفتگو کا ہر مظہر مخاطب کی علمی سطح کے حوالے سے ترتیب پایا اور جس مقصد کے حصول کے لئے یہ اہتمام کیا گیا اس کو خوش اسلوبی سے حاصل کرلیا گیا۔

برصغیر کے علماء میں عربی کا ذوق علمی سطوت کا غماز رہا ہے، آپ ہی کے دور میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فارسی اور عربی کا یکساں استعمال کر رہے تھے، فیضی کی تفسیر سواطع الالہام نے فنی معرکہ سر کیا تھا اگرچہ اس کے الفاظ، شرح مفردات کے حوالے سے بے توفیق رہے تھے عمدہ نثر کیلئے ضروری تھا کہ

۱۔ مفردات کا چناؤ سامع کی استطاعت فہم کے مطابق ہو۔

۲۔ اسلوب نگارش میں انسیت کا فروغ ہو کہ قاری اکتا نہ جائے۔

۳۔ مضمون کی عظمت، مفردات کے انتخاب سے ہویدا ہوتی جائے۔

۴۔ کلمات یا تراکیب ایصال معنیٰ کی سہولت پیدا کریں صرف سطوت علمی کا اظہار نہ ہوں۔

www.maktabah.org

۵۔ لفظ اور معنی کا رشتہ یوں پیوستگی کا امین ہو کہ ہر کلمہ سے معنیٰ ابلتا ہوا محسوس ہو۔

۶۔ عربی زبان و ادب کے محاورات پر قدرت حاصل ہو نا کہ عربی سلیم کی افزائش ہو سکے۔

۷۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کاتب کا خیال، لفظ وصوت کی شاہراہ کو یوں عبور کرے کہ وہی خیال سامع کے وجود کا حصہ بن جائے، لفظ، لفظ نہ رہیں دل پر دستک دینے والے زمزمے بن جائیں کہ سماعت بھی چٹخارے لے اور ذہن بھی وجد میں آ جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک داعی تھے۔ دین حق کے مبلغ تھے اس لئے ان کی گفتگو ان کی تحریر اور انکے رویوں میں ایک استقامت تھی، قرب و جوار کے رہنے والوں کیلئے آپ سراپا شفقت تھے، ایک ایسی جذاب شخصیت کہ اتصال کے چند لمحے عمر بھر کی وفا میں بدل جاتے تھے۔ آپ ''**فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ**'' (آل عمران: ۱۶۴) کے اسوہ رسول ﷺ کے مخلص نمائندہ تھے اور اس حکم قرآنی کہ ''**جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ** (النحل: ۱۲۵)'' کی سچی تصویر تھے مگر جب تمیز حق و باطل کا لمحہ آئے ''**تو لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ** (الکافرون: ۶)'' کے علمبردار تھے، کیفیات کا یہ تنوع آپ کی تحریر میں صاف دکھائی دیتا ہے، مکاتیب رسول ﷺ کی پیروی میں برسر اقتدار لوگوں کو صداقتوں کے اعتراف کی دعوت دینا اور لہجہ نبوی کی پیروی کرتے رہنا آپ کا مشن تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے عربی زبان کو بھی ذریعہ تبلیغ بنایا آپ عجمی علاقوں میں زندگی گزار رہے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ''لغۃ ثانیہ'' یعنی وہ دوسری زبان جو انسان مادری زبان کے بعد سیکھتا ہے کبھی مادری زبان کا بدل نہیں بنتی مگر حیرت ہے کہ برصغیر کے علماء نے اپنی تمام تر عجمیت کے باوجود عربی زبان پر اس قدر دسترس حاصل کی کہ ان کے انداز تحریر سے عربی صمیم کی مہک آنے لگی۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اگرچہ زیادہ تر فارسی کو

www.maktabah.org / www.mujaddidway.com

ذریعہ اظہار بنایا مگر جب بھی موضوع کی متانت اور اثر آفرینی کی ضرورت نے تحریک دی آپ نے خالص عربی لہجہ اختیار کرلیا۔ آپ کا موضوع گفتگو چونکہ دینی مسائل و احکام تھے اسلیئے آپ کے کلمات وتراکیب کے ہر پہلو سے مقصود کی جھلک آتی ہے۔ سامع کی استطاعت فہم کا اس قدر لحاظ رکھا گیا کہ مشکل اور دقیق مسائل کو ایسے آسان اور مرسل لہجہ دیا کہ مفہوم آشکار ہوتا گیا۔

آپ کا اسلوب نگارش آپ کے ذہنی اجلے پن اور قلبی صفا و طہارت کا آیئنہ دار ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کاتب تحریر موضوع زیر بحث میں کسی الجھاؤ یا تناؤ کا شکار نہ ہوتو کلمات کے انتخاب میں حسن کی نمود ہوتی ہے جس سے قاری مسحور ہو جاتا ہے۔ تحریر کی عظمت یہی ہوتی ہے کہ دل پر دستک دے اور قاری اسے اپنا محسوس کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس معاندروش میں اعتراف کررہے ہوتے ہیں کہ لفظ کان میں پڑ گیا تو اسے دل و دماغ کو منور کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ کان میں روئی ٹھونس کر مکہ مکرمہ کی گلیوں میں گھومنا اس کی شہادت ہے کہ دشمنوں کو یہ یقین ہے کہ الفاظ اثر ونفوذ کی طاقت سے لبریز ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو پابہ جولاں رکھنے کی سازش بھی اسی خوف کی مظہر تھی کہ لفظ امرت کی صورت گداز پیدا کررہے تھے۔

آپ کے ہاں موضوع گفتگو ایک سلیقہ چاہتا تھا اسلیئے آپ نے موضوع کی عظمت کے حوالے سے ہی کلمات کا انتخاب کیا، لکھنے والوں کی مشکل یہی ہوتی ہے کہ اچھے خیال کو اچھا اظہار نہیں ملتا۔ یہ **''ژولیدہ بیانی''** آپ کے ہاں کہیں نظر نہیں آتی، مناسب کلمات جو خیال کا بوجھ اٹھا سکیں آپ کی دسترس میں تھے، مغلق کلمات کا آپ نے کہیں سہارا نہیں لیا۔ رواں دواں انداز میں لفظ و معنیٰ کا رشتہ قائم رہا ہے بعض اوقات موضوع کی ثقاہت ایسا مطالبہ بھی کرتی ہے کہ عام لفظ اس بارگراں کو اٹھا نہیں سکتا مگر حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس مشکل مرحلے سے بھی

بعافیت گزر گئے ہیں، پیوستگی لفظ و معنٰی کا یہ عالم رہا کہ نہ حرف زائد آیا کہ سہارا بنے نہ کسی کلمہ سے موضوع گریزاں رہا کہ دوئی کا واہمہ پیدا ہو۔ "**رسالہ تہلیلیہ**" کہ در تحقیق کلمہ طیبہ ہے ایک ایسی تحریر ہے جس میں چند صفحات ہیں مگر موضوع کی عظمت دیکھئے کہ لغوی و معنوی محاسن کا ایک وسیع منظر ہے ایسے موضوعات قاری تک پہنچانے میں ہزار دقتیں پیش آتی ہیں مگر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کو کہیں بھی کسی ذہنی دباؤ یا حرفی وحشت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ایک واضح اور مربوط ذہن جو قلبی آسودگی سے پر اعتماد ہے اظہار کی پوری قوت رکھتا ہے۔ مناسب لفظ جس میں کوئی بھی حرف زینت کلام کی ضرورت کا نتیجہ نہیں، اجمال و وضاحت کا یہ حسین انتخاب ہر قاری کو جذب و کیف کی سرمستی عطا کرتا ہے توحید کی وضاحت کا مرحلہ مشکل مرحلہ تھا کہ پیکر محسوس کا خوگر ایسے خیالات سے مانوس ہونے میں اکثر کوتاہ رہتا ہے اس لئے ہر کہ و مہ ذات باری کے حوالے سے نافہمی کی بنا پر ایسے سوالات اٹھاتا رہتا ہے جس کا جواب وہ سمجھتا ہے کہ ممکن نہیں، ایسے مرحلے پر حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمہ کے چند کلمات، حضرت کے سطوت کلام کے مظہر ہوں گے۔ "**توحید العوام اور توحید الخواص**" کے زیر عنوان آپ کا ارشاد ہے:

اِعْلَمْ اَنَّ تَوْحِیْدَ الْعَوَامِ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ هِیَ نَفْیُ الشِّرْکَةِ عَنْهُ سُبْحَانَهٗ فِیْ کَوْنِهٖ اَنَّهٗ وَاجِبٌ لِّذَاتِهٖ مَعْبُوْداً بِالْاِسْتِحْقَاقِ وَ عَلَیْهِ مَدَارُ النَّجَاةِ الْاُخْرَوِیَّةِ وَالسَّعَادَةِ الْاَبَدِیَّةِ وَ بِهٖ دَعْوَةُ الْاَنْبِیَاءِ لِلْخَلْقِ ظَاهِراً.

وَ اَمَّا وَحْدَتُهٗ سُبْحَانَهٗ عِنْدَ الصُّوْفِیَةِ وَ هُمُ الْمُسْتَالِهُوْنَ الْمُکَاشِفُوْنَ الْمُقْتَبِسُوْنَ مِنْ مِشْکٰوةِ النُّبُوَّةِ الَّذِیْنَ هُمْ اَوْتَادُ الْاَرْضِ بِبَرَکَاتِهِمْ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَ بِهِمْ یُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ یُرْزَقُوْنَ وَ هُمْ قَوْمٌ لَّا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ.

کلمات کا انتخاب اور تراکیب کی پیوستگی دیکھئے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ "**یَاْخُذُ بَعْضُهُمْ حُجْزَ بَعْضٍ**" کہ متانت کی قطار، آداب کے سایوں میں یوں دکھائی دیتی ہے جیسے بقول

اقبال ''پریاں قطار اندر قطار''

عربی عبارات کا مطالعہ شہادت دے رہا ہے کہ کاتب تحریر کو عربی زبان کے اسلوب نگارش پر ماہرانہ دسترس حاصل ہے کہ نہ کوئی الجھاؤ راہ کاٹتا ہے اور نہ کوئی ابہام راستہ روکتا ہے، تحریر کا حسن ہی یہ ہے کہ مربوط خیال، مربوط کلمات کے سہارے سامع یا قاری کو ہم خیال بنا لے۔تاریخ کا تناظر گواہ ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کو بات کرنے کا سلیقہ بھی آتا ہے اور حرمت کلمات کی عظمت کا بھی احساس تھا اسی لئے آپ کی تحریریں آپ کی حیات ظاہرہ ہی میں اپنی سطوت منوانے لگی تھیں۔اس دور کا قاری بھی اس تحریروں سے حظ اٹھاتا تھا اور اصلاح احوال کیلئے کوشاں رہتا تھا۔صدیوں کا فاصلہ ان کلمات کی حلاوت کو بوسیدہ نہیں کر سکا۔لفظ آج بھی بولتے ہیں اور کان میں رس گھولتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ جن مقاصد کیلئے یہ لکھے گئے تھے ان مقاصد کے حصول کی وہ اس دور میں بھی قوت رکھتے تھے اور آج بھی ''**اثبات النبوۃ**'' کا مختصر رسالہ دین کی اساس کا ترجمان ہے۔نبوت کی ضرورت میں اہمیت کا مسئلہ بنیادی نوعیت کا ہے۔ارشاد تو یہاں تک تھا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دوبارہ تشریف لائیں تو ''**مَا وَسِعَ لَهُ اِلَّا اَنْ يَّتَّبِعَنِیْ**'' کہ ''اطاعت نبی محترم ﷺ کے بغیر چارہ نہیں۔'' واضح کر دیا گیا کہ ''**مُحَمّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ**'' کہ ''ذات محمد ﷺ ہی اب امتیاز ہے'' کہ لوگوں کی حد بندی اسی حوالے سے ہوگی۔ برصغیر میں اس اساس کو گرا دینے کی ہر دور میں سازش ہوئی اسی پر اصرار کرتے ہوئے پوری قوت سے حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا

؎ **بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست**

اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

نبوت کے ہر دور میں دعوے اسی بنیاد کو متزلزل کرنے کی سازش تھے۔دین الٰہی کا

فتنہ درحقیقت اسی مرکز کے تصور کو پریشاں کرنے کی کوشش تھی اس پر حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس پختگی، صلابت اور قوت کے ساتھ اس فتنہ کو للکارا کہ تاج و تخت کے مالک اپنی تمام تر سطوت کے باوجود سرنگوں ہوئے، موضوع کی اہمیت کا آپ کو اسی قدر احساس تھا کہ کلمہ طیبہ کی وضاحتوں میں جز ثانی کی اہمیت کا پوری قوت سے تذکرہ کیا اور ثابت کر دیا کہ ایک مومن کا کلمہ توحید، اثبات نبوت پر ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔

''اثبات نبوت'' کی تحریر کا محرک یہی جذبہ تھا۔ اس دور کے دانش ور جو دانش شیطانی کے اسیر ہو چکے تھے ضرورت نبوت کے اعتقاد پر طعنہ زن ہو رہے تھے ابوالفضل اور فیضی سے آپ اچھی طرح آشنا تھے کہ قریب سے دیکھا تھا۔ بدقسمتی یہ تھی علمی ثروت معاشی ثروت پر قربان ہوگئی تھی۔ آپ نے نبوت کے مفہوم کو آشکار کیا، معجزہ جو قوت نبوت ہے اس کے حوالے سے ذہنی الجھنوں کو دور کیا۔ حقیقت نبوت پر مختلف اعتراض کا رد کیا، نبوت کے اثبات کے ساتھ ختم نبوت کے اثبات پر بھی گفتگو کی، اسی طرح یہ رسالہ تقویم عقائد کا ذریعہ بنا، اس نے مغلیہ حکمرانوں کے اس واہمے کو رد کر دیا کہ تخت نشینی عقائد کی ترتیب و ترکیب پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اثبات نبوت کی زبان خالص عربی ہے، دلائل کی حیثیت کلمات کی ترکیب سے ہم آہنگ ہے۔ سلاست کلام نے اس رسالہ کو اصلاح کا ایک با اعتماد ذریعہ بنا دیا ہے کہیں بھی عجمی تحریر کا سایہ نہیں، تشبیہ و استعارہ کا کوئی روپ اجنبی نہیں، ان سب الزامات کے ساتھ ایصال معنیٰ کی عظمت قائم ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

" وَالْعُلَمَاءُ اَوْرَدُوْا فِی اِثْبَاتِ نُبُوَّتِہٖ ﷺ وُجُوْهاً : الاول و هُو الْعُمْدَةُ عِنْدَ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّهُ ﷺ اِدَّعَی النُّبُوَّةِ وَ اَظْهَرَا الْمُعْجِزَةَ عَلٰی یَدِهٖ. اَمّا الْاُوْلٰی فَمُتَوَاتِرَةٌ تَوَاتُراً اَلْحَقَهُ بِالْعِیَانِ وَالْمُشَاهَدَةِ فَلا مَجَالَ لِلْاِنْکَارِ، وَاَمَّا الثَّانِیَةُ فَمُعْجِزَتُهُ الْقُرْآنُ وَ غَیْرُهُ اَمَّا اَنَّ الْقُرْآنَ مُعْجِزٌ فَلِاَنَّهُ تَحَدّٰی بِهٖ وَ لَمْ

يُعَارِضُ. فَكَانَ مُعْجِزاً اَمَّا اَنَّهُ تَحدّٰى بِهِ فَقَدْ تَوَاتَرَ بِحَيْثُ لَمْ يُبْقِ فِيهِ شُبْهَةً وَ آيَاتُ التّحدِّىْ فِي الْقُرآنِ كَثِيرَةٌ. كَقَوْلِهٖ تَعَالىٰ فَلْيأتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ .''وَ قَوْلِهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَ قَوْلِهِ سُبْحَانَهُ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِثْلِهِ '' وَ اَمَّا اَنَّهُ لَمْ يُعَارِضْ فَلِاَنَّهُ لَمَّا تَحدّٰى بِهِ وَ دَعَا اِلَى الْاِتْيَانِ بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ فَصَافَعَ الْبُلَغَاءَ وَالْفُصَحَاءَ مِنْ عَرَبِ الْعُرْبَاءِ مَعَ كَثْرَتِهِمْ مِنْ حِصَى الْبَطْحَاءِ وَ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى اِشَاعَةِ مَا يُبْطِلُ دَعْوَاهُ وَاشْتِهَارِهِمْ لِغَايَةِ الْعَصَبِيَّةِ وَالْحَمِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ تَهَالُكِهِمْ عَلَى الْمُبَاهَاتِ وَالْمُبَارَاتِ عَجَزُوْا عَنِ الْاِتْيَانِ بِأَقْصَرِ سُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهٖ حتىٰ اٰثَرُوْا الْمُقَارَعَةَ بِالسُّيُوْفِ علىَ الْمُعَارَضَةِ بِالْحُرُوْفِ''

قرآنی شہادت سے مزین یہ قطعہ کلام آپ کی جودت طبع اور استطاعت تحریر کی واضح مثال ہے۔ الغرض حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تحریرات، برصغیر کے عربی ادب کا ایک لائق التفات سرمایہ ہیں اور ارباب علم پر یہ قرض ہے کہ ان کو موضوعاتِ تحقیق بنایا جائے۔ ہم نے بدقسمتی سے اپنے آباء کے کارناموں کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کا اہتمام کم کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ مجدد الف ثانی سوسائٹی اس حوالے سے ایک عمدہ کاوش کر رہی ہے۔ تمام اہل علم واصحاب تحقیق کو اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ حبیب مکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے راست فکری کی توفیق عطا فرمائے اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اسلاف کے کارناموں کو اجاگر کرنے کی ہمت دے۔ آمین۔

بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ممتاز خانقاہیں

پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی

بلوچستان میں دورۂ اسلامی سے قبل کے تصوف کے آثار بڑے نمایاں ملتے ہیں اور پھر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ظہور فرمانے کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ تصوف اسلامی کے انوار تمام عالم اسلام، برصغیر پاکستان و ہند کے ساتھ ساتھ پاکستان کے جنوب غرب یعنی بلوچستان میں چمکتے دمکتے نظر آئے۔ صوفیاء تصوف کی اصولی تعلیمات کے ساتھ جہاں جلوہ افروز ہوئے تو وقت کی ضرورت کے مطابق آگے چل کر تحریک تصوف کے بھی داعی بن کر ابھرے۔ بلوچستان میں صرف معروف چہار سلاسل صوفیاء کے اثرات مرتب نہ ہوئے بلکہ کچھ دیگر سلاسل رفاعیہ اور مہدویہ کے پیروکار بھی ذات الٰہی میں محو اور شریعت محمدیہ ﷺ پر گامزن ملتے ہیں۔ تمام سلاسل کے رہنما و صوفیاء ''دست بہ کار و دل بہ یار'' کے مصداق طریقت و معرفت میں باعمل ہوئے ہیں۔ انکی زیست خلق خدا کی اصلاح کرنے میں بسر ہوئی۔ خود تزکیہ نفس اور علم و عمل سے آراستہ رہے تو پیروکاروں کو اسلامی محبت و اخوت کی عادلانہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کی زندگی قرآن و سنت کی مکمل پیروی میں رہی۔ باطن میں صدق و صفا و عجز و توکل کی آمیزش رہی۔ بلاشبہ صوفی ہمیشہ باعمل و پرکار رہتا ہے۔ اور اس کا ایک لمحہ بھی نیک مقاصد کے حصول اور یاد خداوندی سے غافل نہیں رہتا۔ بلوچستان کے صوفیاء میں یہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اکثر و بیشتر صوفیاء عبادت گزار اور مستجاب الدعوات ہیں۔ وہ جو کچھ زبان پر لائے قدرت کی طرف سے وہی کچھ ہو کر ظاہر ہوا۔ صوفی بنیادی طور پر مجاہد ہوتا ہے۔ نفس کے ساتھ جہاد کرتا رہتا ہے اور جب کبھی مسلمان معاشرہ پر

ظلم واستکبار کے حملے دیکھے تو اُس نے جہاد بالسیف بھی اختیار کیا۔ بلوچستان کے صوفیاء محمد بن قاسم سے قبل اور محمد بن قاسم کے ساتھ بھی جہاد واشاعت اسلام میں شامل رہے۔ پانی پت کی جنگ اور جہاد کشمیر میں بھی فعال نظر آئے۔ فلسطین، کشمیر، چیچنیا، افغانستان، عراق میں علمائے ربانی ومشائخ روحانی جدوجہد آزادی کے معاون رہے۔

بلوچستان کے قبائل پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قبیلہ میں تصوف اسلامی کی اصولی اور تحر کی تعلیمات اثر انداز ہیں۔ ان میں اخلاق ومحبت، توکل وعبادت، ریاضت و مہمان نوازی کے اوصاف موجود ہیں۔ جو دراصل صوفیاء کی تعلیمات کا ماحصل ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم اگر آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی تمام بلندیوں کو بھی چھو لیں مگر دنیائے اخلاق، زکاوت نفس کے آداب سے جو سیرت محمدی ﷺ سے اخذ ہوتے ہیں وہ روح تصوف ہیں ان سے بے بہرہ رہیں تو محض فرعون وقارون، نمرود ویزید ہوکر رہ جائیں۔

بلوچستان میں صوفیائے اسلام کی خدمات کے ضمن میں زیر نظر مضمون سلسلہ نقشبندیہ کے احوال ومعارف تک محدود ہے جو عصر حاضر میں بھی فروغ پا رہا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ بلوچستان میں تصوف اسلامی کی ترویج میں ترتیب کے لحاظ سے آخر میں آتا ہے اور اس سلسلہ میں تصوف کی نہایت معتبر شخصیات نے نمایاں کام سرانجام دیئے ہیں۔ ان کا ذکر خیر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اکثر وبیشتر سلاسل تصوف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے اور سلسلہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے ذریعہ پیغمبر اسلام تک پہنچتے ہیں۔

۱۔ **پیر عبدالحکیم نانا صاحب**ؒ (۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء۔۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) آپ کے والد صاحب سکندر شاہ تحصیل پشین کے یوسف کچھ علاقہ کے شموزئی کاکڑ تھے۔ وہ شاہ حسین ہوتک غلزئی اور نادر شاہ کے ہمعصر تھے۔ کہتے ہیں کہ انھیں قندھار سے نکالا گیا تھا جہاں دینی تبلیغ کیلئے

گئے تھے۔انھوں نے خانوزئی میں اپنے والد ماجد کی خانقاہ قائم کی۔علاقہ تھل (نزد زیارت) میں چھ سال تک لاسیانی ترین قبیلہ کی مسجد میں معتکف رہے پھر چوتیالی علاقہ دکی میں گئے اور وہیں بعداز وصال آپ کی تدفین ہوئی۔قندھار سے اب بھی وہاں زائرین آتے ہیں۔اور بلوچستان جنوبی سے بھی عقیدتمند زیارت کیلئے چوتیالی میں آپ کی درگاہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی پہلی بیعت سید لعل شاہ جیونکرہاری اور دوسری بیعت میاں اللہ یار لاہوری قادری نقشبندی سے ہوئی۔آپ قندھار میں ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۰۹ء تا ۱۲۴۹ھ/ ۱۷۳۶ء کا عرصہ رہے۔ عالم فاضل اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔کئی کتابوں کے مصنف تھے جو انھوں نے فارسی میں تصنیف کیں اور تصوف وعرفان کے مضامین میں آپ نے اچھے پیرایوں میں اضافہ کیا۔ مجموعہ رسائل، مقاماتِ تصوف، رسائل حکیمیہ اور حصن الایمان آپ کی چار تصانیف ہیں۔

۲۔ **میاں فقیر اللہ علوی** (۱۱۰۰ھ۔۱۱۹۵ھ) آپ جلال آبادی بھی مشہور ہیں۔ میرویس خان ہوتک جب ہلمند وارغنداب میں آزادی بخش تحریک جاری کئے ہوئے تھے تو آپ خلق خدا میں ہدایت وعرفان کی تبلیغ میں مصروف تھے اور شریعت ومعرفت کی مسند پر متمکن تھے۔ احمد شاہ بابا جب شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳۔۶۲ ۱۷ء) اور ہند کے مسلمانوں کی پکار پر مرہٹوں پر حملہ آور ہوئے تو میاں فقیر اللہ علوی جلال آبادی کے متوجہ کرنے سے ہی نصیر خان بلوچ اور سندھ کے حکمران جہاد میں شامل ہوئے۔

بلوچستان میں میاں فقیر اللہ علوی کے علمی و دینی روابط وہاں کے علماء و مشاہیر و عرفاء سے جاری رہے۔جن میں مُلّا فیض اللہ کاکڑ قندہاری، شیخ عبدالحکیم کاکڑ المعروف نانا جیو صاحب جنکا مزار تھل چوتیالی لورالائی میں ہے اور اوپر ذکر آچکا ہے، ملا رحیم داد سنزرخیل کاکڑ وادی ژوب، سید موسیٰ شاہ شین غری، منطقہ پشین پسر سید مدو بن سید موسیٰ، محبت خان بلوچ فرزند میر عبداللہ خان براہوی بلوچ جو اپنے بھائی محبت خان کی حکمرانی کے خاتمہ کے بعد

۱۱۶۴ھ دربار احمد شاہی کی امداد سے قلات کی حکومت پر متمکن ہوا۔اور پھر اپنے لشکر کے ساتھ احمد شاہ کے ہمراہ ہند و خراسان کی جنگوں میں شرکت کی جو ۱۲۰۸ھ میں فوت ہوا۔اسی طرح فقیہ الصالح ملا جیونہ کاکڑ ژوبی سے روابط رہے۔آپ نے شیخ محمد مسعود دائم المشہو د پیشاوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں اکتساب فیض کیا اور انکی وساطت سے حضرت بہاؤ الدین محمد نقشبندؒ (ف ۷۹۱ھ) تک سلسلہ بیعت پہنچتا ہے۔ اگرچہ وہ دیگر سلاسل قادریہ، چشتیہ،شطاریہ، شاذلیہ،وغیرہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔آپ کا مقبرہ شکار پور میں مرجع خلائق ہے جو احمد شاہ ابدالی نے تعمیر کرایا۔ جہاد و تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے بلوچستان ،سندھ، پنجاب اور ہند کا کئی بار سفر کیا۔آپ کی علمی اور مجاہدانہ سرگرمیوں کے اثرات خراسان و بلوچستان پر بہت کافی مثبت اخذ ہوتے ہیں۔ بیس تصانیف عربی، فارسی میں مشہور ہیں۔محمود الاوراد پنجابی میں ہے۔ مکتوبات کو علامہ حبیبی نے مرتب کیا ہے۔

۳۔ **بابا خرواریؒ**: اسم مبارک ملا طاہر المعروف بابا خرواریؒ (ف ۱۱۵۳ھ/ ۱۷۴۰ء) سارنگ زئی قبیلہ کے فرد تھے اور میاں عبدالحکیم نانا صاحبؒ کے مرید خاص تھے۔نانا صاحبؒ جب ایک بار آپ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور رات کو دوران عبادت پانی طلب کیا تو آپ فوراً ہی پانی کا پیالہ بھر کر لائے مگر نانا صاحب تو عبادت میں پھر سے ایسے محو ہو گئے کہ انھیں پیالہ لینے کا خیال بھی نہ ہوا۔آپ پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے اور رات کا بیشتر وقت ڈھل گیا۔سردی کے باعث آپ کے ہاتھ کی کھال پیالے کے ساتھ چمٹ کر ادھڑ گئی۔ جب نانا صاحبؒ متوجہ ہوئے تو فرمایا اے ملا طاہر میں نے دوسروں کو تو تھوڑی سی بزرگی دی ہے تمھیں خرواروں (یعنی بوریوں) کے حساب سے دیتا ہوں۔اس کے بعد آپ بابا خرواری ہی مشہور ہو گئے۔ آپ کی جائے تدفین کے قریب صنوبر کے خوبصورت جنگلات میں ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء سے جب شہر آباد ہو گیا آپ کی نسبت سے ہی شہر کا نام ''زیارت'' ہو گیا۔

www.mujaddidway.com

بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔سالانہ عرس،میلہ اور وہاں پر زائرین کے اجتماعات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔سیاحوں کے لئے بھی یہ مقام بڑی کشش کا باعث ہے۔

۴۔ **ملا عثمان اخوند سنڈیا کاکڑ**ؒ: آپ سرانان (پشین) میں صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں اور نانا صاحبؒ سے بیعت تھے۔

۵۔ **ملا جان محمد کاکڑ**ؒ: آپ کا زمانہ ۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء کا تھا کیونکہ اسی سال کو آپ نے اپنی غزلیات کا مجموعہ ''**حلیدین**'' مرتب کیا تھا۔آپ ژوب کے باشندہ تھے۔قادرالکلام شاعر تھے اور تحصیل علم کیلئے بنوں (صوبہ سرحد) گئے تو وہاں حضرت محمد عمر چمکنیؒ سے بیعت ہوئے۔تحصیل علم کے بعد ژوب میں آکر تعلیمات تصوف و تبلیغ دین کو توجہ دی۔

۶۔ **حضرت حریف**ؒ: فورٹ سنڈیمن (ژوب) کے شمال مغرب میں ۳۲ میل کے فاصلہ پر خوشنما زیتون و چلغوزوں کے جنگلات سے پیراستہ پہاڑ ''**شین غر**'' ہے۔یہاں کے مشہور شیرانی قبیلہ کا حریف آل (ہریپال) بھی آپ کی نسبت سے مشہور ہوا۔آپ بخارا سے افغانستان کے راستہ ایک خچر پر سفر کرتے ہوئے ادھر وارد ہوئے اور قیام پذیر ہو گئے۔آپ بخارا کے سید تھے اور عبادت میں محو رہتے تھے۔یہاں کا معاشرہ آپ سے تعلق رکھنے سے جاہلانہ لوٹ مار اور قتل و غارت کو ترک کر کے اخوت و محبت سے آشنا ہونے لگا۔شیرانیوں نے آپ کی اولاد کے بودو باش کیلئے خاطر خواہ جاگیر مختص کر دی جہاں اب تک آپ کا قبیلہ آباد ہے۔

۷۔ **محمد عظیم صاحبزادہ** (۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء۔۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) آپ ملا رحمت اللہ اخوند کے فرزند اور ملا خوشحال اخوند کے پوتے تھے۔تکمیل علم کے بعد قندھار سے پشین آئے۔یہاں پر شور میں شادی کی اور سلیمان زئی گاؤں کی مسجد میں امامت کی ذمہ داری لے لی۔

www.maktabah.org

تکلف و نمود سے بہت دور اور سادہ زندگی بسر کرنے والے اسلاف کا نمونہ تھے۔ ضروریات زندگی نہایت مختصر رکھتے تھے۔ مزار مبارک شہر پشین سے مغرب کی جانب ۹ میل کے فاصلے پر سلیمان زئی کے شرق میں ہے۔ والد گرامی کا مزار قندھار میں اور دادا کا مزار مبارک پشین کے غیشز نامی گاؤں میں ہے۔

۸۔ **عبداللہ دُرخانیؒ**: (۱۲۹۸ھ/ ۱۸۷۸ء۔۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) اس سے قبل آپ کے نانا محمد فاضل درخانی (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء۔۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) کا ذکر خیر بھی مناسب ہے جنھوں نے درخان نزد ڈھاڈر قیام کر کے قرآن و تفسیر کے ذریعہ براہوی اقوام کو انگریزوں کے شر اور عیسائی مُبلّغوں کی مشنری سے محفوظ کیا۔ عبداللہ درخانی نے بھی اپنے نانا کے نقش قدم پر چل کر دور فتن میں اصلاح بدرسوم کے زمرہ میں جہاد کیا۔ یہی وہ دور تھا جب درخانی علمائے حق کے ساتھ ساتھ خانوادہ قادریہ حضرت سلطان باہوؒ کے نامور بزرگ سلطان محمد نواز عارف (ف ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) ڈھاڈر، مستونگ، جوہان، اسپلنجی، اسپرنٹ، اور مونگچر تک رسوم بد کا قلع قمع کرنے لگے اور عوام کو اولیائے کرام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے لگے۔

۹۔ **محمد عبدالحکیمؒ**: آپ کا زمانہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء کا تھا۔ عشق و عرفان میں سراپا ڈوبے ہوئے درویش تھے۔ ہری پور ہزارہ (صوبہ سرحد) کے باشندے تھے۔ بلاد اسلامی کی سیاحت کرتے ہوئے بلوچستان آئے اور مستونگ میں قیام فرمالیا۔ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے شوق میں ۱۶ سال کی عمر میں ہی جا کر مشرف ہوئے اور حج بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا۔ "**گلدستہ حکیم**" آپ کے منظوم فارسی کلام کا مجموعہ ہے جو ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ ایک بار خواب میں آنحضرت ﷺ نے ملاقات فرمائی اور ان کا ایک مسئلہ حل فرما کر ان کے ساتھی کے ساتھ صلح کرا دی جو پھر ہمیشہ کی دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ آپ نے طب کا کورس کیا اور اس پیشہ کو اختیار کرلیا اور پھر کئی بار حج و زیارت پر گئے۔ مولانا محمد صدیق نقشبندیؒ سے بیعت ہوئے

اور مرشد کے نقش قدم پر رواں دواں رہے۔ آپ کا کلام بھی مرشد سے محبت و ربط کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۰۔ حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلویؒ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء)

والد ماجد کا نام شاہ محمد عمر ابن شاہ احمد سعیدؒ تھا۔ تحصیل علم جید علمائے کرام سے کیا۔ حضرت شاہ عبد الغنی سے ۱۲۹۱ھ کو سند حدیث حاصل کی جو آپ کے والد ماجد کے چچا تھے۔ انکے ہمراہ سفر دیار حبیب ﷺ بھی ۱۲۹۶ھ کو اختیار کیا۔ آپ کی علمی سطح نہایت بلند رہی اور اساتذہ میں مولانا حبیب الرحمٰن سے خصوصی تعلق وارتباط تھا۔ قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، علوم بلاغت، ادب، نحو وصرف وتصوف میں کامل دستگاہ تھی۔ شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے پیر ومرشد والد مکرم تھے جنھوں نے سیر سلوک میں آپ کو لطائف خمسہ عالم امر کی تعلیم دی۔ مراقبہ احدیت کرنے کو فرمایا۔ مرشد کے وصال کے بعد ۱۳۰۲ھ کو پھر سفر حجاز کو گئے۔ واپس آ کر اکثر دلی (دہلی) تشریف لاتے اور زیادہ قیام خانقاہ شریف میں فرماتے۔ دو مرتبہ سرہند گئے۔ خلق خدا کی بڑی جماعت بیعت ہوئی۔ بارہ سال تک خانقاہ شریف دلی میں مقیم رہے پھر اطباء کے مشورہ پر موسم گرما آپ نے کوئٹہ (بلوچستان) میں گزارنا پسند کیا۔ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ/ مئی ۱۹۰۰ء مع اہل وعیال کوئٹہ آئے۔ جامع مسجد قندھاری بازار کے قریب ایک بالا خانہ کرایہ پر لیا اور وہاں قیام فرمایا۔ یہاں علماء اور دیگر لوگ کافی تعداد میں بیعت ہوئے۔ افغانستان سے لوگ کثرت سے آنے لگے اور بیعت ہوتے رہے۔ آپ نے ۲۳ سال تک کوئٹہ میں موسم گرما گزارے۔ نومبر ۱۹۰۰ء کو آپ کے پہلے فرزند نرینہ حضرت بلال دہلی میں تولد ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں آپ نے کوئٹہ میں اپنا کرایہ والا رہائشی مکان خرید لیا جہاں اب شارع ابو الخیر کا بورڈ آویزاں ہے۔ ۱۹۱۳ء میں آپ کے مکان کے قریب مسجد حضرت بلالؓ کی تعمیر ہوئی۔ کوئٹہ میں آپ کا آخری قیام ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء کا سال تھا۔ شاہ ابو الخیرؒ کے

www.mujaddidiway.com

احباب اور عقید تمندوں کا دائرہ بہت ہی وسیع تھا۔کوئٹہ،سکھر،لاہور اور دہلی میں لوگ آپ کے منتظر رہتے۔ سائیں توکل شاہ،مولوی عبداللہ قندھاری،میر حسن صاحبزادہ ابن سید،امان اللہ افغانی،ملا خیر اللہ، میر محبوب علی خان ،نظام حیدر آباد دکن، نواب قلب علی خان آف رامپور،رئیس لطافت علی و رئیس کرامت علی آف سعد آباد،مولانا شوکت علی،مولانا محمد علی (علی برادران) حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ، ڈاکٹر شوق امرتسری، ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری،پیر عبد الخالق ہوشیار پوری اور امان اللہ خان بادشاہ افغانستان جیسی شخصیات آپکے عقیدت گزار اور مداح تھے۔

گویا بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ میں حضرت عبدالحکیم نانا صاحبؒ اور میاں فقیر اللہ علویؒ کے بعد شاہ ابوالخیر تیسری بڑی شخصیت ہیں جن کے سارے معاشرہ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ آپ کا علم وحلم،کرامات و استقامت، پابندی وقت اور وضعداری ہر دل پر گہرے اثرات مرتب کردیتے تھے۔

۱۱۔ **ابوسالم ابوالسعد فاروقیؒ** (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) آپ کے والد گرامی حضرت شاہ ابوالخیرؒ اور جد اعلیٰ شاہ احمد سعید تھے۔آپ کی ولادت دہلی میں خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر میں ہوئی۔آپ کا سلسلہ نسب ۹ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۶۴ء۔۱۶۲۵ء) سے جا ملتا ہے۔اور چالیس واسطوں سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔آپ کے والد حضرت شاہ ابوالخیر مشاہیر عالم اسلام تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی اس کے بعد کئی نامور اساتذہ سے تحصیل علم کیا۔ ۱۹۳۱ء کو اپنے بھائی حضرت علامہ زید ابوالحسن فاروقی کے ساتھ مصر جاکر آپ جامعۃ الازھر میں داخل ہوئے تعلیم حاصل کی۔حج پر گئے تو شیخ احمد سنوسیؒ سے حدیث مسلسلات اور اجازت نامہ پایا۔طریقہ سنوسیہ کی اجازت بھی پائی۔حدیث شریف کی اسناد عالیہ شیخ سنوسی، شیخ بدرالدین

دمشقی اور شیخ عبدالحی فاسی سے حاصل کیں۔ مصر کے شیوخ سے بھی فقہ، احادیث میں اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ کے زلزلہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ دسمبر ۱۹۳۵ء کو بیت المقدس گئے وہاں سے متعلق اور شام کی زیارات سے استفادہ کیا۔ علامہ بدرالدین دمشقی سے بھی اسناد لیں۔ بغداد شریف گئے اور وہاں کی زیارات سے مستفید ہوئے۔ ۱۹۳۶ء کو بصرہ سے دہلی اور کراچی پہنچے۔ آپ فرماتے تھے "**حضرات متقدمین کی تصانیف پڑھا کرو۔ جدید تصنیفات میں بے اعتقادی، فرقہ پرستی اور گروہ بندی کا پرچار ہے۔**" تصوف پر ترغیب وترہیب کی تلخیص، فقہ اسلامی کی تاریخ تدوین، سفرنامے، جامع سوانح شاہ ابوالخیر، سعید البیان تصنیف شاہ احمد سعید کا اردو ترجمہ اور ہزار مکاتیب وروزنامچے، بیاضیں آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو پر مکمل دسترس تھی۔ تقسیم ہند کے موقع پر دہلی سے افغانستان اور پھر کوئٹہ تشریف لائے، گوشہ نشینی میں علمی خدمات کوئٹہ میں جاری رکھیں۔ آپ کی سادگی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یاد دلاتی تھی۔ صابر، ذاکر، اور شاکر ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ/ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۷ء کوئٹہ میں وصال ہوا۔ بعد وصال مطابق وصیت خاک پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں میں ڈالی گئی تو آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ کحل خاک مدینہ ڈالنے کے بعد آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔ تدفین کلی قمبرانی میں ہوئی، جہاں عالیشان خانقاہ ومسجد تعمیر ہوچکی ہے۔

شاہ ابوالخیر روڈ کوئٹہ میں حضرت آغا محمد عمر طریقت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علمی، تعلیمی امور میں مشغول کار رہتے ہیں جہاں ان کا خانوادہ آباد ہے اور اپنے والد حضرت ابوسالم ابوالسعد فاروقی رحمہ اللہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں جہاں پورے اہتمام سے تقاریب عرس مناتے ہیں، علم دوست شخصیت ہیں۔

۱۲۔ **محمد صدیق مستونگیؒ:** (ف ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) مستونگ میں محمد حسنی درویش تھے۔

ولادت قندھار میں ہوئی تھی۔ میاں ولی محمد سے علوم ظاہر و باطن حاصل کیا جن کا سلسلہ طریقت حضرت فقیر اللہ علوی جلال آبادی شکارپوری تک جا پہنچتا ہے۔ آپ حج بیت اللہ شریف کو گئے تو مدینہ شریف کے سفر میں جوتیاں اتار دیں اور شہر مدینہ میں پا برہنہ رہے۔ مستونگ میں وفات کے بعد آپ کی تدفین وہاں اپنی مسجد کے صحن میں ہوئی، آپ کا جاری کردہ ''**درس صدیقیہ**'' آج بھی جاری ہے۔

۱۳۔ **خانوادہ حضرات چشموی**، کوئٹہ: میاں عبدالحکیم نانا صاحبؒ کے خلیفہ اور فیض یافتہ میاں نور محمد قندھاری تھے۔ میاں صاحبؒ کے خلیفہ قاری حافظ سید عبدالمجید تھے جنکے فرزند فیض الحق جان چشمویؒ (۱۲۵۵ھ۔۱۳۱۸ھ) مشہور عالم دین بزرگ تھے۔ پھر ان کے فرزند محمد عمر جان چشمویؒ (۱۲۸۸ھ۔۱۳۲۰ھ) نامور ہوئے۔ ان کے فرزند خواجہ عبدالحئی جان چشموی نے مسند ارشاد سنبھالی۔ اتباع سنت اور رضائے الٰہی کی تعلیم دیتے رہے۔ ''**ارشاد السالکین**'' آپ کی تصوف پر کتاب ہے۔ معین الدین جان، فخر الدین جان اور عبدالقدوس ان کے فرزندان ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کی بڑے عالمانہ انداز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ محمد عمر جانؒ کا مزار چشمہ شریف کوئٹہ میں مرجع خلائق ہے۔

۱۴۔ **سید گلاب شاہ مشہدیؒ** (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء۔۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) سلسلہ طریقت میں آپ قادری اور نقشبندی تھے۔ ولادت موضع فقیر محمد سیدان (صوبہ سرحد) ہوئی۔ آپ کے جداعلیٰ سید نادر علی شاہ مشہدی عارف وقت تھے۔ آبا ؤ اجداد مشہد خراسان سے ہجرت کر کے بلوچستان کے راستہ صوبہ سرحد وارد ہوئے۔ تحصیل علوم کے بعد دہلی کی زیارت کو گئے۔ وہاں قطب مینار کی سیاحت میں آواز آئی کہ کوئٹہ چلے جاؤ۔ چنانچہ ۲۵ جنوری ۱۹۲۷ء کوئٹہ پہنچے۔ موہڑہ شریف کے خواجہ محمد قاسم نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ حیدر آباد دکن میں بھی ہے۔ کوئٹہ میں دربار حسینیہ کے نام سے آستانہ قائم کیا ہے۔ حلقہ ارادت میں

www.maktabah.org

غیر مسلم بھی آئے۔ ''سر لا مکان'' آپ کی غیر مطبوعہ تصنیف ہے جواذ کار عبادات اور وظائف پر مشتمل ہے اور ان کے فرزند سید محبوب حسین مشہدی کے پاس ہے جو آپ کے جانشین ہوئے اور حال ہی میں ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

۱۵۔ **سید محسن شاہ بخاری** (۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) عصر حاضر کے صاحب ولایت بزرگان میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ موسیٰ خیل اور نواح کے علاقہ میں اہلسنت کی تبلیغ میں رہے۔ حضرت غلام حسن سہاگ شریف، لیہ (پنجاب) المتوفی ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ قادریہ صابریہ سے منسلک ہوئے۔ ذوالحج میں آپ کے سالانہ عرس میں علماء و مشائخ خطاب کرتے ہیں۔ آپ کے خانوادہ کے افراد اب تحصیل علم میں پیشرفت کر رہے ہیں اور سلسلہ طریقت کی بھی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کا مقام مدفن کنگری ضلع لورالائی میں محسن آباد مشہور زیارت گاہ ہے۔

۱۶۔ **صوفی خیر محمد نقشبندی مجددی** (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۸۱ء) ضلع لورالائی کے علاقہ رکھنی میں اللہ آباد کے مقام پر آپ سکونت پذیر ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں پیر طریقت تھے۔ آپ قبیلہ بغلانی سے تھے جو تونسہ شریف کے قریب آباد ہے۔ آپ وہاں سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے۔ صوفی صاحبؒ نے حضرت غلام حسن سہاگؒ (سواگ) جو ۱۹۳۹ء کو فوت ہوئے ان سے بیعت کی۔ آپ نہایت متشرع، با استقامت، صاحب مجاہدہ بزرگ تھے۔ ان کی صحبت بابرکت تھی۔ خوش اخلاق، مہمان نواز اور پر درد شخصیت تھے۔ پنجگانہ باجماعت نماز کے زندگی بھر پابند رہے اور اپنی مسجد میں خود امامت کرتے رہے۔ فرض نماز کے بعد خشوع و خضوع سے دعا مانگنا آپ کا طریقہ کار رہا۔ عبدالواحد اور پروفیسر عبدالہادی بزمی آپ کے فرزندان ہیں۔

پیر غلام حسن سواگؒ کے ذریعہ نقشبندی سلسلہ راڑہ شم ضلع موسیٰ خیل کے غرشین

www.mujaddidway.com

سادات میں بھی فروغ پایا ہے۔

۱۷۔ **خواجہ محمد عمر جان اویسی بنوری نقشبندی** (ف ۱۹۰۳ء) آپ بہرام خان جمالزئی ریئسانی کے فرزند تھے۔ محمد صدیق مستونگیؒ سے کسب فیض کیا۔ ان کو ولی محمد قندھاریؒ سے، ان کو نور محمد قندھاریؒ سے، ان کو فرخ الدین قندھاریؒ سے، ان کو حضرت فقیر اللہ علوی شکار پوریؒ سے بیعت وتلقین ہوئی۔ اور ان سے ۳۸ واسطے اوپر جائیں تو سلسلہ بیعت حضرت ابو بکر صدیق ؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا مزار سبی میں نور پور روڈ پر مرجع خلائق ہے۔ آپ کے فرزند نور احمد جان نقشبندیؒ نے تبلیغی اور دینی خدمات مستونگ وکوئٹہ میں جاری رکھیں۔ مستونگ میں جامع مسجد اور مدرسہ **خزینة العلوم** ان کی یادگار رہے۔ کانک اور سبی میں قیام پذیر رہے۔ کوئٹہ میں سبی روڈ (پہلوان بابا روڈ) پر ان کا مزار ایک گنبد میں زیارت گاہ ہے۔ خانوادہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ سے حاجی سلطان نور حسین قادریؒ سے ان کی صحبت رہی۔ نور احمد جانؒ کی وفات ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔ پھر ان کے فرزند پیر نور اللہ جان نقشبندی کا ۲۲ مئی ۲۰۰۳ء کو انتقال ہوا تو انکے بھائی فقیر اللہ نقشبندی مجددی جانشین قرار پائے گئے۔

اس جائزہ کے اختتام کے ساتھ رقمطراز ہوں کہ بلوچستان میں نقشبندی صوفیاء کی طرف سے مدارس کا اہتمام بہت کم ہے اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ البتہ مولانا حبیب احمد نقشبندی قادری کا قائم کردہ مدرسہ کوئٹہ میں دار العلوم نمایاں مقام کا حامل ہے۔(۱)

کتابیات

۱۔ آر حفز بکر، میجر میکانگی، میجر ایچ ایل شاورز، میجر منچین۔ گزیٹیئر زآف بلوچستان۔ کوئٹہ 1906ء

۱۔ کوئٹہ کے بعض بزرگوں کا تذکرہ حضرت محمد حسن جان مجددی نے اپنی کتاب تذکرۃ الصلحاء میں بھی کیا ہے۔(مرتب)

۲۔　غلام سرور لاہوری۔ خزینۃ الاصفیاء، نولکشور۔کانپور 1914ء

۳۔　ڈاکٹر انعام الحق کوثر　تذکرہ صوفیائے بلوچستان　لاہور 1976ء

۴۔　پیر معظم شاہ　تواریخ حافظ رحمت خانی　پشاور 1970ء

۵۔　سلطان الطاف علی، تحقیق دربارہِ احوال وآثار فارسی　حضرت سلطان باہوؒ ونظری درافکاروی　اسلام آباد 2003ء

۶۔　عبیداللہ قدسی　آزادی کی تحریکیں　لاہور 1988ء

۷۔　سید ابوظفر ندوی　تاریخ سندھ　کراچی 1989ء

۸۔　شاہ ابوالحسن زید فاروقی　مقامات خیر　دہلی 1989ء

۹۔　اے عزیز نونی　افغانز آف دی پاسز　کوئٹہ 1992ء

۱۰۔　شیرین خان ناصر　دپشتو قبیلو مینی شجری او ٹو میالی　لاہور 1993ء

۱۱۔　عبداللہ سمندر غوریالی　گزیدہِ ازمکتوبات میاں فقیراللہ جلال آبادی کابل 1359ھ

۱۲۔　جعفر علی فریدیؒ　مکتوبات عالیہ　کراچی 1985ء

روزنامہ/مجلّہ/مخطوطات

مقالہ شیخ عبدالعزیز مجددی　حضرت سالم ابوسعد فاروقی۔روزنامہ جنگ کوئٹہ 21 جولائی 2001ء

مکتوبہ ملک صاحب جان شیرانی مرحوم 1968-69

روزنامچہ سلطان الطاف علی　1978ء

روزنامچہ سلطان الطاف علی　17 اپریل 2002ء

روزنامہ جنگ مڈ ویک میگزین　17 اپریل 2002 ء

خانوادۂ مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت

سید صابر شاہ بخاری قادری

فیض صمدانی محبوب حقانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سنی حنفی نقشبندی سرہندی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) عالم اسلام کی ایک عظیم المرتبت اور مایہ ناز شخصیت ہیں۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی احمد، کنیت ابوالبرکات اور لقب بدرالدین ہے۔ عالم اسلام کی طرف سے دیئے گئے القاب میں ''مجدد الف ثانی'' اور ''امام ربانی'' کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔

بیشتر علوم اپنے والد گرامی حضرت شیخ عبد الاحد چشتی علیہ الرحمہ (م ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء) سے حاصل کئے۔ مولانا کمال الدین کشمیری، مولانا یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے معقول ومنقول علوم کی تحصیل فرمائی۔ قلعہ گوالیار میں قید کے زمانہ میں قرآن حکیم حفظ کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔

آپ کو طریقت کے مختلف سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی سلسلہ سہروردیہ میں اپنے استاد محترم حضرت شیخ یعقوب کشمیری سے، سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحد چشتی (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) سے، سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی (م ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء) سے، اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) رحمۃ اللہ علیھم اجمعین سے اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔ آپ کا میلان سلسلہ نقشبندیہ کی طرف زیادہ رہا اور آپ نے اسی سلسلہ میں لوگوں کو بیعت کر کے فیض عام کیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ساری زندگی عظیم الشان تجدیدی کارناموں میں گزری۔ قلعہ گوالیار میں قید کے زمانے میں آپ نے اپنے احباب، مخلصین اور فرزندان گرامی

کو جو مکتوبات شریف ارسال فرمائے ہیں وہ دعوت وعزیمت کا ایک سنہرا باب ہے۔ علم و حکمت کا ایک نادر خزانہ ہے۔ عہد اکبری اور عہد جہانگیری میں آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی نہایت سختی سے تردید فرما کر ملت اسلامیہ کو از سر نو زندہ کیا۔ دو قومی نظریہ پیش فرمایا اور یہی نظریہ آگے چل کر تحریک پاکستان کی اساس بنا۔ ڈاکٹر محمود حسین وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی فرماتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ ان بزرگوں میں ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں جنھوں نے اس برعظیم میں اسلام کے احیاء اور اس کی سیاسی سربلندی کیلئے عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں واقعہ یہ ہے کہ جہانگیر کے زمانے سے لے کر اب تک جو بھی اسلامی مفکر اس برعظیم میں پیدا ہوئے اور جتنی بھی اسلامی تحریکیں یہاں اٹھیں ان کا رشتہ کسی نہ کسی صورت میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کام سے مسلم ہے۔ شاہ جہاں کی اسلام دوستی، عالمگیر کی حکمت عملی، حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور خود تحریک پاکستان کی کڑیاں حضرت مجدد کی تعلیمات سے ملتی ہیں۔''

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا حلقہ بہت وسیع تھا، آپ کے مریدین میں قائداعظم کے اجداد بھی شامل تھے۔ قائداعظم کو خدمت اسلام کا جذبہ ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے آباء واجداد نے مغل بادشاہ اکبر کے ''دین الٰہی'' کے خلاف حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کی عظیم قیادت میں لازوال اور قابل تقلید قربانیاں دی ہیں۔ اسی بنیاد پر قائداعظم کے اجداد حضرت مجدد الف ثانیؒ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور خود میں ایک قسم کی تشنگی اور کمی محسوس کرتے تاوقتیکہ وہ آپ کے مزار پرانوار سرہند شریف حاضری نہ دے لیں۔

اس ایمان افروز حقیقت کا انکشاف اہل سنت وجماعت کے نامور خطیب مسلم مسجد لاہور کے امام، تحریک پاکستان کے سرگرم مجاہد، قائداعظم کے مخلص ومعتمد اور مجلس شوریٰ کے سابق رکن مولانا محمد بخش مسلم بی اے علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۷ء) نے ایک یادگار انٹرویو میں فرمایا

ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''میں ایک مرتبہ قائد اعظم علیہ الرحمہ سے ملا تو میں نے پوچھا کہ پاکستان کب بنے گا؟ انھوں نے کہا یہ سوال بے معنی ہے۔ پاکستان اس وقت ہی بن گیا تھا جس وقت پہلا ہندو مسلمان ہو گیا تھا۔ میں نے کہا کہ جس طرح برسوں پہلے آپ کے بزرگوں نے ہندوستان میں اسلام کو بچایا تھا اسی طرح آپ بھی آج کے دور میں اسلام کو بچا رہے ہیں۔ میری یہ بات سن کر انھوں نے اس کی وضاحت مانگی تو میں نے کہا کہ مغل بادشاہ اکبر نے جب دین الٰہی کا آغاز کیا تھا، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کی مخالفت کی تھی، اس مخالفت میں وہ لوگ بھی پیش پیش تھے جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے اور یہ لوگ آپ کے اجداد تھے۔ میری یہ بات سن کر وہ سوچ میں پڑ گئے اور بولے'' آج مجھے پتہ چلا ہے کہ میرے عزیز و اقارب سرہند جانا کیوں ضروری سمجھتے ہیں۔''

یہ حقیقت ہے کہ قائد اعظم کے اجداد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے اور اس وقت تک وہ اپنے آپ کو مکمل نہیں سمجھتے تھے جب تک وہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری نہیں دے لیتے تھے۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے جب ملا مبارک اور اس کے بیٹوں ابو الفضل اور فیضی کی مدد سے اسلام کو ہندومت میں مدغم کرنے کی ناپاک تحریک ''دین الٰہی'' کے نام سے شروع کی اور صرف یک قومی نظریہ پیش کیا تو ان نازک ترین حالات میں سرمایہ ملت کے نگہبان حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے نہ صرف دو قومی نظریہ کا اعلان فرمایا بلکہ اسلام کے اس ازلی نظریہ کو حیات نو بخشی۔

اکبری دور کے فتنہ کے بعد بیسویں صدی عیسوی کی ابتداء میں دوبارہ ایک قومی نظریہ کے فتنے نے سر اٹھایا، گمراہوں نے رام، رحیم کو ایک بتایا، اللہ ایشور تیرو کا بھجن سنایا، ہندو

www.mujaddidway.com

مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگایا، گائے بھگتوں اور گائے کھاتوں کو متر بتایا، گاندھی نے پر فریب جال بچھایا، ابوالفضل و فیضی کے فکری وارث نام نہاد علماء کو اپنے ساتھ ملایا، کسی کو کوئی خیال نہ آیا، احمد رضا علیہ الرحمہ کو ملت اسلامیہ کے قومی درد نے تڑپایا، آپ نے بستر علالت پر ہی یہ فرمایا: ''غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنھوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیئے ہیں، تمھارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔''

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے جس شد و مد کے ساتھ پاک و ہند میں دوقومی نظریہ کا احیاء کیا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے بعد اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے بھی اسی اسلامی نظریہ قومیت کا پرچار کیا۔

قائداعظم علیہ الرحمۃ کے آباؤ اجداد نے اکبر کے ''دین الٰہی'' کے خلاف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عظیم قیادت میں بے مثال قربانیاں دی تھیں۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ جب قائداعظم علیہ الرحمۃ دوقومی نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے میدان عمل میں آئے تو حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کی اولاد امجاد نے بھی قائداعظم علیہ الرحمۃ کو تنہا نہ چھوڑا بلکہ ان کے دست راست بن کر ان کے شانہ بشانہ کام کیا اور پاکستان حاصل کر کے دم لیا۔ جناب محمد صادق قصوری نقشبندی کی شہرہ آفاق کتاب ''اکابر تحریک پاکستان'' (حصہ دوم) کے پیش لفظ میں زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قرشی (صدر مؤتمر عالم اسلامی، پنجاب، لاہور) لکھتے ہیں:

''تحریک پاکستان میں سرہندی خاندان نے تاریخی خدمات سرانجام دی ہیں، آخر کیوں نہ ہو، وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد اور ان کی عظیم روایات کے علمبردار ہیں، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ برصغیر پاک و ہند کی سب سے بڑی اسلامی شخصیت

تھے۔ اکبر نے اپنے عہد میں جو ''دین الٰہی'' کا بت تراشا تھا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اسے پاش پاش کر دیا۔ اکبر کے دور میں ''متحدہ قومیت'' کا جال بچھایا گیا تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی فراست ایمانی سے اس عظیم خطرے کو بھانپ لیا اور اس کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت اس عظیم برصغیر پاک و ہند میں دو قومی نظریہ کے بانی تھے، ان کی رائے میں اسلام اور کفر دو متضاد قومیں تھیں، جن میں کبھی اتحاد نہیں ہوا، اسی بنا پر اہل علم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو نظریہ پاکستان کا بانی قرار دیتے ہیں۔''

یہاں چند لمحوں کیلئے خانوادہ مجددیہ کے ان درخشندہ اور تابندہ نفوس قدسیہ کا تذکرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنکے فیوض و برکات سے قائداعظم مستفیض ہوئے، دو قومی نظریہ کو تقویت ملی اور مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔ جو اب عالم اسلام کی پہلی واحد ایٹمی طاقت ہے اور انشاء اللہ تا قیامت قائم رہے گی۔

پیر محمد اسماعیل جان روشن سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) خانوادہ مجددیہ کے ایک روشن ستارے ہیں، تحریک پاکستان میں آپ نے بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور مسلم لیگ کا ہر طرح سے ساتھ دیا حتیٰ کہ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں آپ سندھ میں مسلم لیگ کے صدر رہے۔ پیر محمد حسن جان سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) سرہندی خاندان کے گوہر آبدار ہیں، آپ نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کی بھرپور امداد کی، مریدین کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے کا حکم دیا اور بااثر لوگوں کو خطوط لکھ کر مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ پیر محمد حسین جان سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۵۰ء) سرہندی خانوادے کے ایک ممتاز فرد ہیں، آپ نے کانگریسیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، میرپور خاص میں مسلم لیگ کے عظیم الشان جلسے کرائے، ۱۹۳۸ء میں ایک عظیم الشان جلسہ میں قائد اعظم تشریف لائے اور ایمان افروز خطاب سے حاضرین کے قلب کو گرمایا جس سے مسلم لیگ

www.mujaddidiway.com

کی دھاک بیٹھ گئی اور کانگریسی مولویوں کی زبانیں گنگ ہونے لگیں، ۱۹۴۶ء کے فیصلہ کن انتخابات میں آپ کی حمایت سے مسلم لیگی امیدوار غلام محمد واسن تھر پارکر سے کامیاب ہو کر سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور کانگریس کے امیدوار شکست سے دوچار ہوئے۔ پیر غلام محمد سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) خانوادہ مجددیہ کے ایک دمکتے ہوئے آفتاب ہیں تحریک پاکستان کے دوران جب آپ کی خدمت میں جواہر لال نہرو حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ دعا کریں کہ قائداعظم پاکستان کے مطالبہ سے باز آجائیں اور یہ نیا راستہ چھوڑ دیں تو آپ نے فرمایا تم جس چیز کو چھوڑنے کیلئے مجھ سے سفارش کرنا چاہتے ہو اس کو اللہ نے منظور کرلیا ہے، یہ ملک ہر حال میں بن کر رہے گا۔ اب بھلا میں قائداعظم سے اس کے خلاف کیسے کہہ سکتا ہوں۔

قائداعظم نے اپنے خاص رفقاء موسیٰ قلعہ دار اور محمد علی مینار کے ذریعے آپ کو یہ پیغام بھجوایا کہ میری رہبری اور رہنمائی فرمائیں کہ پاکستان کے حصول کیلئے جو میں جدوجہد کر رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوگی یا نہیں؟ آپ نے قائداعظم کو کہلوایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمھارے سر پر پگڑی بگڑ رہی تھی حضور سرور دوجہاں ﷺ نے اس کو درست فرمادیا ہے لہٰذا مطمئن رہو، انشاءاللہ پاکستان ضرور بنے گا اور اس کا سہرا تمھارے سر ہو گا۔ پاکستان بننے کے بعد نہ صرف آپ خود یہاں سے تشریف لے آئے بلکہ ہندوستان کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کو جو آپ سے ارادت رکھتے تھے ان کو بھی یہاں آنے کی دعوت دی اور یہاں کاروبار کرنے کا حکم دیا تاکہ پاکستان کو مستحکم بنایا جاسکے۔

نور المشائخ ملا شور بازار کابلی علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) گلستان مجددیہ کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ قائداعظم نے مسلم لیگی وفد کے ساتھ آپ سے ملاقات کی اور تعاون کی درخواست کی تو آپ نے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور اپنے تمام مخلصین کو مسلم

لیگ میں شمولیت کا حکم دیا چنانچہ آپ کے مریدین کو قبائلی علاقہ بلوچستان، گجرات کاٹھیاوار، ڈیرہ اسماعیل خان تک پھیلے ہوئے تھے مسلم لیگ کے کارکن بن گئے۔ پیر غلام مجدد سرہندی مجددی علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) خانوادہ مجددیہ کے چمکتے ہوئے آفتاب ہیں۔ آپ نے پورے سندھ میں مسلم لیگ کی شاخین قائم کیں اور اسے عوامی جماعت بنایا۔ ۱۹۴۶ء میں سندھ میں فیصلہ کن انتخابات ہوئے اور مسلمانوں کے سو فیصد ووٹ پاکستان کے قیام کیلئے پڑے۔ ایک دفعہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے مقصد کو بروئے کار لانیوالا یہی شخص ہوا ہے، اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے، جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کر رہا ہے، کیا کافر کو وکیل نہیں بنایا جاتا؟ بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے۔

پیر عبد اللہ جان سرہندی مجددی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) گلستان مجددیہ کے گل سرسبد ہیں۔ آپ نے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قیام پاکستان کیلئے دیوانہ وار کام کیا، اپنے تمام مریدوں کو مسلم لیگ کی حمایت کی تاکید فرمائی۔ پیر حافظ محمد ہاشم جان سرہندی مجددی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) سرہندی مجددی خاندان کے جگمگاتے ہوئے آفتاب ہیں، تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور اپنی تمام تر قوتوں کو مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیا، سندھ کے دیوبندی علماء کی تمام تر ہمدردیاں کانگریس سے وابستہ تھیں، آپ نے دیگر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر ان کے اثر و رسوخ کو زائل کیا۔

پیر محمد اسحاق جان سرہندی مجددی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) سرہندی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران ۱۹۴۳ء کو جب قائد اعظم میر پور خاص تشریف لائے تو آپ نے استقبال کیلئے نوجوانوں کے گروپ تیار کیئے، ان گروپوں کے

www.mujaddidway.com

قائد بھی آپ ہی تھے۔ قائداعظم نے از راہ محبت آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر اظہار خوشنودی کیا اور آپ کے جوش و ولولہ کو خراج تحسین پیش کیا، مسلم لیگ ضلع تھر پارکر کے صدر کی حیثیت سے آپ نے سندھ میں ہر محاذ پر مخالفین پاکستان سے ٹکر لی اور انھیں شکست سے دوچار کیا۔ پیر عبد الستار جان سرہندی مجددی علیہ الرحمہ نے تحریک پاکستان میں بڑا فعال کردار ادا کیا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کو ''سندھ مسلم لیگ کونسل'' کی میٹنگ ہوئی، اس موقع پر قائداعظم بھی تشریف لائے۔ اس میٹنگ میں سات ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جن میں پیر عبد الستار جان سرہندی علیہ الرحمہ بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی نے بڑا کام کیا، کانفرنسیں کرائیں، لٹریچر عام کیا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں سندھ کے اندر مسلم لیگ کی ۴۵۰ شاخیں قائم ہوگئیں۔ کانگریس اور اس کی ذیلی جماعتیں بری طرح ناکام ہوئیں۔

پیر غلام مرتضٰی سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ خاندان مجددیہ کے آفتاب ہیں۔ آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، ۲۸ جنوری ۱۹۴۰ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کی جنرل باڈی کے اجلاس میں تیس ارکان پر مشتمل جو ورکنگ کمیٹی بنائی گئی اس میں آپ بھی شامل تھے۔ ۲۵ جنوری ۱۹۳۹ء کو ملیر کراچی میں ضلعی مسلم لیگ کانفرنس ہوئی اس کا تمام انتظام و انصرام آپ نے فرمایا تھا۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء ضلع کراچی کے صدر منتخب ہوتے رہے، ۱۹۴۴ء میں ضلع کراچی سے سندھ مسلم لیگ کے صوبائی کونسلر منتخب ہوئے اسی طرح ۱۹۴۵ء میں سندھ مسلم لیگ کے سالانہ انتخابات میں دس ارکان پر مشتمل جو ورکنگ کمیٹی بنائی گئی اس میں بھی آپ کو ممبر منتخب کیا گیا۔

پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی مدظلہ العالی مجددی گھرانے کی ایک روشن شمع ہے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مسلم لیگ کی خدمت کیلئے دن رات کمر بستہ رہے، کانگریسی علماء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، تقریر و تحریر کے ذریعے نظریہ پاکستان کی

www.mujaddidway.com

تشہیر کی اور ہندوؤں کے ایجنٹوں کی خوب قلعی کھولی۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اکبر کے بعد بھی جہانگیر بادشاہ کے ہر قسم کے دباؤ کے باوجود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی اور آپ اس کے شاہی جاہ وجلال کے سامنے کسی قیمت پر نہ جھکے۔ مصور پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اسی عزیمت پسندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے ۔۔۔ جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کے آباء واجداد کو حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی قیادت میسر تھی، ان کو بھی نہ جھکنے اور نہ بکنے کا درس گویا ورثہ میں ملا تھا۔ انگریزوں، ہندوؤں، سکھوں، قادیانیوں اور غدار نام نہاد مسلمانوں کے ہر طرح کے شدید دباؤ کے باوجود بھی آپ ثابت قدم رہے اور کسی موقع پر بھی نہ بکے، نہ جھکے، یہاں صرف ایک واقعہ سماعت فرمائیے اور ان کی ثابت قدمی کو داد دیجیے۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سینٹرل اسمبلی میں تقریر کر رہے تھے، آپ ہمیشہ ایک آنکھ پر چشمہ لگاتے تھے اتفاق سے ان کا یہ ایک چشمہ گر گیا لوگوں نے سوچا کہ اب تو انھیں جھک کر یہ چشمہ اٹھانا پڑے گا لیکن لوگوں کی حیرت کی انتہا ہوگئی جب انھوں نے اپنی جیب سے دوسرا ایسا ہی چشمہ نکال کر اپنی آنکھ پر لگایا اور اپنی تقریر جاری رکھی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب متحدہ ہند کا آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن آزادی کی تقریبات میں حصہ لینے کراچی آیا اور اس نے اپنی تقریر میں قائداعظم کی توجہ اقلیتوں کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا ”مجھے امید ہے کہ اقلیتوں کے سلسلے میں پاکستان میں اکبر کی تقلید کی جائے گی۔“ جواب میں قائداعظم علیہ الرحمہ نے برجستہ فرمایا ”ہمیں اکبر کی تقلید کی کیا

ضرورت ہے؟۔۔۔۔ہم اپنے رسول پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلیں گے،جنھوں نے ۱۳ سو سال پہلے صرف الفاظ ہی سے نہیں بلکہ عملاً عیسائیوں اور یہودیوں سے انتہاء درجے کی رواداری کا سلوک کیا اوران کے عقیدے اور دین کا ازحد احترام کیا۔‘‘

ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مغل بادشاہ اکبر کے نام سے مغالطہ دینا چاہا۔شاید اسے علم نہیں تھا کہ اکبر کے ’’دین الٰہی‘‘ کے خلاف جہاد میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کرام بھی شامل تھے۔

ماؤنٹ بیٹن جانتا نہ تھا یا جاننے کے باوجود قصداً دھوکہ دینا چاہتا تھا ورنہ ’’اکبری نظریات‘‘ کے تحت تو ’’دوقومی نظریہ‘‘اور قیام پاکستان کی بھی ضرورت نہ تھی۔اکبر تو ’’متحدہ قومیت‘‘ کا غالی علمبردار تھا،قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے ’’مسلم نما نام‘‘ سے دھوکہ نہ کھایا اور نہ اس کی الحاد پرستی کی تائید کی بلکہ نہایت عمدہ برجستہ جواب دیا جس سے آپ کی اسلامی نظام سے محبت آشکارا ہے۔یوں بھی جس شخصیت کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت خاندان سے ورثہ میں ملی تھی وہ ’’دین الٰہی‘‘ کے موجد اکبر ملحد کی کیونکر تائید کر سکتے تھے۔

آخر میں نور المشائخ حضرت ملا شور بازار کابلی سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ پر مقالہ کا اختتام کرتا ہوں

’’جب تک تمام اسلامی ممالک اپنے سب ذاتی اختلافات ختم نہیں کرتے اور ایک رشتہ اخوت میں متحد نہیں ہوں گے اسی طرح ذلت کی زندگی گزاریں گے۔بڑی طاقتوں اور اسلام دشمن قوتوں کا کھلونا بنے رہیں گے۔مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ہم اپنی صفوں میں اتحاد واستحکام قائم کرلیں گے تو وہی طاقتیں اسلام کے دروازے کی سوالی بن جائیں گی‘‘۔

www.maktabah.org

حضرت شیخ احمد سرہندی اور مستشرقین

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ

شعبہ علوم اسلامیہ، جی۔سی یونیورسٹی لاہور

مستشرق ایسے غیر مشرقی عالم کو کہتے ہیں جو مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کا مطالعہ کرتا ہے۔ بنیادی طور پر مستشرق انگریزی زبان میں مستعمل لفظ Orientalist کا عربی مترادف ہے جس کا مطلب ''**المنجد فی اللغۃ والاعلام**'' میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

اَلْعَالِمُ بِا للُّغَاتِ وَالْآدَابِ وَالْعُلُوْمِ الشَّرقِیَّۃِ وَالْاِسْمُ الْاِسْتَشْرَاقُ (۱)

مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہتے ہیں اور اس علم کا نام استشراق ہے۔ انگریزی زبان میں استشراق (Orientalism) کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے۔

"The knowledge and study of oriental language, literature e.t.c (2)

مشرقی زبانوں اور ادب وغیرہ کا علم اور مطالعہ استشراق کہلاتا ہے۔ معروف مفسر، سیرت نگار اور عالم و صوفی حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کے مطابق Orientalism یعنی استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا اور فرانس

۱۔ المنجد فی اللغۃ والاعلام (بیروت: دار المشرق، ۱۴۰۵) ص ۳۸۴

2. Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of the English Language (New Jersey: Gramercy Books, 1989) P.1015

www.mujaddidiway.com

کی کلاسیکی لغت میں استشراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا۔ حالانکہ عملی طور پر تحریک استشراق اس سے کئی صدیاں پہلے وجود میں آ چکی تھی اور پورے زور وشور سے مصروف عمل تھی۔(3)

مستشرقین نے قرآن مجید، احادیث نبویہ، سیرت رسول ﷺ، شریعت اسلامیہ اور تاریخ اسلام سے متعلق کئی مقالات اور کتب لکھی ہیں۔ انھوں نے تاریخ تصوف سے متعلق بھی بہت کچھ لکھا ہے چونکہ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز ایک عظیم صوفی اور مصلح تھے اس لئے مستشرقین نے بھی ان کی حیات وتعلیمات، احیائے دین کیلئے ان کی کوششیں اور ان کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ زیر نظر مقالے میں مستشرقین کی صرف انگریزی کتب سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ذکر پر مبنی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

جان۔ پی۔ براؤن (John P. Brown):

براؤن نے "The Darrivishes or Oriental Spiritualism" کے عنوان سے تصوف پر ایک کتاب لکھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۶۸ء میں شائع ہوا۔ بعد میں یہ کتاب ایچ۔ اے۔ روز (H.A.Rose) نے ایڈٹ کر کے ۱۹۶۸ء میں شائع کی۔ اس میں ضمیمہ اول (Appendix-1) نقشبندی تاریخ کے کچھ مسائل (Some Problems in Naqshbandi History) کے عنوان سے دیا گیا ہے۔ اس میں خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ کے خلیفہ کا نام اس طرح درج ہے۔

"Imam Rabbani Mujaddid Alif Sani Sh. Ahmad

۳۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ وعبد الرسول ارشد۔ ضیاء النبی ﷺ لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۴۱۸ھ) ج ۶، ص ۱۲۰، ۱۲۱

Faruqi Sirhindi" (4)

اس کتاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے

The history of the Naqshbandi order would be of some interest if it could be recovered, not merely because it has played an important part in Muslim thought, but also because it has had no little influence on the political vicissitude of India, Mesopotamia, and, to a less extent Turkey. (5)

(سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ کچھ دلچسپی کی حامل ہوگی اگر اس پر از سر نو غور کیا جائے، نہ صرف اسلئے کہ اس نے مسلم فکر میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ اس لئے کہ اس کا ہندوستان، عراق اور کسی حد تک ترکی کے سیاسی نشیب و فراز کا اثر کچھ کم نہیں ہے۔)

ان سطور میں براؤن نے سلسلہ نقشبندیہ کے جس پہلو کو اجاگر کیا ہے اس میں سب سے نمایاں کردار حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کا ہے۔

پروفیسر ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ (T.W.Arnold)

پروفیسر آرنلڈ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "**The Preaching of Islam**" مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں مسلم صوفیا کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے شیخ احمد فاروقی سرہندی

---

4. Brown, John P. , The Darrivishes or Oriental Spiritualism edited by H. A. Rose (Frank cass & company Limited, 1968)P.444

5. Ibid, P.435

www.mujaddidway.com

المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مبلّغ اسلام کے طور پر متعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

In the reign of the Emperor Jahangir (1605-1628) there was a certain Sunni theologian, named Shaykh Ahmad Mujaddid, who especially distinguished himself by the energy with which he controverted the doctrines of the shi'ahs : the latter being at this time in favour at court, succeeded in having him imprisoned on some frivolous charge, during the two years that he was kept in prison he converted to Islam several hundered idolaters who were his companions in the same prison. (6)

شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۸ء) کے دور حکومت میں ایک سنی عالم دین شیخ احمد مجدد نامی تھے جنھوں نے خاص طور پر ایسی امتیازی قوت حاصل کر لی تھی جس سے انھوں نے شیعہ عقائد کی تردید کی۔ شیعوں نے اس وقت دربار میں رسوخ حاصل کر کے انھیں کسی معمولی الزام پر قید کروانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ دو برس کی قید کے دوران انھوں نے اسی جیل کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔

---

6. Arnold, T.W., The preaching of Islam (Lahore: Shirkat-i-Qualam,1956) P.412

www.mujaddiyah.com

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے مذہب و اخلاقیات کی دائرۃ المعارف (Encyclopedia of Religion and Ethics) میں مطبوعہ اپنے بعض مقالات میں برصغیر کی اس عظیم روحانی شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اپنے مقالے **"Missions (Muhammadan)"** میں یہ مستشرق رقمطراز ہیں:

In India, in the 17th cent., a theologian, named Shaikh Ahmad Mujaddid , who had been unjustly imprisoned, is said to have converted several hundered idolaters whom he found in the prison. (7)

ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم دین جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا۔ جیل میں ڈال دیئے گئے، ان کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو حلقہ بگوش اسلام کرلیا۔

پروفیسر آرنلڈ نے اسی دائرۃ المعارف میں اپنے ایک دوسرے مقالے **" Saints and Martyrs"** میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

The Naqshbandi order did not attain such a vogue in India as the others, it was introduced there by Shaikh Ahmad al-Faruqi, who died at Sirhind in 1625, and

---

7. Arnold, T.W., Missions (Muhammadan), in "Encyclopedia of Religion and Ethics" (Edinburgh: T&T. Clark, Third edition, 1953) Vol. VIII, P.748.

www.mujaddidiway.com

there are several other shrines of this order in India, notably that of Shah Musafir (d.1698) at Aurangabad.(8)

نقشبندی سلسلہ ہندوستان میں دوسرے سلاسل کی طرح رواج نہیں حاصل کر سکا۔اسے وہاں شیخ احمد الفاروقی نے متعارف کروایا جن کا وصال ۱۶۲۵ء میں سرہند کے مقام پر ہوا اور وہاں اس سلسلے کے کئی دوسرے مزارات ہیں جن میں اورنگ آباد میں شاہ مسافر (متوفی ۱۶۹۸ء) کا مزار قابل ذکر ہے۔

ایچ۔اے۔آر۔گب (H.A.R. Gibb):

سرہملٹن گب اپنی تصنیف **"Mohammadanism - An Historical Survey"** مطبوعہ ۱۹۴۹ء میں مسلم مصلحین کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

During the seventeenth and eighteenth centuries a succession of remarkable scholars strove to restate the bases of Islamic theology in a manner which broke away from the formalism of the orthodox manuals and laid new stress upon the psychological and ethical elements in religion. Among the more outstanding figures in this movement, which has not

---

8. Arnold, T.W., Saints and Martyrs, Op. cit, Vol. P.69

www.mujaddiway.com

yet received the attention it deserves, were the Syrian Abdal-Ghani of Nablus (1641-1731) and the Indians Ahmad Sarhindi(1563-1624)and Shah Wali Allah of Delhi (1702-62) (9).

سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے درمیان ممتاز علماء نے یکے بعد دیگرے یہ کوشش کی کہ اسلامی دینیات کو نئی بنیادوں پر استوار کیا جائے جس کے ذریعے صحیح العقیدہ نصاب سے رسموں کو الگ کر دیا گیا اور مذہب میں نفسیاتی اور اخلاقی عناصر پر زور دیا گیا اس تحریک کی نمایاں شخصیات میں شام کے عبد الغنی نابلسی (۱۶۴۱ء تا ۱۷۳۱ء) اور ہندوستان کے احمد سرہندی (۱۵۶۳ تا ۱۶۲۴ء) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۲ تا ۱۷۶۲ء) شامل ہیں۔ اس تحریک کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی جس کی یہ مستحق تھی۔

یونیسکو مصنفین (UNESCO Writers):

یونیسکو کے زیر اہتمام ۱۹۶۹ء میں شائع ہونے والی کتاب **"History of Mankind"** میں حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

In the seventeenth century Ahmad Sirhindi attempted to reintroduce freedom of speculation and discussion into the tariqas of India but won a following chiefly because of the great intensity of his mysticism. He

---

9. Gibb, H.A.R.,Mohammadanism-An Historical Survey (London, Oxford, New York: Oxford University Press, 1948) P.111

www.mujaddidway.com

launched the doctrine of Wahdat al-Shuhud (unity by witness) as against that of wahdat al-Wujud (unity by existence)..... As the power of Islam declined in India, his followers were among the most zealous in urging Muslims to restore by words and arms the paramountacy of the Sharia. (10)

سترہویں صدی میں احمد سرہندی نے قیاس کی آزادی کو از سرنو متعارف کروایا اور انھوں نے ہندوستان کے سلاسل پر بحث کی لیکن اپنے تصوف کی شدت کے باعث سب سے بڑھ کر مریدین حلقہ بگوش کئے۔ آپ نے وحدت الوجود (وحدت بذریعہ وجود) کے برعکس وحدت الشہود (وحدت بذریعہ شہادت) کا نظریہ پیش کیا۔۔۔۔۔ جب ہندوستان میں اسلام کی طاقت رو بہ تنزل ہوئی تو ان کے پیروکار شریعت کی بالادستی کو زبانی و مسلح جہاد کے ذریعے واپس لانے والے پرجوش مسلمانوں میں انتہائی سرگرم تھے۔

ڈی۔این۔مارشل (D.N. Marshal):

مارشل اپنی کتاب "**Mughals in India**" مطبوعہ ۱۹۶۷ء میں شیخ مجدد الف ثانیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

Ahmad Faruqi Sirhindi..... was imprisoned at Gawalior in1028/1619 but later pardoned and received from

10. Gottschalk, Louis et.al., History of Mankind (Unesco, 1969 Printed by Unwin Brothers Limited Woking and London) Vol IV, P.436-37

www.maktabah.org

emperor Jahangir a Khil,at and a present in cash. (11)

احمد فاروقی سرہندی کو ۱۰۲۸ء بمطابق ۱۶۱۹ء میں گوالیار میں قید کردیا گیا لیکن بعد میں معاف کردیا گیا اور انھوں نے شہنشاہ جہانگیر سے خلعت اور نقدی کا تحفہ وصول کیا۔

جے اسپنسر ٹری منگھم (J.Spencer Trimingham):

معروف مستشرق ٹری منگھم نے تصوف کے سلاسل پر The Sufi Orders in Islam کے نام سے ۱۹۷۱ء میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

Of the various lines diverging from Baqi Billah two, which contrasted greatly in outlook, were that through his son, Husam-ad-din Ahmad (A.D. 1574-1633) following a pantheistic line, and a somewhat bigoted Sunni movement inspired by Baqi's pupil, Ahmad Faruqi Sirhindi (A.D. 1563-1624). nicknamed Mujaddid-i-Alf-i-Thani (reformer of the second Millenium), who, within his sphere of influence, attacked the link of sufism with antinomian mysticism and advocated what came to be known as the

---

11. Marshal, D.N., Mughal in India (Laond & New York: Mansell Publishing Limited, 1967) P.48

www.mujaddidway.com

Shuhudiyya doctrine derived from al-Simnani. His reaction against Akbar's tentatives towards religious syncretism earned him the emperor's disfavour, but his reformist outlook won the support of subsequent Mogul emperors. (12)

باقی باللہ سے نکلنے والی کئی شاخوں میں سے دو، جو اپنے زاویہ نگاہ میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ایک ان کے صاحبزادے[۱۳] حسام الدین (۱۵۷۴ء تا ۱۶۳۳ء) شروع ہوتی ہے جو ایک وحدت الوجودی شاخ ہے اور دوسری کٹر سنی تحریک جو باقی باللہ کے مرید احمد فاروقی سرہندی (۱۵۶۳ء۔۱۶۲۴ء) معروف بہ مجدد الف ثانی سے شروع ہوتی ہے جنھوں نے اپنے حلقہ اثر میں مسیحی روحانیت اور تصوف میں مماثلت پر تنقید کی اور السمنانی سے ماخوذ شہودیہ تصور کی حمایت کی اور اکبر کے مذاہب کی آمیزش کے تجربے کے خلاف ردعمل نے شہنشاہ کی نظر میں انھیں ناپسندیدہ بنا دیا مگر ان کے اصلاحی نقطہ نظر نے بعد کے مغل شہنشاہوں کی حمایت جیت لی۔

ڈاکٹر یوحنا فریڈمین(Dr. Yohanan Friedmann):

فریڈ مین ایک یہودی مستشرق نے ۱۹۶۶ء میں میکگل یونیورسٹی (McGill University) کے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے درج

---

12. Trimingham, J. Spencer, The Sufi Orders in Islam (Oxford University Press at the clarendon Press, 1971) P.95

۱۳۔ J.Spencer Trimingham کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے، خواجہ حسام الدین احمد حضرت خواجہ باقی باللہ کے فرزند نہیں بلکہ خلیفہ و جانشین تھے۔ دیکھئے حضرات القدس ۱/۳۲۱ (مرتب)

ذیل عنوان کے تحت اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جس پر انھیں پی ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ ڈگری دی گئی۔

"Shaykh Ahmad Sirhindi: An Outline of His Thought and a Study of His Image in the Eyes of Posterity"

یہ مقالہ ۱۹۷۱ء میں میکگل یونیورسٹی پریس نے زیور طبع سے آراستہ کیا ایک سو تیس صفحات پر مبنی اس تحقیقی مقالے کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. The Sources

2. The concept of Tajdid and the Millenium.

3. The self Image of Ahmad Sirhindi

4. Prophecy and Sainthood

5. Sirhindi's view of the Islamic Tradition. I

6. Sirhindi's view of the Islamic Tradition II

7. The Indian environment.

8. Sirhindi and the Mughal court.

9. Judgement of Posterity

10. Conclusion.

اس مقالے پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی رقمطراز ہیں:

The learned author has taken pains to judge things independently and has tried to correct the views of

www.mujaddidway.com

several contemporary writers of repute. He has refuted some baseless charges levelled against the shaykh and has given a picture of his environment, as depicted in his letters. (14)

فاضل مصنف نے باتوں کا آزادانہ جائزہ لینے کی کوشش کی ہے اور کئی معاصر مصنفین کے نقطہ نظر کی اصلاح کی کوشش کی ہے اس نے شیخ کے خلاف لگائے گئے بعض بے بنیاد الزامات کی تردید کی اور اس کی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کا نقشہ انھوں نے اپنے مکتوبات میں کھینچا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس مقالے کے متعلق اپنا تجزیہ ان الفاظ میں رقم کیا ہے:

''حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں فاضل مؤلف یوحنا فریڈ مین کا تاثر یہ ہے کہ آپ اول و آخر صوفی تھے، مصلح و مفکر نہ تھے، گو موصوف نے ایک جگہ (غالبًا بھولے سے) حضرت مجدد کو مفکر لکھ دیا ہے۔ (ص ۲۰) ان کا خیال ہے کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات کے پس منظر میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ فاضل موصوف دورِ جدید کے بعض محققین سے متاثر نظر آتے ہیں مثلاً شیخ محمد اکرام اور ڈاکٹر اطہر عباس رضوی وغیرہ، مگر ان حضرات نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔۔۔۔ موصوف نے بعض ایسے مآخذ کا بھی ذکر کیا ہے جو بظاہر مستند سمجھے جا سکتے ہیں مگر حقیقت میں مستند نہیں، بہر کیف مجموعی حیثیت سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے اور چونکہ ایک یہودی فاضل کی تصنیف ہے، اس لئے قابل قدر بھی ہے۔ قابل قدر اس لئے کہ یہودی ہوتے ہوئے انھوں نے کسی قسم کے

---

14. Islamic Studies, Vol XI. No. 4 (December 1972) P.313

تعصب اور دل تنگی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ جس طرح سمجھا، من وعن بیان کر دیا۔" (15)

اس مقالے میں بعض غیر مستند باتیں قاری کے ذہن پر بہت برا تاثر چھوڑتی ہیں جیسا کہ فریڈ مین نے لکھا ہے:

Because of his scholarship he was later invited to the court of Akbar at Agra. He stayed there for an unspecified period of time, during which he assisted the famous Wazir and writer Abu-al-Fazl in his literary work. (16)

"بعد ازاں علم کے باعث اکبر نے آپ کو آگرہ آنے کی دعوت دی۔ آپ نے غیر معینہ مدت کیلئے وہاں قیام کیا جس کے دوران آپ نے مشہور وزیر اور مصنف ابوالفضل کی ادبی کام میں معاونت فرمائی۔"

شیخ مجدد الف ثانی کے اکبر کے دربار میں بلائے جانے اور ان کے ابوالفضل کے ادبی کام میں مدد کرنے کا ذکر کسی قابل اعتبار ماٰخذ میں نہیں ملتا۔ تاہم شیخ کے اپنی مرضی سے شہنشاہ کے دربار میں جانے اور ابوالفضل کے بھائی فیضی کی غیر منقوط تفسیر میں مدد کرنے کا ذکر

۱۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر۔ سیرت مجدد الف ثانی (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، جون ۱۹۸۳ء) ص ۳۹۸،۳۹۹

16. Friedmann, Yohanan, Shaykh Ahmad Sirhindi: An Outline of His Thought and a Study of His Image in the Eyes of Posterity (London and Montreal;McGill University Press, 1971) P.XIII

www.mujaddidway.com

تذکروں میں ملتا ہے۔

فری لینڈ ایبٹ (Freeland Abbott):

ٹفٹس یونیورسٹی میڈفورڈ (Tufts University Medford) کے نامور محقق فری لینڈ ایبٹ نے مغلیہ سلطنت کا زوال اور شاہ ولی اللہ **"The Decline of the Mughal Empire and Shah Waliullah"** کے عنوان سے سہ ماہی امریکی مجلّے **"The Muslim World"** میں ایک مقالہ لکھا جسمیں انھوں نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

Among the problems over which orthodox and Sufis quarreled was one that had appeared long before, and one that Shaikh Ahmad Sirhindi thought he had effectively settled Shaikh Ahmad had maintained that the mystics were wrong when they argued in such pantheistic terms as the unity of existence, this was all illusion. There was instead, he argued, a duality of existence, Creator and the created were separate. Nevertheless, many Sufis did not accept his argument, and this old dispute continued to simmer. Waliullah sought to resolve it by showing that both sides were right..... it all depended how one looked at

www.mujaddidway.com

it.(17)

ان مسائل میں سے، جن پر مذہبی لوگوں اور صوفیا میں اختلاف تھا، ایک یہ تھا جو بہت پہلے نمودار ہوا اور جسے شیخ احمد سرہندی نے مؤثر طور پر حل کیا۔ شیخ احمد کی رائے میں یہ صوفیا کی غلطی تھی۔ جب انھوں نے وحدت الوجودی اصلاحات میں وجود کی وحدت پر بحث کی۔ اس کے بجائے انھوں نے وجود کی ثنویت پر استدلال کیا کہ خالق اور مخلوق ایک دوسرے سے علیٰحدہ ہیں۔ تاہم بہت سے صوفیا نے ان کی دلیل قبول نہیں کی اور یہ قدیم اختلاف جوں کا توں رہا۔ شاہ ولی اللہ نے اس کا یہ حل نکالا کہ دونوں کا نقطہ نظر درست ہے۔۔۔۔ اس کا انحصار اس پر ہے کہ کوئی اسے کیسے دیکھتا ہے؟

سی۔ ای۔ بوزورتھ (C.E.Bose Worth):

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of Islam) میں مقالہ ''سرہند'' کا مصنف سی۔ ای۔ بوزورتھ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر یوں کرتا ہے:

Sirhind is also famous as the birthplace in 971/1564 of the religious revivalist and reformer Shaykh Ahmad Sirhindi. (18)

---

17. Abbott, Freeland,"The Decline of the Mughal Empire and Shah Waliullah", The Muslim World, Vol. L11, No.2. (April 1962) P.120

18. The Encyclopedia of Islam (Leiden: Brill,1997) Vol.IX, P.673

www.mujaddidiway.com

(۹۷۱ھ ۱۵۶۴ء میں تجدید دین کرنے والے اور مصلح شیخ احمد سرہندی کے مقام ولادت کے طور پر بھی سرہند مشہور رہے۔)

این میری شمل (Annemarie Schimmel):

ڈاکٹر این میری شمل ایک جرمن مستشرقہ تھیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ، اسلامی تصوف اور اقبالیات پر تحقیق و تدقیق میں گذار دی۔ انھوں نے اپنی متعدد کتب میں حضرت شیخ احمد سرہندی کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنی تصنیف Pain and Grace میں اس عظیم صوفی بزرگ کے متعلق رقمطراز ہیں:

The activity of the Naqshbandis in the subcontinent was limited during the first century of Mughal rule. More emotional orders played a greater role. Only towards the end of Akbar's days,. Khwaja Baqi Billah, one of the leading masters of the order, came to India and gained a number of disciples very soon. Among them was Ahmad Sirhindi (d.1624), who tried to attract members of the Mughal court to the Naqshbandi path. Imprisoned for a year at Gwaliar, he was soon released and eventually gained the favour of the emperor Jehangir. His aim was to go back to the pure teachings of Islam, which excludes a "unity of Being" but admits of the possibility of " unity

www.maktabah.org

of vision" wahdat ash-shuhud. (19)

برصغیر میں نقشبندیوں کا کردار مغل راج کی پہلی صدی کے دوران محدود تھا۔ زیادہ جذباتی سلاسل نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اکبر کے آخری ایام میں اس سلسلے کے صرف ایک سرکردہ پیشوا خواجہ باقی باللہ ہندوستان تشریف لائے اور جلد ہی بہت سے مریدین ان کے حلقے میں شامل ہو گئے۔ ان میں احمد سرہندی (متوفی ۱۶۲۴ء) بھی تھے۔ جنھوں نے مغل دربار میں نقشبندی سلسلہ متعارف کرایا۔ ایک برس تک گوالیار میں قید رکھنے کے بعد جلد ہی آپ کو رہا کر دیا گیا اور اس کے نتیجے میں انھیں شہنشاہ جہانگیر کی حمایت حاصل ہو گئی۔ آپ کا مقصد اسلام کی خالص تعلیمات کی طرف رجوع تھا جن میں وحدت الوجود کو چھوڑ کر وحدت الشہود کے امکان کو تسلیم کرنا شامل تھا۔

اسی کتاب میں یہ مستشرقہ حضرت امام ربانی، آپ کے جانشینوں اور آپ کی کوششوں کے اثرات کا ذکر ان الفاظ میں کرتی ہیں:

Ahmad Sirhindi has been called, by the great philosopher Abdul Hakim Sialkoti, the Mujaddid-i-Alf-thani, the Renovator of the second millenium, since he appeared at the begining of the second millenium of the Islamic era in order to restore orthodox Islam, and he has been praised by his

---

19. Schimmel, Annemarie, Pain and Grace (Leiden: E.J.Brill, 1976) P.6

www.mujaddidway.com

admirers even in Turkey as the Imam-i-Rabbani. The Divinely leader of the community..... He saw himself and three of his descendants as divinely invester beings, higher even than the Qutb , the pole of the traditional ,Mystical hierarchy, and destined to guide the Muslim people as Qayyum. This remarkable self-consciousness of Naqshbandi leaders, together with their skill in politics made them more and more influential in India. Ahmad Sirhindi's successors and followers successfully worked to peneterate into the court circles. Shah Jahan's second son, Aurangzab Alamgir, lent his ear to their advice, and fought against the ideals which led his elder brother Dara Shikoh to his attempts to mystical reconciliation between Islam and Hinduism. (20)

احمد سرہندی کو عظیم فلسفی، عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجدد الف ثانی کا لقب دیا ہے، کیونکہ آپ اصل اسلام کے احیاء کیلئے مسلم تقویم کے دوسرے ہزاریئے کے آغاز پر نمودار ہوئے اور

---

20. Schimmel, Annemarie, Pain and Grace (Leiden: E.J.Brill, 1976) P.7

www.maktabah.org

آپ کے مداح حتیٰ کہ ترکی میں آپ کو ''امام ربانی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔۔۔۔آپ نے اپنے آپ کو اور اپنے تین نسبی خلفاء کو مامور من اللہ سمجھتے تھے جو کہ روایتی صوفیانہ نظام میں قطب سے بھی بلند مقام رکھتے تھے اور انھیں مسلم عوام کی رہنمائی کیلئے قیوم مقرر کیا گیا۔نقشبندی رہنماؤں کی یہ قابل ذکر خود آگاہی اور ان کی سیاست میں مہارت نے انھیں ہندوستان میں بہت با اثر بنا دیا۔ احمد سرہندی کے خلفاء اور پیروکاروں نے درباری حلقوں تک رسائی کی کامیاب کوشش کی۔شاہ جہاں کے دوسرے بیٹے اورنگزیب نے ان کی نصیحت پر کان دھرا اور ان تصورات کے خلاف لڑا جو اس کے بھائی داراشکوہ اسلام اور ہندوازم میں روحانی مصالحت کی کوششوں کی طرف لے گئے۔

ڈاکٹر این میری شمل نے فکر اقبال کے مختلف گوشوں پر ''شہپر جبریل'' (Gabriel's Wing) مطبوعہ ۱۹۶۳ء میں روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب میں انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے متعلق لکھا ہے:

The orthodox protest was personified in the person of Ahmad Sirhindi who entered the religio-political scene at the end of Akbar's reign, and pursued his struggle under his son Jihangir (1605-1627). Ahmad Sirhindi was called , by his admire , the Mujaddid-i-Alff-i-thani, the reformer of the second Millenium, because he appeared at the begining of the 11th century of Hijra. He utilized for his teaching the order of Naqshbandiya which had come from Central Asia and had been

popular with the first Mughal Emperor as well as with their Uzbek adversaries,and propagated his ideas through this rapidly spreading order. (21)

جمہور مسلمانوں کے ردعمل کو شیخ احمد سرہندی نے مؤثر صورت میں پیش کیا ہے جنھوں نے اکبر کے آخری دور میں اپنے مذہبی اور سیاسی خیالات کا اظہار کیا اور اپنی جدو جہد اس کے بیٹے جہانگیر (۱۶۰۵۔۱۶۲۷ء) کے دور میں جاری رکھی۔ احمد سرہندی کو ان کے مداح مجدد الف ثانی کے نام سے پکارتے ہیں یعنی ہزارے کا تجدید دین کرنے والا، کیونکہ آپ گیارھویں صدی ہجری کے آغاز میں منصۂ شہود پر آئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیم دی جو وسطی ایشیاء سے آیا تھا اور ابتدائی مغل شہنشاہوں اور ان کے ازبک حریفوں میں بھی مقبول تھا۔ اور آپ نے اس تیزی سے پھیلتے ہوئے سلسلے کی وساطت سے اپنے خیالات کی اشاعت کی۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ علامہ محمد اقبال کی پسندیدہ روحانی شخصیت تھے اس لیے انھوں نے شیخ مجدد کا ذکر اپنے منظوم ومنثور تحریروں میں کیا ہے۔ اسی لئے شمل نے بھی ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

The Mujaddid drew a clear distinction between Islam and infidelity, and urged the government to revert again to the long forgotten Islamic customs, his fervour for the purity of faith made him even work

---

21. Schimmel, Annemarie, Gabriel's Wing- A Study into the Religious Ideas of Sir Muhammad Iqbal (Lahore Iqbal Academy, 2nd edition, 1989) P.7.

against the very influential group of Shia like the empress Nur Jahan and her father who were practically ruling the country. Not withstanding these political efforts, Ahmad Sirhindi's most important contribution to Indian Islam is the strict refusal of the doctrine of monistic pantheism (wahdat al-wujud) which had been laid down in Ibn Arabi theories submerging almost all the other mystic movements in the Islamic world from the 13th century onwards..... He advocated the doctrine of wahdat ash-shuhud "testimonarian monoism" essential monoism expressing, according to him, only a subjective experience, not a metaphysical truth. His influence has through Naqshbandiya, reached even Turkish Muslims and impressed them deeply. Iqbal , too, was a great admiror of Imam Rabbani. (22)

حضرت مجدد نے اسلام اور کفر کا فرق واضح کیا اور حکومت پر زور دیا کہ مدتوں سے

www.mujaddidway.com

---

22. Schimmel, Annemarie, Gabriel's Wing - A Study into the Religious Ideas ofSir Muhammad Iqbal (Lahore Iqbal Academy, 2nd edition, 1989) P.8.

فراموش شدہ شعائر اسلامی پر از سر نو عمل کروائیں۔ خالص اسلام کی احیاء کی کوششوں کی وجہ سے شیعہ لوگوں کا بااثر گروہ جیسے ملکہ نور جہاں اور اس کا باپ جو کہ ملک کے حقیقی حاکم تھے، ان کے سخت مخالف ہو گئے۔ ان کی سیاسی مساعی کے باوجود، احمد سرہندی کا ہندوستان میں اسلام کیلئے سب سے اہم کارنامہ وحدت الوجود کے تصور کا شدت سے رد تھا جس کی ابن عربی کے تصورات سے بنیاد پڑی اور اسے تیرہویں صدی سے اسلامی دنیا میں قریباً دوسرے تمام سلاسل اپنانے لگے تھے۔۔۔۔ آپ نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا جو کہ ان کے مطابق ایک تجربی عمل ہے نہ کہ مابعد الطبیعاتی صداقت۔ ان کا فیض سلسلہ نقشبندیہ کے توسط سے ترک مسلمانوں تک پہنچا اور وہ بھی ان سے عمیقاً متاثر ہوئے۔ اقبال بھی امام ربانی کے بڑے مداح تھے۔

ڈاکٹر شمل نے اپنی معروف کتاب **"Muhammad is His Messenger"** کا گیارہواں باب طریقہ محمدیہ سے متعلق لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے داخل ہونے اور اس سلسلے کے عظیم صوفی حضرت مجددؒ کے متعلق لکھا ہے:

The Naqshbandiyya reached India via Afghanistan in the late sixteenth century, the major figure in this development was Khawaja Baqi- Billah, a friend of many intellectuals in Akbar's days. Ahmad Sirhindi joined the order and soon began to preach against the tendencies of the emperor Akbar, which seemed to many to blur the borders between Islam and

www.mujaddidway.com

"infidelity" He would not accept any religious way as valid with the exception of Islam. His concept was that of a mystically tinged Islam which yet retained its pristine purity without any admixture of pagan, that in this case, Hindu, elements. (23)

نقشبندیہ سلسلہ سولہویں صدی کے آخر میں براستہ افغانستان، ہندوستان میں داخل ہوا۔ اس کی ترویج کرنے والی عظیم ہستی خواجہ باقی باللہ تھے جو کہ اکبری دور کے کئی صاحبانِ علم وفراست کے دوست تھے۔ احمد سرہندی اس سلسلے میں داخل ہوئے اور جلد شہنشاہ اکبر کے رجحانات کے خلاف تبلیغ کرنے لگے جو اسلام اور کفر کی تفریق کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ آپ نے اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہبی طریقے کو جائز تسلیم نہیں کیا۔ ان کا نظریہ روحانی جھلک رکھنے والا اسلام تھا جو ابھی تک الحاد کی آمیزش کے بغیر ابتدائی ایام کی طرح خالص ہو۔ یہاں الحاد سے مراد ہندو عناصر تھے۔

اسی کتاب میں ڈاکٹر این میری شمل ہندوستانی سیاست میں شیخ احمد سرہندی کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

Ahmad Sirhindi, like many other Naqshbandi leaders, certainly had political ambitions, and this political role of his, which proved important for the development of

---

23. Schimmel, A., And Muhammad is His Messenger (Lahore: Vanguard Books Ltd, 1987) P.217

www.mujaddidway.com

Indo-Muslim self-consciousness, has been highlighted during century by the defenders of the Two Nation Theory that the Muslims of India form a closed community sharply distinguished from the Hindu majority. (24)

احمد سرہندی دوسرے نقشبندی رہنماؤں کی طرح یقیناً سیاسی عزائم رکھتے تھے جو کہ ہندوستانی مسلمانوں کی خود آگاہی کو اجاگر کرنے کیلئے اہم ثابت ہوئے جس کا اظہار ہماری اس صدی کے دوران دوقومی نظریہ کے حمایت کرنیوالوں سے ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں جو کہ ہندو اکثریت سے بالکل مختلف ہیں۔

ڈاکٹر شمل اپنی ایک اور تصنیف **"Mystical Dimension of Islam"** میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتی ہیں:

It was Baqi Billah's disciple Ahmad Faruqi Sirhindi (1564-1624) who was destined to play a major role in Indian religious and, to some extent, political life. Ahmad had studied in Sialkot, one of the centres of Islamic scholarship during the Mughal period. In Agra he came in touch with Fayzi and Ab-ul-Fazl, Akbar's

---

24. Schimmel, A., And Muhammad is His Messenger (Lahore: Vanguard Books Ltd, 1987) P.217

www.mujaddidiway.com

favourite writers and intimate friends, who were, however, disliked by the orthodox because of their "heretical" views. Ahmad Sirhindi, like a number of his compatriots, had an aversion to the Shia, to which persuasion some of the southern Indian rulers belonged and which became more fashionable at the Moughal court in the late days of Akbar's rule and in the reign of Jahangir (1605-27), whose intelligent and politically active wife, Nur Jihan, was herself a Shia.(25)

یہ باقی باللہ کے مرید احمد فاروقی سرہندی (۱۵۶۴ء۔۱۶۲۴ء) تھے جن کی قسمت میں ہندوستان کی مذہبی اور کسی حد تک سیاسی زندگی میں اہم کردار ادا کرنا لکھا تھا۔ احمد نے سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی جو کہ مغل عہد میں اسلامی تعلیم کے مراکز میں سے ایک تھا۔ آگرہ میں ان کا فیضی اور ابوالفضل سے رابطہ رہا جو کہ اکبر کے پسندیدہ مصنف اور قریبی دوست تھے تاہم ان دونوں کو دوسرے صحیح العقیدہ مسلمان ان کے کفریہ خیالات کے باعث ناپسند کرتے تھے۔ احمد سرہندی اپنے دوسرے کئی ہم وطنوں کی طرح شیعوں سے نفرت کرتے تھے جس فرقے سے بعض جنوبی ہندوستان کے لوگ تعلق رکھتے تھے اور جنھوں نے اکبری دور کے آخری

25. Schimmel, A., Mystical Dimensions of Islam (Lahore Sang-e-Meel Publications, 2003) P.367

www.mujaddidway.com

دنوں میں اور جہانگیر کے دور حکومت میں مغل دربار میں مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ جہانگیر کی ذہین اور سیاسی طور پر متحرک بیوی نور جہاں بذات خود ایک شیعہ تھی۔

اس مستشرق مصنفہ نے مکتوبات کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

Although Ahmad Sirhindi composed a number of books, his fame rests chiefly upon his 534 letters, of which 70 are addressed to Mughal officials. They were, like many letters by mystical leaders, intended for circulation, with only a few of them meant for his closest friends. He gave utterance to ideas that shocked some of the defenders of orthodoxy, as can be seen from some teartises published against his teachings in the late seventeenth century. The letters have been translated into Arabic, Turkish and Urdu from the original Persian, and from them Ahmad gained the honorific title Mujaddid-i-alf-thani, "the Renovator of the second millenium" (after the hijra) and imam-i-rabbani, the divinely inspired leader."(26)

26. Schimmel, A., Mystical Dimensions of Islam (Lahore Sang-e-Meel Publications, 2003) P.367

www.mujaddidway.com

اگرچہ احمد سرہندی نے متعدد کتب مرتب کی ہیں لیکن ان کی شہرت زیادہ تر ان ۵۳۴ مکتوبات کے باعث ہے جن میں سے ستر مغل اہلکاروں کو لکھے گئے ہیں دوسرے بہت سے صوفیا کے مکتوبات کی طرح یہ اشاعت کے ارادے سے لکھے گئے جن میں سے صرف چندان کے بہت ہی قریبی دوستوں کے نام ہیں۔انھوں نے ایسے خیالات کا اظہار کیا جس سے راسخ العقیدگی کے بعض حامیوں کو دکھ پہنچا جیسا کہ سترہویں صدی کے آخر میں ان کی تعلیمات کے خلاف مطبوعہ رسائل میں دیکھا جا سکتا ہے۔مکتوبات کا اصل فارسی کے علاوہ عربی، ترکی اور اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔اوران کے باعث احمد کو مجدد الف ثانی اور امام ربانی خطابات دیئے گئے ہیں۔

ماریان مولے (Marijan Mole):

ڈاکٹر این میری شمل نے شیخ احمد سرہندی کی وحدت الوجود کی تردید اور وحدت الشہود کے اثبات کے حوالے سے لکھا ہے:

Marijan Mole has interpreted Ahmad's theology well; he explains the tauhid-i wujudi as an expression of 'ilm al-yaqin, and tauhid-i-shuhudi as 'ayn al-yaqin.(27)

ماریان مولے نے شیخ احمد کے مذہبی عقائد کی اچھی تشریح کی ہے، انھوں نے توحید وجودی کو علم الیقین کے اظہار کے طور پر اور توحید شہودی کو عین الیقین کے طور پر واضح کیا ہے۔

---

27. Schimmel, A., Mystical Dimensions of Islam (Lahore Sang-e-Meel Publications, 2003) P.368

www.mujaddidiway.com

مولے کا اصل تحقیقی کام فرانسیسی زبان میں ہے۔ بعض کتب (Bibliography) میں ان کی سات کتب اور مقالات کا ذکر کیا گیا ہے۔

آرتھر ایف۔ بوہلر(Arthur F. Buehler):

ایک امریکی پروفیسر بوہلر نے **"Sufi Heirs of the Prophet"** کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں ہندوستان کے سلسلہ نقشبندیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ پروفیسر موصوف اسلام قبول کر چکے ہیں اور انھوں نے اپنا نام سالم عبداللہ رکھا ہے تاہم وہ اپنا اصلی نام ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

Shaykh Ahmad Sirhindi (971/1564-1034/1624) initiated third stage of Naqshbandi history, when the Naqshbandiyyah became an Indian lineage known as "the renewer of the second millemium" (Mujaddid-i-alf-i-thani), he was the most famous of Baqi Billah's disciples and exhibited his extraordinary spiritual aptitude by becoming a successor to Baqi Billah in less than three months more than any other Indian Naqshbandi after Bahauddin, both redefined the role of Sufi practice in society and elaborated Naqshbandi mystical exercises. The renaming of the path to Mujaddidiyya reflects the significance of

www.mujaddidiyah.com

Sirhindis influence, he is regarded as a co-founder of the later Naqshbandiyya.(28)

شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ۔۱۰۳۴ھ/ ۱۵۶۴ء۔۱۶۲۴ء) سے نقشبندی تاریخ کے تیسرے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے جب نقشبندیہ ہندوستان کا سلسلہ بن گیا۔ جو مجدد الف ثانی کے نام سے معروف ہیں، آپ باقی باللہ کے سب سے مشہور مرید (وخلیفہ) تھے اور تین ماہ سے کم عرصہ میں باقی باللہ کے جانشین بننے کیلئے اپنے غیر معمولی روحانی رجحان کا مظاہرہ کیا۔ بہاء الدین کے بعد کسی بھی ہندوستانی نقشبندی سے زیادہ دونوں نے معاشرہ میں صوفیانہ طریقے کی ازسرنو تعریف کی اور نقشبندی روحانی طریقے واضح کئے۔ اس سلسلے کو مجددیہ کا نام دینا سرہندی اثر کی اہمیت کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ کو بعد والے نقشبندیوں نے اس سلسلے کا شریک بانی قرار دیا ہے۔

آرتھر ایف۔ بوہلر مغلیہ سلطنت پر مجددی اثرات کے حوالے سے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

To unify the Indian Muslim Community, Sirhindi defined its boundaries according to the Sunni dogma (aqa'id) to counteract the universalizing of all religious communities through Mughal political structures.

---

28. Buehler, Arthur F., Sufi Heirs of the Prophet- The Indian Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh (Columbia University of South Carolina Press, 1998) P.67-68

www.mujaddidway.com

Many members of Akbar's court were among Sirhindi's large circle of disciples. After Akbar's death, Muslim self-identity in the sub-continent became progressively more clearly defined,in part due to Mujaddidi political influence and alliances, even though the patronage of Non-Muslim religious institutions was continued under Aurengzeb (d.1118/1707) and later rulers. (29)

ہندوستان کی مسلم آبادی کو متحد کرنے کیلیئے سرہندی نے مغل سیاسی ڈھانچے کے ذریعے تمام مذہبی گروہوں کی عالمگیریت کے خلاف شریعت کی حدود کو سنی عقائد کے مطابق واضح کیا۔ اکبر کے دربار کے کئی لوگ سرہندی کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اکبر کی موت کے بعد برصغیر میں مسلم تشخص جزوی طور پر مجددی سیاسی اثر اور اتحاد کے باعث مسلسل زیادہ واضح ہوتا گیا حالانکہ غیر مسلم مذہبی اداروں کی سرپرستی اورنگزیب (وفات ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) اور بعد کے حکمرانوں کے دور میں بھی جاری رہی۔

نیناوربنر(Pnina Werbner):

نیناوربنر کی کتاب **"Pilgrims of Love--- The**

---

29. Buehler, Arthur F., Sufi Heirs of the Prophet- The Indian Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh (Columbia University of South Carolina Press, 1998) P.68.

www.mujaddidiway.com

"Anthropology of a Global Sufi Cult پہلی بار ۲۰۰۳ء میں انڈیانا یونیورسٹی پریس نے شائع کی، جو حال ہی میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس پاکستان کے زیرِ اہتمام زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ہے۔ اس کتاب میں متعدد مقامات پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے آغاز میں شجرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ دیا گیا ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے طفیل یوں اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے:

Grant me greatness in this world and the hereafter. For the sake of the incomparable Guide of the Truth, Hazrat Mujaddid-i-Alf Thani.(30)

نینا جہاں مختلف احیائے دین کی تحریکوں کا ذکر کرتی ہیں وہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرتی ہیں:

The Naqshbandi reform movement spearheaded by Ahmad Sirhindi in South Asia in the seventeenth century. (31)

(سترہویں صدی میں جنوبی ایشیاء میں نقشبندی اصلاحی تحریک کا ہراول شیخ احمد سرہندی تھے)۔ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ذکر یوں کرتی ہیں:

Ahmad Sirhindi,known also as Mujaddid-i-Alf-i-Thani,

---

30. Werbner, Pnina, Pilgrims of Love--- The Anthropology of a Global Sufi Cult (Karachi: Oxford University Press, 2005) P.XV

31. Ibid, P.51

www.mujaddidiway.com

(the Renewer of the second Millenium) was a highly complex and somewhat ambigious historical character whose life and writings are open to many different and often conflicting interpretations. While he colaborated and developed Sufi cosmology and theosophy even beyond---and in argument with ----their original formulation by Ibn-e-Arabi, Sirhindi also stood out as a strong proponent of strict shari'at observance. Although arguably a Sufi above all else, he famously involved himself in the affairs of the Mughal state and defended the dominance of Sunni Muslims, their purity and ascendancy, in relation to shi'as, Hindus, and other religious groups in south Asia. (32)

احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی ایک بہت ہی پیچیدہ اور کسی حد تک مبہم تاریخی کردار ہیں، جن کی حیات وتصانیف کی مختلف اور اکثر متضاد تشریحات کی جا سکتی ہیں۔ جب انھوں نے صوفیانہ تصور تخلیق کائنات اور حتیٰ کہ اس سے آگے فلسفہ دین کو وضاحت سے

---

32. Werbner, Pnina, Pilgrims of Love--- The Anthropology of a Global Sufi Cult (Karachi: Oxford University Press, 2005) P.159.

www.mujaddidway.com

بیان کیا تو ان کی اصل تشکیل ابن عربی کے برعکس تھی۔ شیخ سرہندی شریعت کی مکمل پابندی کے بڑے زوردار حامی تھے۔ اگرچہ استدلالی طور پر آپ سب سے پہلے صوفی تھے لیکن آپ نے خود کو مغل سلطنت کے معاملات سے الگ نہیں رکھا۔ آپ نے سنی مسلمانوں کے غلبہ، ان کا خالص پن اور فوقیت، شیعہ، ہندو اور جنوبی ایشیاء کے دوسرے مذہبی گروہوں کے حوالے سے ان کا دفاع کیا۔

اس مصنفہ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ہندوستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی سترہویں صدی کی ایک اہم شخصیت اور صوفی مصلح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

Ahmad Sirhindi was a Sufi reformer and important early seventeenth century figure in the history of Naqshbandi order in India. (33)

شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے مجدد الف ثانی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے موصوفہ رقمطراز ہیں:

Everyone hundered years there is a Mujaddid of a hundered years who can hear the voice of the Prophet (Peace be upon him). Once in a thousand years there is a Mujaddid of a thousand years, a man of great achievement. The last renewer of this kind

---

33. Werbner, Pnina, Pilgrims of Love--- The Anthropology of a Global Sufi Cult (Karachi: Oxford University Press, 2005) P.159.

www.mujaddidway.com

was Shaikh Ahmad Faruqi, Mujaddid-i-Alf-i-Thani, the founder of the Naqshbandi tariqa in India. He is burried in Sirhind. (34)

ہر سو سال بعد صدی کا ایک مجدد ہوتا ہے جو حضور ﷺ کی آواز سن سکتا ہے ایک ہزار سال میں ہزاریئے کا ایک مجدد ہوتا ہے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔اس قسم کے آخری تجدید کرنے والے شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی ہیں جو ہندوستان میں اپنے نقشبندی طریقہ کے بانی ہیں۔آپ سرہند میں مدفون ہیں۔

www.mujaddidway.com

34. Werbner, Pnina, Pilgrims of Love--- The Anthropology of a Global Sufi Cult (Karachi: Oxford University Press, 2005) P.198.

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی تحریک احیاءِ دین

از: پروفیسر محمد اقبال مجددی

صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ/۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کا زمانہ حیات (یعنی سولھویں اور سترھویں صدی) کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی انتشار اور معاشرتی بے چینی پھیلانے والی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیر پاکستان و ہند کا رخ کیا جن کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، بدقسمتی سے ان ایام میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) اور اس کے ساتھیوں نے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کیلئے زمین ہموار کی جا رہی تھی، اکبر بادشاہ ابتدا میں دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا وہ علماء کی بہت تعظیم وتوقیر کرتا تھا، اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر با اختیار بنا دیا تو علماء فقر وقناعت سے نکل کر امراء کے زمرے میں آ گئے انھوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین اسلام سے منحرف کر دیا چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لئے قدرتی طور پر دوسرے فرقوں کے علماء نے بھی اس قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہد کر لیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے نہ ہٹا دیں چین سے نہ بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور حُبِ جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے فکر مند رہنے لگا، ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ یعنی ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل وتحقیر تھی ہوا یوں کہ شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو لے کر صدر الصدور شیخ

عبد النبی اور مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے صرف ایک سو بیگھہ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انھوں نے یہ کہہ کر کہ تم بدعقیدہ ہو اپنے در سے نکال دیا، اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا

''اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی''۔(۱)

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کیلئے منصوبہ تیار کرلیا، اس سارے ڈرامے کی روح رواں ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے ابو الفضل اور فیضی تھے۔ انھوں نے ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء کو ایک محضر نامہ تیار کیا (۲) جس کی رو سے اکبر بادشاہ کو اعدل، اعقل اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کرا اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کروالیا۔

شیخ مبارک ناگوری نے اس محضر نامہ کے نیچے یہ لکھا کہ میں اس بات کا دل و جان سے خواہشمند تھا اور سالہا سال سے اس کا منتظر تھا، بادشاہ کو فتویٰ دینے کا اختیار مل گیا تو پھر اجتہاد کی راہیں کھل گئیں امام کی رائے مستند سمجھی گئی، شریعت کے مقابلہ میں امام کی رائے کو فوقیت حاصل ہوگئی۔ (۳)

یہ عبد القادر بدایونی کا بیان ہے جو بالکل درست ہے جس کی تصدیق محضر کے محرک اور دین الٰہی

۱۔ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/۸-۶۹۷۔

۲۔ نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲۴۳ - ۲۴۴ء بدایونی، عبد القادر : منتخب التواریخ ۲/۲۷۱-۲۷۲۔

۳۔ نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲۴۳ - ۲۴۴ء بدایونی، عبد القادر: منتخب التواریخ ۲/۲۷۰-۲۷۲۔

کے رکن اعظم ابو الفضل کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے کہ جو لوگ مشرب نصیری اور حسین بن منصور حلاج کے مسلک کے تھے انھوں نے اکبر کے افکار (دین الٰہی) کو قبول کر لیا اور پرانی رسم کے لوگ (مقلدین اہل سنت) یاوہ گوئی کرنے لگے اور انھوں نے ہر طرف شورش برپا کر دی۔(۴)

اب ان باہم دست و گریبان ''دین فروش'' (۵) علماء کا اقتدار ختم ہو گیا کاش یہ علماء خدا ترس ہوتے اپنے عمل و کردار اور تقویٰ سے جب کہ انھیں بادشاہ کی حمایت حاصل تھی ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیتے۔ لیکن ان کی حب جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالات سے دو چار کر دیا۔ اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے۔ ان باطل فرقوں میں جو ہندوستان آئے فرقۂ نقطویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے ان کے نزدیک نماز، حج اور قربانی بے عقلی کے مترادف تھی۔ طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لئے اب نئے دین کی ضرورت ہے۔(۶) گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کیلئے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کئے جائیں۔ نقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علماء

۴۔ ابو الفضل: اکبر نامہ ۳/۲۷۱

۵۔ عبادت خانہ میں شریک علماء کے لئے ''دین فروشان'' کی یہ اصطلاح معاصر ماخذ منتخب التواریخ (۳/۳۰۸) سے ماخوذ ہے۔

۶۔ فرقہ نقطویہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

نذیر احمد: اکبری دور کا فارسی ادب مقالہ شمولہ (رسالہ) تحقیق شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی (۱۲-۱۳)

Nizami, K.A: Akbar And Religion, P. 58-61

www.mujaddidiway.com

تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان میں سے کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے ان میں شریف رملی بڑا با کمال عالم تھا، ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کے لئے ہموار ہو چکے تھے اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اکبر بادشاہ اسے اپنے مرشدوں کی طرح مانتا تھا، خود ابوالفضل کی اس فرقے کے ساتھ ہم آہنگی تھی۔

شریف رملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کی ترغیب دی۔ جب انھیں اکبری دور کے علماء کی تائید و حمایت حاصل ہو گئی تو انھیں اس کے پورے مواقع ملے اور ان کے عقائد اکبر کے دین الٰہی میں جلوہ گر ہو گئے۔

پابندی شرع کو تقلید کا نام دیا گیا، علمائے حق کو مقلدین کہہ کر شریعت کی پابندی کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا اور اس کے مقابلہ میں اکبر کی بارگاہ کو ہفت اقلیم کا وطن اور دانایان مل و نحل کا مرکز قرار دیا گیا۔ (۷)

نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیہی کاشی نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا۔ جس میں اس نے کہا کہ بادشاہ تقلید پرستوں (اہل سنت) کو ختم کر دے تاکہ حق اپنے مرکز پر پوری طرح استوار ہو جائے اور خالص توحید کو رواج ہو۔ (۸)

ہندوؤں کی مشہور کتاب مہا بھارت کا (۹۹۰۔۹۹۵ھ / ۱۵۸۲ء۔۱۵۸۷ء) کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا تو اکبر کے حکم سے ابوالفضل نے اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا جو معاصر مؤرخ عبدالقادر

۷۔ ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/۲۵۲-۲۵۳

8۔ منتخب التواریخ، ۳/۳۰۴

www.mujaddidway.com

بدایونی کے الفاظ میں "**کفریات وحشویات**" کا مجموعہ ہے،اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا اور اسے مصور کروانے کے بعد اکبر نے امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کریں۔(۹)

ابو الفضل نے اس دیباچے میں علمائے حق کیلئے "**تقلید پرست**" منتسبانِ کیشِ احمدی، پیروانِ کیشِ احمدی، گرفتار زندانِ تقلید اور سادہ لوحان "**تقلید پرست**" جیسے القاب استعمال کئے۔

ابوالفضل کے بھائی، "**دین الٰہی**" کے محرک اور تفسیر سواطع الالہام کے مصنف فیضی کی اسلام دشمنی کے شواہد عبدالقادر بدایونی کی زبانی قابل قبول نہ ہوں تو اس عہد کے نامور عالم ومحدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ملاحظہ ہو جس میں آپ نے لکھا ہے کہ باہمہ فضل وکمال فیضی نے "**کفر وضلالت**" کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے۔(۱۰)

ان حالات میں حب جاہ کے طالب اور دنیا دار علماء اکبر کے گرد جمع ہو گئے اس طبقہ کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "**جماعت شوم**" مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے "**علمائے سوٗ**" اور اس عہد کی کتب تاریخ میں "**مسلمانانِ ہندو مزاج**" کہا گیا ہے۔ ابو الفضل نے تقلید کو "**تاریکی**" اور "**آزاد خیالی والحاد**" کو تحقیق کا نام دیا ہے۔(۱۱) اب مغلوں کا وہ دربار جہاں بڑے بڑے علماء قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کی جگہ ایسے علماء نے لے لی کہ اگر کبھی قرآن مجید یا حدیث شریف کا بیان ہوتا تو حیلہ بازیوں اور تاویلات کے انبار لگا دیئے جاتے۔

ان غیر یقینی حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آئیں۔ ایک وہ جماعت تھی جسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "**جماعت شوم**" کہا ہے جسے اس عہد کی کتب

۹۔ منتخب التواریخ،۲/۳۲۱

۱۰۔ عبدالحق محدث: فہرس التوالیف ۱۸

۱۱۔ ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/۲۵۳

تاریخ میں مسلمانانِ ہندومزاج کہا گیا ہے، دوسری جماعت علمائے حق کی تھی جو شریعت کی ترویج اور ملک میں اسلامی حکومت چاہتی تھی۔

علمائے حق کی جماعت میں سے جس نے بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ راسخ العقیدہ علماء کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو ان بدلے اور بگڑے ہوئے مذہبی و معاشرتی حالات کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا ان حضرات نے راز داری اور دانشمندی سے فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے کیلئے کوششوں کا آغاز کیا۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو افغانستان سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی تشریف لائے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور دین دار امراء، علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کر کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد نواب مرتضٰی خان فرید بخاری، حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بعض دیگر احباب کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز کیا۔ لیکن صرف چار سال بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا (یعنی ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) تو آپ کے مخلصین نے اس مشن کو جاری رکھا اب ذہنی و فکری انقلاب کی کمان حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے سنبھالی۔ آپ نے نہایت بالغ نظری اور حکیمانہ انداز سے اس سارے انتشار کا جائزہ لیا جو اکبر کے زیر اثر مسلمانانِ ہندومزاج پھیلا چکے تھے اور مصروف کار تھے آپ نے ایک ایک فتنہ پر غور فرمایا، الحاد و بے دینی اور آزاد مشربی کے منفی اثرات سے مسلم حکومت اور معاشرت کو بچانے کیلئے جو حل تجویز کئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دست مبارک انتشار پذیر ملتِ اسلامیہ کی نبض پر تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی مجددانہ مساعی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول اکبری عہد، دوم جہانگیری دور۔

اکبر کی وفات (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے وقت آپ ۴۳ سال کے تھے دینی غیرت اور

www.mujaddidway.com

حمیت آپ کی فطرت میں اس طرح شامل تھی کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا صوفی کا کوئی ایسا قول جو شریعتِ اسلامی سے متضاد ہوتا تو آپ اس پر پر جوش الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔

عہد اکبری کے مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ معاشرے میں نبی کا مقام متعین کرنا اور اس کی اعلیٰ وارفع حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے جدو جہد کرنا تھا، اس ماحول میں آپ نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کیا

"بعثت کے بغیر صفائی اور تزکیہ کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی، عقل حجت ہے لیکن حجت ہونے میں نامکمل اور تاثیر و تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچتی، حجت بالغہ صرف انبیاء کرام کی بعثت ہے۔" (۱۲)

ان حالات میں جبکہ نبوت کے منصب پر چہ می گوئیاں ہو رہی تھیں آپ نے نبوت کے اثبات میں ایک معرکتہ الاراء رسالہ "**اثبات النبوہ**" کے نام سے عربی میں تالیف کیا، جس کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ صرف بعثت سے ہی انسانی معاشرے کی ذہنیت کو اعتدال پر رکھا جا سکتا ہے۔

اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سو کا تھا جب اکبر کو ان کی صحبت بد میسر آئی تو وہ نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کو ہی اختلافات اور خرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا، ایسے علماء کو اس عہد کی کتب تاریخ میں "**علمائے سو بے دین**" کہا گیا ہے جب انھیں اکبر کی حمایت حاصل ہوگئی تو انھوں نے اسلام کو جڑوں سے اکھاڑنے کی کوشش کی دولت و مرتبہ کی ہوس نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کیلئے تیار ہو جاتے تھے اکبر کو سجدہ کرنے کا جواز

۱۱۔ مکتوبات امام ربّانی ۲۶۶/۱

قاضی نظام بدخشی نے پیش کیا تو ملا عالم کابلی کو اس پر بڑی حسرت ہوئی کہ یہ فضیلت انھیں حاصل کیوں نہیں ہوئی۔ (۱۳) انہی کی بدنفسی اور حیلہ گری سے بادشاہ، امراء اور عوام میں شریعت کی عملی صورت بے معنی ہو کر رہ گئی اور بے راہ روی، آزاد مشربی اور لادینیت نے راہ پا لی۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء کو تخت نشین ہوا، اس کی جانشینی میں اس عہد کے ایک مجاہد امیر نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کا کلیدی کردار تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ اس کے پہلے ہی مراسم تھے، علمائے حق اور دین دار امراء اس امر کے منتظر تھے کہ کوئی ایسا فرد اکبر کا جانشین بنے جو ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس الحاد و زندقہ کی فضا سے نکال سکے، جو اکبر اور اس کے زیر اثر علمائے سو نے پیدا کر دی تھی۔

اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم یعنی مسلمانانِ ہندو مزاج کے مقابلہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا جسے آپ خود **''جرگہ مردانِ دولت اسلام''** کا نام دیتے ہیں۔ اب آپ نے ترویج شریعت کے لئے فوری اقدام فرمایا اور اصلاحی پروگرام کا ایک خاکہ مرتب کیا جو اس طرح سے تھا:

۱۔ سلاطین و امراء کو خطوط لکھ کر انھیں زمانۂ ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

۲۔ ترویج شریعت کیلئے بادشاہ کی تائید و حمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

۳۔ بادشاہ سے قرابتِ قریبہ رکھنے والے ارکانِ سلطنت کو پہلے اسلام کی حقیقی روح سے

۱۳۔ منتخب التواریخ ۲/ ۱۵۳

روشناس کروایا پھر انھیں اس قربت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جس پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

۴۔ سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنا جلدی ممکن ہو دین دار طبقے کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ **''علمائے سوٗ''** اور **''مسلمانانِ ہندومزاج''** بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جس کا عہد اکبری میں ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

بادشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے زیادہ مقرب رکن سلطنت نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کو وسیلہ بنایا اور اس کے نام اپنے مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''اس سے قبل کفار (ہندو) اعلانیہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے۔عہد اکبری میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی ٹوٹی وہ انھی علماءسو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہ علماءسو راہ راست سے بھٹکاتے ہیں، جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدیٰ یہی علماءسو ہیں''۔(۱۴)

ایک مکتوب میں ترویج شریعت کی اہمیت ان پر زور الفاظ میں واضح کی ہے:

۱۴۔ مکتوبات امام ربّانی ۴۷/۱

www.mujaddidway.com

''اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کیلئے سعی و کوشش کی جائے اور احکام شرع میں سے ایک حکم کو جاری (رائج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں''۔(۱۵)

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ہی ایک مکتوب میں اس کے ساتھ تعلق کا صرف اور صرف یہ مقصد بتایا ہے کہ یہ حقیر صرف تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر۔۔۔آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔(۱۶)

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی مؤثر شخصیت مرزا عزیز الدین مخاطب بہ خان اعظم کی تھی جو اکبر کا رضاعی بھائی اور اعلیٰ منصبوں پر فائز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی خانِ اعظم کے نام کئی مکاتیب لکھ کر اسے حالات سے آگاہ کیا ایک مکتوب میں اسے لکھا ہے کہ اسے بادشاہ کا جو قرب حاصل ہے اسے غنیمت جانے، تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم اس وقت بادشاہ کو دین کی ترغیب دے رہے ہو وہ جہاد اکبر ہے اور ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں۔(۱۷)

عہد جہانگیری کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی کو بھی آپ نے دو خطوط لکھے جن میں آپ نے اسے جہانگیر کو مذہب کی طرف راغب کرنے کی تلقین کی۔

۱۵۔ مکتوبات امام ربّانی ۴۸/۱

۱۶۔ مکتوبات امام ربّانی ۵۱/۱

۱۷۔ مکتوبات امام ربّانی ۶۵/۱

ایک مکتوب میں اسے لکھا ہے کہ تمھیں جو بادشاہ کا قرب حاصل ہے اگر اس کو حضور انور ﷺ کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیاءِ کرام جیسا کام کریں گے، ہم فقیر لوگ اگر کئی سال اس پر عمل کریں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ (۱۸)

ان امراء سلطنت کے علاوہ مرزا عبد الرحیم خان خاناں، مرزا داراب بن خان خانان، خواجہ جہان اور قلیج خان اندجانی کو آپ نے خطوط لکھ کر جہانگیر کے سامنے کلمہ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کرنے کیلئے کہا اور ان مؤثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کیلئے اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا کر دیا۔ آپ کے تیار کردہ اس ''**جرگہ مردان دولت اسلام**'' کی مسلسل جدوجہد سے آخر جہانگیر کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضےٰ فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہاں سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار دین دار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے۔'' اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علماء سو کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اسکے مضرات سے آگاہ تھے اور ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب آپ کے نزدیک انہی علماء سو کی حب جاہ تھا، اس لئے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ چار علماء کی بجائے صرف ایک ''عالم آخرت'' کو تلاش

۱۸۔ مکتوبات امام ربّانی ۵۴/۳

www.maktabah.org

کروجو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

دشمنانِ دین کی سازش سے آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن اس کے بعد آپ نے جہانگیر کے ساتھ رہ کر ''**عالم آخرت**'' کا فریضہ خود انجام دیا اور ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے سرمایہ کے آپ ہی نگہبان تھے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ذہنی وفکری زوال کے بھنور سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ یعنی

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان ؎ اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ مقالہ انٹرنیشنل ہسٹری کانفرنس منعقدہ پنجاب یونیورسٹی لاہور مؤرخہ ۲۷۔۲۸ فروری ۲۰۰۶ء کو پڑھا گیا۔

www.mujaddidway.com

سرہند شریف، اللہ والوں کی سرزمین

از جمیل اطہر سرہندی

سرہند کو فقیروں اور درویشوں کی دنیا میں ہمیشہ قدر و منزلت کا مقام حاصل رہا ہے۔ یہ اللہ کے وہ برگزیدہ بندے تھے، جنہوں نے سینکڑوں سال تک اس سرزمین میں نیکی اور پاکیزگی کے بیج بوئے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کا مقدس فرض ادا کیا۔ سرہند کو طویل عرصہ تک ہندوستان میں بہت اہم مقام حاصل رہا ہے اور یہ شہر صدیوں تک علاقے میں ہزاروں لوگوں کی تقدیر سنوارنے اور بدلنے کا مرکز اور محور بنا رہا ہے۔ خاص طور پر ہندوستان میں مغلیہ حکمرانوں کے دور میں سرہند کو سیاسی اور دینی اعتبار سے قیادت و سیادت کا مرکز بنے رہنے کا شرف حاصل رہا۔ سرہند نشیب و فراز کے بے شمار ادوار سے گزرا کئی بار خانہ جنگی ہوئی کئی بار یہ میدان جنگ بنا اور ہر بار پنجاب کی ریاست پٹیالہ کا یہ تاریخی شہر تاریخ کا رخ بدلنے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سرہند مسلمانوں کی تگ و تاز کا ہی محور نہیں رہا، بلکہ سکھوں کے کئی اہم معرکے بھی اسی سرزمین پر سر کیے گئے یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ جسے علاقے کے مسلمان روضہ شریف کے نام سے یاد کرتے ہیں سے، آدھے میل کے فاصلے پر سکھوں کا متبرک مقام گوردوارہ فتح گڑھ صاحب بھی واقع ہے۔ روضہ شریف مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو بحال اور برقرار رکھنے کی اس عہد آفرین جدوجہد کی گواہی دیتا ہے۔ جو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے مغلیہ حکمرانوں اکبر اور جہانگیر کے دور میں نہایت استقامت اور اولوالعزمی کے ساتھ انجام دی۔ اسی طرح سکھوں کا یہ متبرک مقام ہندوؤں کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف سکھوں کے کئی معرکوں کا مظہر ہے۔ سرہند شریف مسلمانوں کے

www.mujaddidway.com

قلب ونگاہ کو نئی روح عطا کرتا ہے اس لئے کہ اس کے چپے چپے میں مسلمانوں کے ان اسلاف کے مدفن ہیں، جنہوں نے ظلمت وتاریکی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں اسلام کی نورانی شمع کو فروزاں رکھا اور اس اعلیٰ وارفع نصب العین کی خاطر کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا مدفن دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے اسی طرح کشش کا باعث ہے، جس طرح آگرہ میں تاج محل ایک مسلمان بادشاہ اور اس کی ملکہ کی دائمی اور ابدی محبت کا نشان بن کر عقیدت مندوں کے لیے مرکز نگاہ بنا ہوا ہے۔ روضہ شریف کو اس بنا پر زیادہ فوقیت حاصل ہے کہ تاج محل تو محض دو دلوں کی محبت کا ایک لازوال نشان ہے۔ جبکہ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے لاکھوں دلوں کو مسخر کیا، انہیں ایمان وایقان کی روشنی عطا کی اور اپنے کردار اور عمل سے ایسی ضوفشانی کی کہ گم کردہ راہ مسلمان اپنے حقیقی راستے پر واپس آنے لگے اور ان کے ذہنوں میں جو الجھاؤ پیدا ہو گئے تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی شب وروز کاوشوں سے وہ اس طرح سلجھ گئے کہ اسلام کے افق پر رنج وغم، مایوسی اور افسردگی کے جو بادل منڈلانے لگے تھے، وہ چھٹ گئے اور مطلع پوری طرح صاف ہو گیا۔ شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کارنامہ کہ انہوں نے نہایت پر امن طریقے سے اسلام کے احیاء کی جنگ اس قدر کامیابی سے لڑی کہ انہوں نے برصغیر ہندو پاک کے تمام مذاہب کے پیروکاروں پر یہ حقیقت واشگاف کر دی کہ اسلام امن وعافیت کا دین ہے اور اس کا پیغام اخوت ومحبت کا پیام ہے اور یہ پیام وپیغام صرف انہی کے لیے نہیں ہے جو حلقہ بگوش اسلام ہیں یہ پیغام تو تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لیے ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہو جائیں کہ یہی دین انسانوں کو راستی کی طرف لے جاتا ہے اور اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ عالمگیر پیغام محبت کو لے کر اٹھے اور

www.maktabah.org

سرہند کو تصوف کی دنیا میں ایک غیر فانی مقام عطا کر گئے۔ انہوں نے سرہند کے مرکز ملت سے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو آواز دی اور انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا اہتمام کیا، دین اسلام کی حقانیت پر ان کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ یہ فقیر خدا منش نہ وقت کے حکمرانوں کے سامنے جھکا نہ اس نے منبر و محراب سے اٹھنے والی علماء سوء کی مخالفت کی کوئی پروا کی انہوں نے تصوف کی دنیا کے سیاہ کاروں کے تار و پود بھی بکھیرے اور جو لوگ دین کے پردے میں لادینیت کی جڑیں مضبوط کر رہے تھے، ان کو بھی بے نقاب کیا اور وہ برسوں کی صبر آزما جدوجہد سے لوگوں پر یہ حقیقت واضح کر سکے کہ اسلام کا اصل چہرہ کیا ہے اور علماء نے اس چہرے پر کیسے کیسے نقاب ڈال رکھے ہیں، سرہند ہمیشہ سے اللہ کے نیک بندوں کی مساعی جمیلہ کا مرکز رہا ہے، یہاں بدھ مذہب کے بھی اثرات رہے اور سکھوں کی مختلف تحریکیں بھی اپنے اثرات دکھاتی رہیں۔ یہ تاریخی شہر سکھوں کے ایک اہم شہر پٹیالہ سے 35 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پٹیالہ، انبالہ، چنڈی گڑھ اور لدھیانہ سے اس کا ایک جیسا فاصلہ ہے، سرہند کے بارے میں البیرونی کی روایت یہ ہے کہ یہاں ابتداء میں ثریا دانشی حکمرانوں نے اپنا اقتدار قائم کیا اور بعد میں یہ پال بادشاہت کا ایک اہم سرحدی شہر بن گیا، ایک اور روایت کے مطابق سرہند کابل کی برہمن بادشاہت کا مشرقی سرحدی شہر بھی رہا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں جب محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو سرہند پر ہندو بادشاہوں کی حکمرانی ختم ہونے کی راہ ہموار ہوئی اور ہندو حکمرانوں کا سرہند پر راج اس وقت انجام کو پہنچا۔ جب 1193ء میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دی بعد ازاں خاندانِ غلاماں کے سلطان آرام شاہ نے سرہند پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا۔ نصیر الدین قباچہ نے 1210ء میں سرہند کو فتح کیا، لیکن کچھ عرصہ بعد سلطان التمش نے یہ علاقہ دوبارہ فتح کر لیا۔ بلبن کے بھانجے شیر خاں نے سرہند میں ایک پرشکوہ قلعہ تعمیر کیا، بعد ازاں لودھی خاندان نے سرہند پر حکمرانی کی اور جب

1526ء میں پانی پت کی پہلی لڑائی لڑی گئی اور بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست سے دوچار کیا تو سرہند مغل بادشاہوں کی حکمرانی میں آ گیا۔

نقشبندی سلسلہ کے صوفیاء نے ہندوستان میں تجدید احیائے دین کی جدوجہد میں نہایت اہم کردار ادا کیا، اس جدوجہد کی ابتداء نقشبندی سلسلے کے بانی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے کی۔ خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ جنہوں نے حقیقت میں نقشبندی سلسلے کی پہلی اینٹ رکھی تھی۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ متعارف ضرور کرایا تھا، لیکن اس سلسلہ کو نئی روح اور تازگی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے بخشی۔ جو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے موسوم ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 5 جون 1564ء کو ہوئی۔ روایات میں آیا ہے کہ ان کی ولادت کی نوید برسوں پہلے ہی دے دی گئی تھی اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہندوستان آمد اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کی خوشخبری پانچ سو برس پہلے دے دی تھی اور اپنے بیٹے شیخ عبدالرزاق کو وہ خرقہ بھی عطا فرما دیا تھا، جو نسل در نسل منتقل ہو کر حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو عطا کیا جانا تھا۔ یہ کام آخر کار 1604ء میں سید سکندر قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ سید سکندر قادری کا تعلق عظیم مسلمان صوفی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی ولادت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، جن میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ دنیا میں تشریف لائے تو تمام وہ صوفیاء جو اس وقت تک گزر چکے تھے۔ حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کو مبارک باد دینے کے لیے تشریف لائے اور

www.mujaddidway.com

حضرت شیخ احمدؒ کے والد حضرت شیخ عبدالاحد کو خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔اور حضرت شیخ عبدالاحد نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی دوسرے انبیاء کرام کے جلو میں نوزائیدہ بچے کے کانوں میں اذان دے رہے ہیں، ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت شیخ احمد کی ولادت ہوئی تو اس کے ساتھ ہی آلات موسیقی بجنا از خود بند ہو گئے اور اسے اس بات کا اشارہ سمجھا گیا کہ موسیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔اس بنا پر کئی موسیقاروں نے اس شغل سے توبہ کر لی دلچسپ امر یہ ہے کہ حضرت شیخ احمد کے والد شیخ عبدالاحد اگرچہ تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، لیکن انہیں نقشبندی سلسلے سے کوئی سروکار نہ تھا، جب 99-1598ء میں ان کے والد نے داعی اجل کو لبیک کہا تو حضرت نے فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کیا اور راستے میں دہلی قیام کیا، یہیں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس قیام کا فیصلہ کیا اور حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہیں اپنے روحانی پیشوا کے قدموں میں رہ کر دولت ایمانی حاصل کر لی۔ حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے دو ماہ تک شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کو تزکیہ کے عمل سے گزارا اور پھر انہیں سرہند چلے جانے کا حکم دیا۔چار سال تک آپ سرہند میں ایمان و ایقان کی روشنی بکھیرتے رہے اور پھر جب آپ دوبارہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کی غیر معمولی پذیرائی کی۔ یہ پذیرائی حضرت باقی باللہؒ کے دوسرے مریدوں میں بدگمانی کا سبب بھی بنی، جس پر آپ پھر سرہند تشریف لے آئے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ جب سرہند واپسی پر انہیں سلسلہ قادریہ کا خرقہ عطا فرمایا گیا تو کئی دوسرے سلسلوں چشتیہ اور سہروردیہ کے اکابر نے بھی خواب میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ان کے سلسلہ ہائے تصوف کے خرقے قبول فرمالیں، لیکن آخر

میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دے کر یہ مسئلہ سلجھایا اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی کے لیے پوری طرح یکسو ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ 1603ء میں پھر دہلی تشریف لے گئے اور اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بعدازاں حضرت مُجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف لے گئے، جہاں صوفیاء اور علماء نے ان کا دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کیا، لاہور میں قیام ہی کے دوران آپ کو اپنے روحانی پیشوا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی، جس پر آپ نے لاہور کا قیام مختصر کر دیا اور پھر دہلی تشریف لے گئے، جہاں انہیں سلسلہ نقشبندیہ کی سربراہی کا اعزاز عطا کیا گیا اور اس حیثیت میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ یہ وہ گھڑی تھی جب شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور دور دور سے لوگ ان سے کسب فیض کے لیے حاضر ہونے لگے۔ انہوں نے لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے فیض یاب کیا۔ اس وقت ہندوستان میں دین اسلام کو بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ اسلام کی تعلیمات پر ہندو دھرم کے اثرات ہویدا ہونے لگے تھے اور اسلام کے اصل چہرے کو ہندومت کی دھند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اہل اسلام کو اسلام کی اصل تصویر سے آشنا کیا جائے۔ اکبر کا دین الٰہی بھی اپنا کام دکھانے لگا تھا حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے ان تمام فتنوں کے خلاف مسلمانوں کو شعور اور آگہی عطا کی۔ علماء سوء اور بھٹکے ہوئے صوفیاء نے اپنے اپنے مفادات کے تابع حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی، لیکن حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے سونپے ہوئے مشن اور نصب العین کو پورا کرنے کا پختہ عزم کر لیا تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار میں دو ہزاری اور پنج ہزاری خلعتیں رکھنے والے متعدد درباری ان کے خلاف کھل کر سامنے

آنے لگے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک طرف تبلیغ و تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور دوسری طرف شاہی درباروں میں ہونے والی سازشوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ کئی مسلمانوں علماء جہانگیر کے کان بھرنے لگے اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف زہر اگلنے کا کام تیز تر ہو گیا۔ ادھر حضرت کی تبلیغ کے ثمرات سامنے آنے لگے اور کئی اعلیٰ افسر شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان کے مرید بن گئے۔ سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے متاثر ہو کر جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حامی کئی فوجی جرنیلوں کو دور دراز علاقوں میں تبدیل کر دیا اور آپ کے ایک خاص مرید جرنیل مہابت خان کو انتقام کے طور پر کابل بھیج دیا۔ لیکن حضرت کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آنے پائی اور انہوں نے لوگوں کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف بلانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ان کے دربار میں حاضر ہوں اور دربار کی روایت کے مطابق بادشاہ کو سجدہ تعظیمی بجا لائیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ سجدہ صرف خدا تعالیٰ کو روا ہے اور وہ اس کے سوا نہ کسی کے سامنے جھکے ہیں اور نہ جھکیں گے، کوئی فانی شخص سجدہ کا سزاوار نہیں۔ بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس اعلان حق پر مشتعل ہو گیا اور اس نے غصے میں بپھر کر یہ حکم دے دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا جائے۔ جہانگیر کے اس اقدام نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیروکاروں کو سخت مضطرب کر دیا، کابل سے مہابت خان نے جہانگیر کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا فیصلہ کیا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے مہابت خان کو پیغام بھیجا کہ وہ اس فیصلہ پر عمل سے باز رہے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تین سال تک قلعہ گوالیار کے قید خانے میں صعوبتیں جھیلیں اور قفس میں بھی قیدیوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیتے رہے اور بادشاہ کے مصاحبوں کو گوالیار سے بھی

www.mujaddidiway.com

مکاتیب لکھتے رہے اور انہیں اسلام کی حقانیت اور صداقت کا پیغام پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر وہ سعید گھڑی آئی جب جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیغام کی سچائی کا احساس ہوا اور پھر وہ اپنی حماقتوں پر ہاتھ ملنے لگا اور اس نے حضرت سے اپنی غلطیوں پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کیا اور وہ تمام احکامات اور روایات منسوخ کر دی گئیں جو اکبر کے دین الٰہی کا ورثہ تھیں اور جنہوں نے اسلام کے چہرہ کو دھندلا دیا تھا، گمراہی کے بادل چھٹ گئے اور اسلام کا آفتاب پھر ہندوستان کے آسمان پر ضوفشاں ہو گیا۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 63 سال کی عمر میں 26 نومبر 1624ء کو ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے وصال سے تبلیغ، تصوف، معاشرتی اصلاح، تزکیہ وتقویٰ کا وہ سورج غروب ہو گیا جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے بقول صوفیاء میں مانند ماہتاب تھا اور جس نے ہندوستان میں تصوف کے وہ چراغ روشن کیے، جن سے وہ آج تک منور چلا آرہا ہے۔ بعض بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ عرب کے صحراؤں میں پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلمتوں کو اسلام کے نور سے کافور کرنے کا جو فرض سرانجام دیا تھا۔ ہندوستان میں ہزارہ دوم کے دوران اسے نئی زندگی اور نئی روح بخشنے کا شرف حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حاصل کیا اور تجدید واصلاح دین کے اس کام میں مجدد الف ثانی کا کوئی ثانی نہیں، انہیں نے اپنے مکاتیب اور دینی تصانیف اور ان کے خلفاء اور مریدوں کی تحریری کاوشوں نے متحدہ ہندوستان میں جواب پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش پر پھیلا ہوا ہے، لاکھوں لوگوں کے قلوب واذہان کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا اور انہیں اس پیغام کی طرف بلایا جو کہ بانی اسلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہ انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کے لیے لوگوں تک پہنچایا تھا۔

خانقاہ عالیہ روضہ شریف برصغیر پاک وہند میں نقشبندی سلسلہ کے مزارات مقدسہ

www.maktabah.org / mujaddidway.com

میں مقدس ترین مقام ہے، اس چشمہ فیض کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے طول و عرض سے ہزاروں افراد جوق در جوق فیض حاصل کرنے روضہ شریف آتے ہیں اس وقت روضہ شریف کے سجادہ نشین خلیفہ حضرت سید محمد یحییٰ نقشبندی مجددی ہیں روضہ شریف فتح گڑھ صاحب کے قریب سرہند بسی پٹھاناں روڈ پر واقع ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے سرہند شریف ریاست پٹیالہ کی ایک تحصیل تھی۔ پاکستان بننے کے بعد جب ریاستیں ختم کر دی گئیں تو سرہند شریف ضلع فتح گڑھ کی ایک تحصیل بن گئی سرہند کا شہر تین حصوں میں منقسم ہے، آبادی کا کچھ حصہ سرہند ریلوے سٹیشن کے قریب واقعہ ہے اب کاروبار اور تجارتی سرگرمیوں کا یہی مرکز ہے، سرہند شہر یہاں سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے یہاں آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی تھی سرہند کا تیسرا حصہ سرہند بسی ہے، پاکستان سے قبل بسی ایک پررونق اور آباد شہر تھا مگر مرور ایام سے اب یہ ایک پسماندہ قصبے میں تبدیل ہو گیا ہے، روضہ شریف کا صدر دروازہ سرہند منڈی سے بسی پٹھاناں جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ یہ آستانہ عالیہ روضہ شریف 1922ء میں صوبہ بمبئی سے تعلق رکھنے والے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیروکاروں نے تعمیر کیا تھا۔ ایک زائر جونہی صدر دروازے سے آستانہ عالیہ روضہ شریف میں قدم رکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اس کے اندر ایمان کی روشنی نور و نکہت بکھیر دیتی ہے اور وہ اپنے ایمان کو مستحکم اور محکم محسوس کرنے لگتا ہے جونہی صدر دروازے سے داخل ہوں تو دونوں طرف حجروں کی ایک لمبی قطار ہے یہ کم و بیش سو سال پہلے کے تعمیر کردہ ہیں جہاں روشنی بیت الخلاء اور دوسری کوئی سہولت میسر نہیں، لیکن ان حجروں کی اصل اہمیت یہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم معماروں نے ان حجروں میں قرآن حکیم کی تلاوت کی اور دنوں، ہفتوں اور مہینوں یہاں اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں شب و روز بسر کیے، آج بھی ہر امیر و غریب، ہر چھوٹا و بڑا، ہر زاہد و گنہگاران حجروں میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کرتا

www.mujaddidway.com

ہے۔ افغانستان خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات سے متاثر ہے اور وہاں سے ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ روضہ شریف آتے ہیں اور یہاں سے ایک نیا عزم اور ایمان لے کر واپس جاتے ہیں اور ان کا بسیرا انہی شکستہ و خستہ حجروں میں ہوتا ہے، بے شمار لوگ رمضان المبارک کا پورا مہینہ ان حجروں میں بسر کرتے ہیں۔ سالانہ عرس کے زمانہ میں یہ حجرے زائرین سے بھر جاتے ہیں اور روضہ شریف کے پورے احاطہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں بچتی جہاں زائرین نے ڈیرے نہ ڈالے ہوئے ہوں روضہ شریف کی فضا اور ماحول برصغیر کی دیگر درگاہوں اور مزاروں کے مقابلہ میں بہت ہی مختلف ہے یہاں آ کر انسان بہت سکون و عافیت محسوس کرتا ہے، عرس کے دنوں میں یہاں کوئی شور و غوغا ہوتا ہے اور نہ ہی دوسری درگاہوں کی طرح ڈھول پیٹے جاتے ہیں نہ بھنگڑا ڈالا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی بلند آواز سے بولتا ہے۔ حجروں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی روح افزاء آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ سال کے باقی دنوں میں برصغیر کے طول و عرض سے زائرین روضہ شریف آتے ہیں، چند روز یہاں قیام کرتے ہیں اور یہاں سے ولولہ تازہ لے کر اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں، روضہ شریف کی محبت صرف سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں تک ہی محدود نہیں ہے، خانقاہی نظام کے دوسرے سلسلوں کے وابستگان بھی روضہ شریف آ کر اپنی عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنے میں فخر و سعادت محسوس کرتے ہیں، بے پایاں عقیدت و ارادت کے جذبات اب بزرگ نسل سے نوجوانوں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ بھی روضہ شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چشمہ فیض سے اپنا دامن بھرنے آتے ہیں جونہی حجروں کی دو رویہ قطار ختم ہوتی ہے، سلسلہ نقشبندیہ کے اسلاف کی قبریں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلہ کے ہزاروں بزرگ اور علماء حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ کے چاروں طرف آرام فرما رہے ہیں اس سلسلہ کے بزرگوں کی یہ تمنا اور آرزو رہی ہے کہ جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جائیں تو انہیں

www.mujaddiyway.com

سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے سائے میں آسودہ خاک ہونا نصیب ہو۔ ہندوستان، افغانستان اور بنگلہ دیش کے سلسلہ نقشبندیہ کے بے شمار بزرگ یہیں تہ خاک آرام فرما رہے ہیں پاکستان کے لوگوں کو ہندوستان کے ساتھ کشیدہ تعلقات کے باعث یہ سعادت میسر نہیں، بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں کہ جنہیں خانقاہ کے اندرونی حصے میں قبر کے لیے دو گز جگہ مل جاتی ہے، ایسے خوش نصیبوں کی کون ہمسری کر سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد ان کے مزار کی طرف جاتے ہوئے جس گلی سے گزرتے ہیں اسے عقیدت مند فرط محبت سے بہشتی گلی کہتے ہیں۔ خانقاہ کے اس حصے کے دروازے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا اللہ یا محمد اور درج ذیل شعر درج ہیں۔

چہ عالی شان دربار امام دین ربّانی ؎

ملائک صف بہ صف ستادہ ایں جا بہر دربانی

بہشتی گلی کے دائیں طرف وسیع و عریض مسجد واقع ہے، جہاں پیروان اسلام خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرتے ہیں، عرس کے موقع پر نعت خوانی اور تلاوت قرآن حکیم (قرأت) کی محفلیں اسی مسجد کے وسیع و عریض احاطہ میں منعقد کی جاتی ہیں، زائرین اپنے مرشد و امام...... امام دین ربّانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے زمزمہ ہائے نعت اور تلاوت آیات قرآنی میں مصروف رہتے ہیں۔ دربار امام دین ربّانی کے موجودہ سجادہ نشین سید محمد یحیٰ نقشبندی مجددی کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی، جب ان کے والد خلیفہ سید محمد صادق نقشبندی مجددی خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ ان کی جگہ عارضی طور پر جب تک خلیفہ محمد صادق کے بیٹے بالغ نہ ہو جائیں، سید مقبول احمد کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا،

www.mujaddidway.com

خلیفہ سید محمد صادق کے بیٹے سید محمد یحییٰ 1947ء میں اپنی والدہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے تھے، 1977ء میں جب ان کی عمر 34 سال ہوگئی، انہوں نے اپنے والد صاحب کی جانشینی کا منصب حاصل کرنے کے لیے پاکستان سے سرہند شریف کا سفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی منشاء سے وہ عدالتی فیصلہ کی رو سے اپنے والد کے جانشین ٹھہرے خلیفہ محمد یحییٰ سجادہ نشین بننے کے بعد اس درگاہ کی عظیم روایات کی پاسداری کے لیے شب و روز کوشاں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ کی زیارت کے لیے جو شخص بہشتی گلی میں داخل ہوتا ہے، اسے سکون و عافیت کی غیر معمولی کیفیت کی سرشاری کا احساس ہوتا ہے، انسان چند لمحوں کے لیے اپنے تمام غم و آلام بھول جاتا ہے اور اپنے خالق حقیقی سے لو لگا لیتا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کی رفتار تھم گئی ہے اور انسان اور اس کے معبود کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہیں رہا۔

موجودہ روضہ شریف بمبئی (گجرات) کے حاجی نسیم اور حاجی ولی محمد نے 1929ء میں تعمیر کروایا تھا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصومؒ اور آپ کی ایک دختر بھی خانقاہ شریف کے احاطے میں ابدی نیند سو رہے ہیں زائرین حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ان کے صاحبزادوں کی آرام گاہوں پر بھی حاضر ہوتے ہیں۔ جن کا مقام تصوف میں کسی بھی عظیم صوفی سے کم نہیں یہاں پر ایک اور بزرگ حضرت رفیع الدین کا مزار بھی ہے، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اسلاف میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کا مزار مبارک درگاہ کے احاطے کے باہر کھیتوں میں واقع ہے، درگاہ پر حاضری کی سعادت حاصل کرنے والے حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں، درگاہ کے احاطے میں شاہ کابل شاہ زمان کے پوتے

www.mujaddidway.com

محمد یعقوب خان کا بھی مزار ہے، جسے سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ شاہ زمان اور ان کے اہلیہ کی قبریں درگاہ کے احاطے میں واقع ہیں، ان قبروں کو ریاست رامپور کے نواب نے پختہ کیا تھا روضہ شریف میں واقع مقبروں کی دیکھ بھال اطمینان بخش نہیں ہے، کیونکہ درگاہ کی آمدنی کے وسائل بہت محدود ہیں، درگاہ سے منسلک اراضی سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے، وہ سالانہ عرس کے اخراجات پر صرف ہو جاتی ہے، خلیفہ سید محمد یحییٰ درگاہ کی دیکھ بھال کے لیے کوشاں رہتے ہیں، لیکن درگاہ کے محدود ذرائع آمدنی کے باعث ان کی کوششوں کے خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آتے، حضرت مجدد الف ثانی کی ابدی آرام گاہ کے باہر پانی کا ایک نل سینکڑوں سال سے فیض کا چشمہ بنا ہوا ہے، زائرین بڑے ذوق وشوق سے اس نل کا پانی پیتے ہیں، اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں۔ یہ بہت خوش ذائقہ پانی ہے اور زائرین کے لیے جسمانی اور روحانی تقویت کا باعث بنتا ہے۔

روضہ شریف کی مسجد مرجع خاص و عام ہے، اگرچہ پاکستان بننے کے بعد یہاں صرف سجادہ نشین خاندان ہی واحد مسلمان خاندان رہ گیا ہے۔ لیکن ہندوستان کے مختلف حصوں بالخصوص مالیر کوٹلہ سے سینکڑوں مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے روضہ شریف حاضر ہوتے ہیں، عرس کے موقع پر اس مسجد میں فرزندان توحید کا جم غفیر ہوتا ہے، عام دنوں میں بھی مسجد میں قرآن حکیم کی تلاوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، روضہ شریف کی اندرونی آرائش مسلمانوں کی قدیم تعمیری روایات کی عکاس ہے زائرین بے شمار آرائشی قطعات سے اندرونی احاطے کی تزئین میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ جن میں خطاطی کے خوبصورت نمونے بھی شامل ہیں، یہ قطعات اللہ اور رسول ﷺ کے اسماء سے آراستہ ہیں۔ المختصر روضہ شریف برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز ہے اس کے در و دیوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی لافانی تحریک کے گواہ ہیں، جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنی اور جس نے مسلمانوں کے

دلوں میں نئی حرارت پیدا کی اور جس جدوجہد کے نتیجے میں اسلام ہندوستان میں زندہ و پائندہ دین بن گیا، جس کے پیروکاروں نے دنیا کے گوشے گوشے تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی روح پھونکی، سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ اسلام کے پیروکاروں کو نیا عزم اور نیا ولولہ اور نیا جذبہ عطا کرنے کا ایک ایسا چشمہ ہے جو قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

ماخوذ از:

''شیخ سرہند حضرت مجدد الف ثانیؒ'' مرتبہ: جمیل اطہر سرہندی

www.mujaddidway.com

خطبۂ صدارت

مفتی اعظم حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد
امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی (بھارت)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (الخ)

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ہ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذَالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ آلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃً وَّ سَلَاماً عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

فقیر امام احمد رضا سلور جوبلی اور جہان امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی محفل تشکر میں شرکت کیلئے کراچی حاضر ہوا تھا الحمدللہ محفل تشکر انتہائی شاندار اور پروقار ہوئی کثیر تعداد میں علمائے کرام اور مشائخ عظام نیز دانشواران ملت نے اس میں شرکت کی جس کیلئے امام ربانی فاؤنڈیشن کے بانی مولانا جاوید اقبال مظہری اوران کے تمام

اراکین ورفقاء ومعاونین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ۱۸ اپریل کو فقیر کا دہلی واپسی کا ارادہ تھا کیونکہ مسجد فتح پوری دہلی میں تقریباً ایک صدی سے ۱۱ ربیع الاول شریف سے ۱۲ ربیع الاول شریف تک محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کی جاتی ہے اس میں شرکت اورنگرانی ضروری تھی مگر حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مدظلہ العالی نے اصرار فرمایا کہ فقیر لاہور کی جہان امام ربانی کانفرنس میں ضرور شریک ہو، فقیر ان کے ارشاد کی تعمیل میں ٹھہر گیا اور آج آپ کے سامنے حاضر ہے۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب بھی اس کانفرنس میں تشریف لاتے مگر ضعف اور کمزوری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ جس کا ان کو بھی شدید قلق تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی عمر میں اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ فقیر صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کا ممنون ہے کہ انھوں نے اس کانفرنس کی صدارت کا اعزاز بخشا۔ الحمد للہ یہ محفل پاک بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ اس میں شرکت کر کے فرحت وانبساط محسوس کر رہا ہوں ہم سب کی خوش نصیبی ہے کہ ایسی عظیم الشان روحانی ونورانی کانفرنس میں شرکت ہو رہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۷۱ھ میں سرہند میں ہوئی اور ۱۰۳۴ھ میں وصال ہوا۔ ۶۳ سال کی عمر شریف پائی اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ آپ علوم ظاہری اور علوم باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، یہ کہنا مناسب ہوگا کہ سرہند میں گویا دارالعلوم بھی تھا اور خانقاہ بھی۔ جس کا علمی اور روحانی فیض دور اور نزدیک پھیلا۔ آپ نے احیاء اسلام کیلئے سخت جدوجہد کی اور بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ صاحب استقامت تھے۔ آپ کی تعلیمات نے اعیان مملکت کو بھی اس حد تک متاثر کیا کہ لاہور کے گورنر مرزا قلیج بیگ صاحب علم وفضل تھے اور درس حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ کے فیض صحبت سے عوام خواص بن گئے۔

آپ کی اولاد امجاد اور گراں بہا تصانیف نے اصلاح امت کا فریضہ ادا کیا۔ آپ

کے مکتوبات شریف علم و دانش اور علم لدُنّی کا خزانہ ہیں جس کا ادراک کم لوگوں کو ہو سکا۔ آپ کے نظریات نے علماء و مشائخ اور سیاست دانوں کو چونکا دیا۔ نظریہ قیومیت سے اہل علم چونک گئے۔ یہ نظریہ حق ہے۔

نظریہ وحدت الشہود سے اہل طریقت چونک گئے۔ مگر یہ نظریہ حق ہے جب وہ حضرات نظریہ وحدت الوجود کی تشریح فرماتے ہیں تو ان کو وحدت الشہود کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس میں کچھ الجھاؤ نہیں۔

دو قومی نظریئے سے سیاست داں چونک گئے، مگر یہ نظریہ بھی حق ہے اور بانی اسلام نے اس کی بنیاد ڈالی ہے یہ نفرت کیلئے نہیں انسانی وحدت کیلئے ہے جس کی بنیاد لکم دینکم ولی دین پر ہے۔

اسی طرح آپ کے اور نظریات ہیں مثلاً نظریہ عروج و زوال، نظریہ علم حصولی و علم حضوری، نظریہ شان علم و شان حیات، نظریہ الف ثانی، نظریہ توحید وجودی، نظریہ توحید شہودی، نظریہ صحو و سکر، نظریہ سیر نفسی و سیر آفاقی، سیر الی اللہ و سیر فی اللہ، نظریہ حقیقت محمدی، نظریہ حقیقت کعبہ، نظریہ ولایت و نبوت، نظریہ شریعت و طریقت، نظریہ عالم صغیر و عالم کبیر نظریہ عبدیت اور نظریہ قضائے مبرم وغیرہ۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور سے خاص تعلق تھا۔ یہ ایک تاریخی شہر ہے جس سے اولیاء اللہ کو نسبت رہی ہے۔ آپ کے مرشد کریم حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لائے اور یہاں سے ہوتے ہوئے دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی سال لاہور میں رہے۔ آپ کے خلیفہ شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ہی مدفون ہیں۔

مکتوبات شریف میں سے چار مکتوبات میں لاہور کا ذکر آیا ہے۔ گورنر لاہور مرزا قلیج خان (۱/۶۷/۶۵) شیخ فرید بخاری (۱/۱۹۳/۸۱) مرزا حسام الدین (۲/۱۷/۴۵) اور ملا مظفر

(۱/۱۰۲/۱۰۴) کے نام خطوط میں لاہور کا ذکر ہے۔

بڑے بڑے علماء و مشائخ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ رہے۔ ریاض کے ایک فاضل عرب کے تیرھویں صدی کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر دو تحقیقی مقالات لکھے ہیں اور اب وہ مندرجہ ذیل مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں۔ مولانا خالد کردی، ابن عابدین شامی، شیخ عابد سندھی، مولانا زاہد الکوثری۔۔۔ ابن عابدین شامی، مولانا خالد کردی کے خلیفہ شیخ عبدالرسول نقشبندی مجددی سے بیعت تھے جن کی مشہور زمانہ کتاب ردالمختار پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے فاضلانہ اور محققانہ حاشیہ جدالممتاز کے نام سے لکھا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے۔ آپ نے تفسیر مظہری میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے عظمت و احترام سے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد علی مونگیری نقشبندی مجددی کے نام جو خط تحریر فرمایا ہے اس سے بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کے جذبات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کو مجدد الف ثانی کے خطاب سے نوازا جس کی زمانے نے تصدیق کی آپ نے خود مکتوبات شریف میں تصدیق فرمائی۔ حلقہ طریقت و عقیدت میں ہر ولی کے قول کو تسلیم کیا گیا ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف نہ تھا۔ اس لئے یہ قول بھی تسلیم کیا جانا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مفتی ضیاءالدین مدنی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی اولاد امجاد سے تھے بقول خلیفہ محمد عارف مدنی آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں" "حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں"

یہ جملے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کرتے تھے جس سے کمال عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری (جن کا نام بھی حضرت فضل رحمٰن گنج مراد آبادی نقشبندی کے نام نامی پر رکھا گیا ہے) پروفیسر مسعود احمد صاحب سے بہت محبت فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب آخری ملاقات ہوئی اور پروفیسر صاحب نے کہا کہ آپ کو فقیر کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔۔۔۔آپ نے فرمایا **"نہیں نہیں آپ کا آنا ہمارے لیئے باعث فخر ہے"**

بلاشبہ حضرت مسعود ملت کی شخصیت آج ہمارے درمیان بڑے احترام وعظمت کا مقام رکھتی ہے، نہ صرف برصغیر بلکہ اکناف عالم میں آپ کی علمی شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا جارہا ہے۔آپ نے ہی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کروایا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی علمی خدمات بے نظیر اور فقید المثال ہیں۔مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی محسن اہلسنت، محقق بے بدل حضرت علامہ محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ان خدمات کو شائع کرکے عالم گیر بنایا۔معاصرین اور متاخرین علماء نے حضرت مجدد کے پیغام کو عام کیا۔آپ کی شخصیت اور تعلیمات زمانے پر اثر انداز ہوئیں اور سلطنتوں میں انقلاب برپا کیا۔اگر آپ تجدید واحیاء دین کیلئے جدوجہد نہ فرماتے تو اکبر کے **"دین الٰہی"** نے برصغیر میں اسلام کا نام ونشان ہی مٹادیا ہوتا۔جس طرح صدیوں عروج کے بعد اندلس میں نام ونشان مٹا دیا گیا۔ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ پڑھ کر اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔سچ یہ ہے کہ بعد کے آنے والوں نے اس زمین پر کام کیا جس کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خون پسینہ ایک کرکے ہموار کیا تھا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اس لئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

ع وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

عالم اسلام میں صرف ایک ہی شخصیت نظر آتی ہے جس سے تمام علماء اہل سنت متفق

ہیں اور تمام مسلمان کہلانے والے فرقے بھی متفق ہیں اور وہ عظیم شخصیت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اسی لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کی شخصیت وفکر ہی اتحاد بین المسلمین کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ ہم کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ بلا کسی تنگ نظری اور تعصب کے آپ کے افکار کو عالم اسلام میں زیادہ سے زیادہ عام کریں تاکہ مسلمانان عالم قریب سے قریب تر ہو جائیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر برسوں سے تحقیق ہو رہی ہے بارہ تحقیقی مقالات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں مل چکی ہیں۔ فقیر نے بھی عربی میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و خدمات پر تحقیقی مقالہ قلمبند کیا ہے جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جسے انشاء اللہ ادارہ مسعودیہ کراچی عنقریب شائع کرے گا۔ امام ربانی فاؤنڈیشن کا قیام اور جہان امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تدوین و اشاعت اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری (جن کی مساعی جمیلہ اور ان کے رفیق کار صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کی جدوجہد سے نصف صدی سے پاکستان میں مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر وفکر کا چرچا ہے) نے لاہور میں حوزہ نقشبندیہ ایک علمی ادارہ قائم کیا ہے۔ جس کے سیکرٹری محمد عالم مختار حق ہیں۔ جس نے کام شروع کر دیا ہے اس کے معاونین میں پروفیسر محمد اقبال مجددی جیسے محقق ہیں اس سے اس کے کام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام ربانی فاؤنڈیشن نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وافکار وخدمات پر ایک عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا سات جلدوں میں شائع کیا ہے اور دو مزید جلدیں آئندہ سال منظر عام پر آجائیں گی۔ انشاء اللہ۔ اس طرح یہ انسائیکلوپیڈیا تقریباً چھ ہزار صفحات پر محیط ہوگا۔ شاید حضور انور ﷺ کی سیرت نگاری کے بعد آپ کے غلاموں میں کسی بھی شخصیت کی سیرت پر اتنا عظیم کام نہ ہوا ہوگا بے شک یہ ایک تاریخ ساز کام ہے۔ ۱۰ اپریل کو کراچی میں محفل تشکر منعقد کی گئی اور اب لاہور میں جہان امام

www.mujaddidway.com

ربانی کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا ہے جس کا سہرا صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کے سر ہے جن کی بلند ہمت اور معاونین کے تعاون اور دور و نزدیک سے مہمانان گرامی کی شرکت نے اس خواب کو حقیقت بنا دیا۔ قدم قدم پر خانوادہِ مجددیہ کے مشائخ اور صاجزادگان کی دعائیں شامل حال رہیں۔ اظہار تشکر اور تحدیث نعمت کے طور پر ہم حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مدظلہ العالی کے شکر گزار ہیں جن کی سرپرستی اور رہنمائی سے تحقیقی عظیم الشان خدمت انجام پائی۔ آپ نے مجدد مأۃ سابقہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی معارف کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ پچھلے تیس سال سے حضرت اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں اور ہر پہلو سے اخلاص نیت کے ساتھ بے لوث دین متین کی خدمت فرما رہے ہیں جو حضرات حضرت مسعود ملت سے قریب ہیں وہ ان کی کاوشوں سے بخوبی واقف ہیں انھی خدمات کے سلسلے میں برصغیر میں علماء و مشائخ آپ کو مأۃ حاضرہ کا مجدد تسلیم کر چکے ہیں (۱) اور آنے والے وقت میں آپ کی اس عظمت کو امت مسلمہ تسلیم کرے گی انشاء اللہ۔

یہ تو اللہ کی نعمت ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) مولانا جاوید اقبال مظہری اور صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے صدر صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اور ان کے تمام معاونین و اراکین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

۱۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ صاحب مضمون کی یہ آرزو نقارہِ حق ثابت ہو اور حضرت مسعود ملت دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بابرکات کے مقام مجددیت پر فائز المرام ہونے کا نظارہ ہر ایک کر سکے۔ از ناشرین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

روئیداد

’’جہان امام ربّانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس‘‘

منعقدہ

24 اپریل 2005ء ایوان اقبال لاہور

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

www.mujaddidway.com

آج عالم اسلام میں صرف ایک ہی ہستی نظر آتی ہے جس پر تمام علماء اہل سنت متفق ہیں اور تمام مسلمان کہلانے والے گروہ بھی متفق ہیں اور وہ عظیم شخصیت حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی ہے اسی لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کی شخصیت وفکر ہی اتحاد بین المسلمین کا کردار ادا کرسکتی ہے، ہم کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ’’**بلا کسی تنگ نظری اور تعصب کے آپ کے افکار کو عالم اسلام میں زیادہ سے زیادہ عام کریں تاکہ مسلمانان عالم قریب سے قریب تر ہوجائیں**‘‘۔۔۔۔ان خیالات کا اظہار خاندان مسعودیہ مظہریہ کے شیخ طریقت ومسند نشین آستانہ مسعودیہ مظہریہ، دہلی مفتی اعظم ہند علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد (شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی) نے حضرت مجدّد الف ثانی سوسائٹی لاہور اور شیر ربّانی اسلامک سنٹر لاہور کے اشتراک سے ایوان اقبال لاہور میں منعقدہ، جہان امام ربّانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس میں خطبہ صدارت پیش کرتے ہوئے کیا۔ ایوان اقبال لاہور ادبی وعلمی محافل کا مرکز

ہے جو کہ ہوٹلوں اور ہالوں سے مختلف پارلیمنٹ ہاؤس کی طرح بنایا گیا ہے اور جدید سہولتوں سے آراستہ ہے۔

یہ کانفرنس حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے حالات وافکار اور عظیم انقلابی کارناموں کے حوالے سے شائع ہونے والے عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا **''جہان امام ربّانی مجدّد الف ثانی''** کی اشاعت و اجراء کے موقع پر صوفی غلام سرور نقشبندی مجدّدی کی مساعی جمیلہ سے منعقد کی گئی تھی۔ علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صدر محفل تھے جبکہ حضرت پیر فضل الرحمٰن آغا مجدّدی، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد عالم مختار حق، علامہ عبدالستار سعیدی، علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی اور میاں محمد اسلم اقبال (وزیر سیاحت حکومت پنجاب) بطور خصوصی شرکاء تشریف لائے۔ یہ عظیم منصوبہ مسعود ملّت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی زیر نگرانی پایہ تکمیل تک پہنچا۔ آپ کو بھی بحیثیت صدر محفل شرکت کی دعوت دی گئی لیکن بوجہ ضعف وکمزوری آپ تشریف نہ لاسکے بلکہ آپ کی نمائندگی کرتے ہوئے جہان امام ربّانی کے مرتّبین کے تین رکنی وفد صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد، مولانا جاوید اقبال مظہری اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے خصوصی طور پر شرکت کی جبکہ ادارہ مسعودیہ کراچی کے ایک بیس رکنی وفد کے علاوہ ملک کے طول وعرض سے سینکڑوں علماء ومشائخ اور سکالرز نے کانفرنس سے استفادہ کیا۔۔۔۔اور منتخب علماء کرام، مشائخ عظام، پروفیسرز، ریسرچ سکالرز، دانشوروں اور صحافیوں نے فاضلانہ ومحققانہ مقالات پیش کیے۔

حضرت پیر آغا فضل الرحمٰن مجدّدی، حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد، استاذ العلماء حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی، صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد، علامہ رضوان احمد خان نقشبندی، مولانا محمد عالم مختار حق، مولانا جاوید اقبال مظہری اور جناب جمیل اطہر سرہندی اسٹیج پر رونق افروز تھے، ڈاکٹر سید شجاع الحسن اور

www.maktabah.org

محمد ناظم بشیر نقشبندی نظامت فرما رہے تھے۔ سٹیج کی پشت پر کانفرنس کے حوالے سے ایک خوبصورت بینر اویزاں تھا جبکہ ڈائس اور سامعین کی درمیانی جگہ پر ''**جہان امام ربّانی**'' کی سات جلدوں کو نہایت خوبصورت ڈسپلے میں سجایا گیا تھا۔

زینت القراء قاری غلام رسول کی تلاوت قرآن حکیم اور قاری نصیر احمد نقشبندی کی نعت رسول مقبول ﷺ سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ تلاوت اور نعت کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے سیکرٹری جنرل اور روزنامہ جرأت و تجارت کے چیف ایڈیٹر جمیل اطہر سرہندی نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور پھر سوسائٹی کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدّد الف ثانی سوسائٹی آج سے تیس برس قبل قائم کی گئی تھی جسکا مقصد حضرت امام ربّانی، مجدّد الف ثانی کی شخصیت کو جدید میڈیا کے ذریعہ عالمی سطح پر متعارف کرانا ہے۔ سوسائٹی ہر سال لاہور میں امام ربّانی کانفرنس کرتی ہے اور اخبارات میں ایڈیشن شائع کراتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی جہان امام ربّانی کانفرنس منفرد ہے کہ اس میں ممتاز محقق، دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی مرتبہ کتاب کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد جیسے لوگ کسی بھی قوم و ملت کا سرمایہ ہوتے ہیں وہ حضرت مجدّد کے سچے اور پکّے عاشق ہیں ان کا یہ کارنامہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

''**جہان امام ربّانی مجدّد الف ثانی**'' کا ناشر ادارہ امام ربّانی فاؤنڈیشن کراچی کے بانی مولانا جاوید اقبال مظہری نے کہا کہ امام ربانی فاؤنڈیشن ۲۰۰۲ء میں کراچی میں قائم ہوئی اور الحمد اللہ صرف تین سال کی مدّت میں جہان امام ربانی کا عظیم منصوبہ مکمل کیا۔ حضرت مسعود ملّت اس کے سرپرست اعلیٰ جبکہ ان کے فرزند و جانشین ابوالسرور محمد مسرور احمد اس کے چیئرمین ہیں، انہوں نے کہا کہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے جہان امام ربّانی کی اشاعت کی خوشی میں اپنے محبین و معاونین کے تعاون سے لاہور میں یہ عظیم

الشان قومی کانفرنس منعقد کی۔

علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی (ناظم تعلیمات وصدر مدرس مدرسہ نضرۃ العلوم و استاد خواتین اسلامک مشن یونیورسٹی کراچی) نے جہان امام ربّانی کی سات مطبوعہ جلدوں کا تفصیلی تعارف پیش کیا انہوں نے کہا کہ یہ کتاب ایک جہان ہے اسے اپنے موضوع پر یقیناً ایک انسائیکلو پیڈیا کا درجہ دیا جاسکتا ہے جو جذب وکیف کے حسین ودلکش نظاروں سے معمور ہے کسی ایک شخصیت پر اتنا مواد جمع ہوجانا عجائبات سے ہے اس عظیم منصوبہ کی تکمیل پر حضرت مسعود ملت اوران کے رفقاء کارخراج تحسین کے مستحق ہیں۔

امام ربّانی فاؤنڈیشن کراچی کے چیئرمین اور جگر گوشہ مسعود ملّت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد نے حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کا مختصراً تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا طریقہ تبلیغ نہایت عارفانہ اور حکیمانہ تھا آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے علماء ومشائخ، وزراء، امراء اور بادشاہوں کو خطوط لکھے اور برصغیر کے مختلف علاقوں اور دنیا کے دیگر ممالک میں اپنے خلفاء کی قیادت میں وفود بھیجے، آپ کی حکیمانہ مساعی، بے مثال صبر وتحمل اور حیرت انگیز تفکر وتدبّر سے برصغیر میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی تعلیمات میں زندگی ہے کیونکہ ان تعلیمات کے پیچھے ایک زندہ مثالی نمونہ موجود ہے، انہوں نے کہا کہ آج ہم حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب شہر لاہور میں آپ کی یاد منارہے ہیں جہاں آپ نے تین چار سال قیام فرمایا اور علم وعرفان کی دولت لٹائی، آپ نے لاہور کے علماء ومشائخ کو خطوط لکھے اور گورنروں کو ہدایت کی۔ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ محفل سجائی وہ کئی برس سے لاہور میں امام ربّانی کانفرنس کا انعقاد کررہے ہیں اوراب حوزۂ نقشبندیہ لاہور نے بھی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری کی قیادت میں کام شروع کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ پر کام کرنے والوں کی غیب سے مدد فرمائے۔ (آمین)

جناب سید ریاض الحسن گیلانی نے نقشبندی مشائخ اور تحفظ ناموس رسالت کے عنوان سے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت کا سہرا روز اول سے حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے سر رہا اور تحفظ ختم نبوت کے لئے کارہائے گراں مایہ انجام دئے پھر حضرت مجدّد نے سرکار دو عالم ﷺ کی محبت و اطاعت کو لازم وملزوم قرار دے کر ختم نبوت کی ترویج واشاعت کی، ماضی قریب میں مرزا غلام احمد قادیانی سے سخت ترین مقابلہ کرنے والے بزرگ امیر ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ بھی نقشبندی تھے اور میں جو اس حوالے سے مقالہ پیش کر رہا ہوں میں بھی نقشبندی مجدّدی ہوں میرا مقالہ طویل ہے جب شائع ہوگا تو آپ لوگ تفصیلات پڑھ لیں گے کہ تحفظ ختم نبوّت کے ضمن میں حضرات نقشبندیہ مجدّدیہ کو دیگر سلاسل پر سبقت حاصل ہے۔

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے ''**حضرت مجدّد الف ثانی اور مستشرقین**'' کے عنوان سے نہایت فاضلانہ مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی شخصیت اور تعلیمات ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں جس سے اپنے تو اپنے پرائے بھی متاثر ہیں، آپ کے افکار وتعلیمات پر صرف مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ مستشرقین نے بھی کام کیا ہے اور برابر کر رہے ہیں۔

حافظ قاری اللہ بخش قادری نے حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کے حضور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی منقبت پیش کی۔

ے حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے ''**حضرت مجدّد اور عشق رسول ﷺ**'' کے عنوان سے بڑا عاشقانہ مقالہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ جس انسان میں بوئے محبت نہیں وہ انسان انسان نہیں، قاسم اسرار روحانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور

تعلیمات جس خوشبوئے پاک سے معطر ہیں وہ خوشبو، خوشبوئے محبت رسول ہے۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس نے ''**حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تفسیری نکات**'' کے عنوان سے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''**حضرت مجدّد نے اپنے مکتوبات میں آیات قرآنی کی تفسیر میں جو اسرار و نکات پیش فرمائے ہیں اس کی بدولت تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری نے دنیائے تفسیر کو نئے ابواب سے متعارف کرایا۔**''

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (سابق استاد محی الدین اسلامک یونیورسٹی، آزاد کشمیر و وائس چانسلر انڈی پنڈنٹ یونیورسٹی فیصل آباد) نے ''**حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عربی نگارشات**'' کے عنوان سے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ عہد اکبری میں عربی ادب کے حوالے سے حضرت مجددؒ اور ان کے خاندان نے جو خدمات سرانجام دیں وہ قابل قدر ہیں، حضرت مجددؒ اپنے مکتوبات میں جو کہ فارسی زبان میں ہیں دینی مسائل بیان کرتے وقت عربی زبان کو اہمیت دیتے ہیں اور علماء و مشائخ کو لکھتے وقت تو اصل عربی متن نہایت سرعت سے تحریر فرماتے ہیں جبکہ عوام کو اصل عربی مآخذ کا حوالہ دے کر اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری نے ''**خانوادہ مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت**'' کے عنوان سے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا حلقہ بہت وسیع تھا آپ کے عقیدتمندوں میں قائداعظم کے اجداد بھی شامل تھے۔ قائداعظم کو خدمت اسلام کا جذبہ ورثہ میں ملا تھا ان کے آباء و اجداد نے مغل بادشاہ اکبر کے ''**دین الٰہی**'' کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عظیم قیادت میں لازوال اور قابل تقلید قربانیاں دی ہیں۔ ان کی گہری عقیدت و محبت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خود میں ایک قسم کی تشنگی اور کمی محسوس کرتے تھے تاوقتیکہ وہ حضرت مجدد کے مزار پر انوار سرہند شریف حاضری نہ دے لیں۔

www.maktabah.org

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد نے اپنی مطبوعہ کتاب ''**عقیدہ ختم نبوت اور امام ربانی**'' کے حوالہ سے مقالہ پیش کیا۔ مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد ڈائریکٹر شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور نے ''**شریعت، طریقت اور حقیقت نگاہ مجددؒ میں**'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا جبکہ پروفیسر محمد اقبال مجددی نے ''**حضرت مجدد الف ثانیؒ کا لاہور سے رابطہ**'' کے عنوان سے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد کو لاہور سے خاص تعلق تھا آپ کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ بھی یہاں تشریف لائے خود حضرت مجدد کئی برس لاہور میں رہے، آپ کے خلیفہ حضرت شیخ طاہر بندگی بھی لاہور میں مدفون ہیں، مکتوبات شریف میں کئی مقامات پر لاہور کا ذکر ہے۔ آپ نے لاہور کے علماء و مشائخ اور گورنر کو بھی خطوط تحریر فرمائے ہیں۔

حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ''**امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی بحیثیت فقیہہ اسلام**'' کے عنوان سے مقالہ پیش کرنے آئے تو انھوں نے کہا کہ اب وقت تنگ ہے میں مقالہ پیش نہیں کر رہا جب شائع ہوگا تو سب حضرات پڑھ لیں گے۔ لیکن ایک خاص نکتہ ضرور بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آج لاہور میں جس جگہ جامعہ نظامیہ رضویہ قائم ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں گورنر لاہور مرزا قلیج خان کا مدرسہ تھا انھوں نے مفتی مکرم احمد صاحب کا پاکستان اور لاہور میں خیر مقدم کیا اور مسعود ملت اور صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔

صدر محفل مفتی اعظم ہند علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد نے خطبہ صدارت پیش کرتے ہوئے کہا کہ اب چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اور میرا خطبہ صدارت بڑا ہے جو کہ آپ کو مطبوعہ صورت میں پیش کر دیا گیا ہے میں اس میں سے اختصار سے پیش کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر برسوں سے تحقیق ہو رہی ہے بارہ تحقیقی مقالات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں مل چکی ہیں ۔ فقیر نے بھی عربی میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے

www.mujaddidway.com

حالات و خدمات پر تحقیقی مقالہ قلمبند کیا ہے جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جسے انشاء اللہ ادارہ مسعودیہ کراچی عنقریب شائع کرے گا۔ امام ربانی فاؤنڈیشن کا قیام اور جہان امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تدوین و اشاعت اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری (جن کی مساعی جمیلہ اور ان کے رفیق کار صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کی جدو جہد سے نصف صدی سے پاکستان میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر و فکر کا چرچا ہے) نے لاہور میں حوزہ نقشبندیہ ایک علمی ادارہ قائم کیا ہے۔ جس کے سیکرٹری محمد عالم مختار حق ہیں۔ جس نے کام شروع کر دیا ہے اس کے معاونین میں پروفیسر محمد اقبال مجددی جیسے محقق ہیں اس سے اس کے کام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام ربانی فاؤنڈیشن نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و افکار و خدمات پر ایک عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا سات جلدوں میں شائع کیا ہے اور دو مزید جلدیں آئندہ سال منظر عام پر آجائیں گی۔ انشاءاللہ۔ اس طرح یہ انسائیکلوپیڈیا تقریباً چھ ہزار صفحات پر محیط ہوگا۔ شاید حضور انور ﷺ کی سیرت نگاری کے بعد آپ کے غلاموں میں کسی بھی شخصیت کی سیرت پر اتنا عظیم کام نہ ہوا ہوگا بے شک یہ ایک تاریخ ساز کام ہے۔ ۱۰ اپریل کو کراچی میں محفل تشکر منعقد کی گئی اور اب لاہور میں جہان امام ربانی کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا ہے جس کا سہرا صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کے سر ہے جن کی ہمت بلند اور معاونین کے تعاون اور دور و نزدیک سے مہمانان گرامی کی شرکت نے اس خواب کو حقیقت بنا دیا۔ قدم قدم پر خانوادۂ مجددیہ کے مشائخ اور صاحبزادگان کی دعائیں شامل حال رہیں۔ اظہار تشکر اور تحدیث نعمت کے طور پر ہم حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کے مشکور ہیں جن کی سرپرستی اور رہنمائی سے تحقیقی اور عظیم الشان خدمت انجام پائی۔ آپ نے مجدد مأۃ سابقہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی معارف کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا۔

پچھلے تیس سال سے حضرت اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں اور ہر پہلو سے اخلاص نیت کے ساتھ بے لوث دین متین کی خدمت فرما رہے ہیں جو حضرات حضرت مسعود ملت سے قریب ہیں وہ ان کی کاوشوں سے بخوبی واقف ہیں انھی خدمات کے سلسلے کی برصغیر میں علماء و مشائخ آپ کو مائۃ حاضرہ کا مجدد تسلیم کر چکے ہیں اور آنے والے وقت میں آپ کی اس عظمت کو امت مسلمہ تسلیم کرے گی انشاء اللہ۔

یہ تو اللہ کی نعمت ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کے بانی مولانا جاوید اقبال مظہری اور مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے صدر صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اور ان کے تمام معاونین و اراکین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

صدارتی خطاب کے بعد حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کی طرف سے جناب جمیل اطہر سرہندی نے مندرجہ ذیل قراردادیں پیش کیں جو اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔

قراردادیں

۱۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوقومی نظریہ کے بانی تھے اور مملکت خداداد پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی۔ اس لئے یوم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرکاری طور پر منایا جائے۔

۲۔ پاکستان میں مقیم نوے فیصد مسلمان فقہ حنفی کے مقلد ہیں اس لئے پاکستان میں آئین فقہ حنفی کے مطابق مرتب اور نافذ کیا جائے۔

۳۔ تعلیمات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نظریہ پاکستان کے تحفظ اور فروغ کی ضامن، عشق رسول سے مربوط اور بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے اتحاد و ترقی کی ضامن ہیں۔ اس لئے تعلیمات مجددیہ کو ریڈیو اور ٹی وی پر نشر اور ٹیلی کاسٹ کیا جائے۔

www.mujaddidway.com

۴۔ مکتوبات امام ربانی علم وتصوف کا خزینہ ہیں۔ان کی ترویج واشاعت وقت کی اہم ضرورت ہے اس لئے مکتوبات امام ربانی کے تراجم اُردو، عربی اورانگریزی زبانوں میں کرنے کا اہتمام اور ترویج و اشاعت سرکاری سطح پر کی جائے نیز بلاد اسلامیہ میں ان کی اشاعت کا انتظام بھی کیا جائے۔

۵۔ تعلیمات مجددیہ پر ریسرچ اور مخطوطات کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے مجدد الف ثانی اکیڈمی کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔

۶۔ مکتوبات امام ربانی کو جس طرح پنجاب یونیورسٹی کے ایم۔اے عربی کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے اسی طرح پاکستان بھر کی تمام یونیورسٹیوں کے ایم۔اے عربی اور ایم۔اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کیا جائے۔

جمیل اطہر سرہندی نے مزید زور دیتے ہوئے کہا آج حضرت مجدد کا پیغام ہر گھر، دکان اور مکان میں پہنچانے کی ضرورت ہے۔انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور اور شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور کی طرف سے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔حضرت پیر آغا فضل الرحمٰن مجددی نے دعا فرمائی، نماز ظہر با جماعت ادا کی گئی پھر مہمانوں کو ظہرانہ دیا گیا اور یوں یہ محفل مبارک اختتام کو پہنچی۔

کراچی اور بیرون شہر سے تشریف لانے والے مہمانوں کو عشائیہ کی دعوت دی گئی۔ اس پر تکلف دعوت کا اہتمام جناب اعجاز احمد خان کے دولت کدہ پر کیا گیا۔خاں صاحب اور آپ کے صاحبزادگان اکبر اعجاز خان، امجد اعجاز خان اور احمد اعجاز خان نے دعوت کا اہتمام بڑی محبت، خلوص اور مہمان نوازی کے جذبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا۔ اس تقریب میں حضرت پیر فضل الرحمان آغا مجددی دام ظلہ، حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی مکرم احمد دامت برکاتہم العالیہ، جگر گوشہ مسعود ملت حضرت صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد، حضرت مولانا جاوید اقبال

www.mujaddiway.com

مظہری، حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی، جناب پرویز اختر، جناب معراج دین مسعودی کے علاوہ مہمانوں کے جمِ غفیر نے شرکت کی اور آخر میں حضرت پیر فضل الرحمٰن آغا مجددی نے دعا فرمائی اور رات کے تقریباً 3 بجے تک صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اور آپ کے رفقاء مہمانوں کی خدمت میں مصروف رہے اور صوفی صاحب موصوف نے تمام مہمانوں اور رفقاء کار، مخلصین، محبین کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا۔

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

حضرت مسعود ملت جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

مکرمی زید عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کرم نامہ باعث مسرت وطمانیت ہوا۔ یہ مولیٰ تعالیٰ کا فضل وکرم، حضور انور ﷺ کی نظر رحمت اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ خاص اور بزرگان سلاسل عالیہ کا لطف وکرم تھا کہ قومی کانفرنس ہر حلقے میں مقبول ہوئی، ہر ایک کو رطب اللسان پایا۔ **فالحمد للہ علی ذالک**۔ یہ آپ کے اور جملہ معاونین کے اخلاص کی کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور دین ومسلک کی خدمت کی مزید توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب معاونین کو مبارک باد کہہ دیں۔ شکریہ ادا کردیں اور سلام کہہ دیں۔

سی۔ڈی مفتی مکرم صاحب کو دہلی بھی بھیج دیں۔ ٹی۔وی چینل شہرت کے لئے اچھا ذریعہ ہے مگر حقیقی شہرت مولائے کریم اپنے فرشتوں سے کراتا ہے۔ اس لئے فقراء کو نظر اس کی طرف رکھنی چاہیئے۔ جس کو پیارا بناتا ہے جبریل امین علیہ السلام سے فرماتا ہے وہ فرشتوں میں اعلان کرتے ہیں اور فرشتے ساری دنیا میں اعلان کرتے ہیں پھر وہ سب کا پیارا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ہر آن اپنی طرف متوجہ رکھے۔ آمین۔۔۔۔

نیویارک سے مسعود احمد اشرفی چشتی ''جہان امام ربانی'' دیکھ کر ایسے خوش ہوئے

www.mujaddidway.com

کہ جون میں استقبالیہ دینا چاہتے ہیں۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ محترم جمیل اطہر سرہندی، ڈاکٹر سید شجاع الحسن اور محمد ناظم بشیر صاحب نیز دوسرے محبین کو سلام کہہ دیں، مولانا جاوید اقبال، حاجی معراج دین، میاں مسرور احمد سلام کہتے ہیں۔

فقط

والسلام

محمد مسعود احمد

۵ مئی ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب
شاہی امام وخطیب شاہی مسجد فتح پوری، چاندنی چوک، دہلی، انڈیا
بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

محترم جناب صوفی غلام سرور صاحب مدظلہ العالی (لاہور)

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ کا مکتوب مل کر مسرت ہوئی۔ چونکہ اردو میں پتہ لکھا تھا اس لئے اسے پہنچنے میں دیر لگی۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ خط ضائع نہیں ہوا۔ یہاں پر ڈاک ملازمین زیادہ تر ہندی یا انگریزی کے عادی ہیں۔ اردو سے واقفیت کم ہے۔

۲۴ اپریل بروز اتوار ایوان اقبال لاہور میں جہان امام ربانی قومی کانفرنس میں احقر نے شرکت کی آپ کا میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے احقر کو صدارت کا اعزاز بخشا اور خطبہ صدارت پیش کرنے کا موقع دیا موضوع کانفرنس روحانی اور باوقار تھا، کانفرنس میں مقالہ نگاروں کی اور سامعین کی بڑی تعداد تھی علماء کرام اور سجادگان اور دانشوران ملت کی شرکت سے اس محفل کی رونق میں اضافہ ہوا۔ سب ہی خوش تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور اولیاء نقشبند رحمہم اللہ کا فیضان تھا کہ ایوان میں نورانی سماں تھا جو بے پناہ کشش اور جاذبیت لئے ہوئے تھا۔ ہر ایک فیض مجدد الف ثانیؒ سے سرشار اور مست تھا۔

؎ سکون قلب کی لہروں سے یوں محسوس ہوتا ہے

کوئی ہے مائل لطف وکرم پوشیدہ پوشیدہ

یوں تو بہت سے مصلح اور عالم سماج کی اصلاح اور ملت کی رہنمائی کے لئے آئے لیکن حضرت مجددؒ کی عظمت سب سے بالا وافضل ہے۔ چونکہ تائید غیبی ان حضرات کے ساتھ شامل نہیں رہی تھی اس لیے انھیں زیادہ کامیابی نہیں ملی۔ انھوں نے کچھ نہ کچھ اصلاح کی لیکن بعد میں اس میں خرابیاں اور غلو شامل ہو گیا جو پائدار اثر قائم رہنا چاہیئے تھا وہ نہ رہ سکا۔ حضرت مجددؒ نے جو مغل بادشاہوں کی اصلاح فرمائی وہ ایسی پائیدار تھی کہ آج تک پھر اکبر جیسا بد دین اور جہانگیر جیسا کوئی مغرور بادشاہ پیدا نہیں ہوا۔ فیض مجددؒ سے شاہ جہاں اور اورنگ زیب جیسے نیک دل بادشاہ وجود میں آئے الحمدللہ آج تک یہ فیض جاری وساری ہے اور اسی آب وتاب کیساتھ جاری ہے جو اس عہد میں تھا۔ یہی وہ امتیاز ہے جس سے لوگ خشوع وخضوع کے ساتھ سنتوں سے آراستہ علم وعمل سے پیراستہ نظر آتے ہیں۔ نقشبندی سلسلہ میں کشش ہے جاذبیت ہے غلبہ اور طاقت وقوت ہے اس فیضان کا کمال ہے جو بزرگان نقشبند سے وابستہ ہے۔

دل سے ہزاروں دعائیں نکلتی ہیں مسعود ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے لئے جنھوں نے جہان امام ربانی سات جلدوں میں شائع کر کے ایک عظیم الشان ذخیرہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کی بڑی ضرورت تھی۔ حضرت مجددؒ کی شخصیت اور عظمت آپ کے عشق وعرفان کو سمجھنے والے صرف سالانہ عرس تک محدود ہوتے جا رہے تھے بہت خوشی کی بات ہے کہ یہ عظیم الشان کام مجدد مأتہ حاضرہ کی توجہ سے ممکن ہو پایا۔ حضرت مسعود ملت ایک فرد نہیں بلکہ ایک جہاں ہیں۔

www.mujaddidway.com

ع ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

انھوں نے ویران دلوں کو بسایا اور خالی ذہنوں کو آباد کیا۔ گمراہ ذہنوں کی اصلاح کی اور نونہالان ملت کی ایسی تربیت کی کہ وہ خود تربیت کرنے کے قابل ہو گئے۔ یہ بھی خدا کا بے حساب کرم ہے کہ آپ جیسے زندہ دل عاشق صادق انھیں ملے جنھوں نے اس میں حسن پیدا کیا۔ اسی عشق و عرفاں کی کارفرمائی سے آج ویرانے آباد ہیں اللہ کے نیک بندے مئے عرفاں کے لبریز جام لٹا رہے ہیں اور قیامت تک لٹاتے رہیں گے۔

ع ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آپ کے اخلاص ومحبت کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے اتنی عظیم الشان قومی کانفرنس کا انعقاد اتنے باوقار اور شاندار انداز میں کیا۔ یقیناً یہ قبولیت کی بات ہے کہ یہ کانفرنس ہر اعتبار سے کامیاب رہی۔ مقالہ نگاروں نے بہت سنجیدہ اور عالمانہ انداز میں مقالات پیش کئے اور ناظم جلسہ بھی اپنے فن کے ماہر تھے جنھوں نے لا یعنی باتوں سے اجتناب کر کے کانفرنس کی کارروائی کو بحسن وخوبی آگے بڑھایا اور وقت کا زیادہ سے زیادہ استعمال ملحوظ رکھا۔ مختصر وقت میں آپ نے اتنی عظیم الشان کانفرنس منعقد کر لی مجھے امید ہے کہ ہر سال موقع بموقع یہ کانفرنس منعقد ہوتی رہے گی اور کامیابی کی بلندیوں کو چھوتی رہے گی۔ لاہور کے حضرات نے بھرپور تعاون کیا۔ مجدد الف ثانی سوسائٹی نے بھرپور محنت کی۔ یہ سب آپ کی خصوصی توجہ اور سرپرستی میں ہوا۔ سب ہی ہماری طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے حضرت امام ربانی کے فیض کو عام فرمایا۔ عوام وخواص

www.mujaddidway.com

تک پہنچایا۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کی اور حسن انتظام کی سب ہی ذمہ داریوں کو پورا فرمایا۔

میں اس کانفرنس میں شرکت کر کے جتنی فرحت محسوس کر رہا ہوں بیان سے باہر ہے۔

مجدد الف ثانی سوسائٹی کے سب ہی اراکین کو میرا سلام کہئے۔

طالب دعا

(ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد)

شاہی امام

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

مفسر قرآن حضرت علامہ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب

(سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ لاہور، ڈائریکٹر شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور)

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

24 اپریل 2005 بروز اتوار **''ایوان اقبال''** لاہور میں جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ یہ عظیم کانفرنس حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، دینی وملی خدمات، واقعات، فکری وعلمی وعملی راہ نمائی اور کارہائے نمایاں پر ایک عظیم انسا ئیکلو پیڈیا **''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی''** کی سات جلدوں میں تکمیل کے بعد اراکین مجدد الف ثانی سوسائٹی اور شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور کے تعاون سے منعقد ہوئی۔ یہ ایک عظیم اور عبقری دینی وروحانی شخصیت کے حوالے سے بہت بڑی کانفرنس تھی اور تقریباً پچھلی چار صدیوں میں ایک منفرد، ٹھوس اور انتہائی مؤثر علمی، تحقیقی کاوش کا بھرپور مظاہرہ تھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ماضی میں مختلف حوالوں سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر بہت کام ہوا ہے لیکن اس کانفرنس کی ہمہ گیری جامعیت ایک نادر حیثیت کی حامل ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی ذات دینی وروحانی فکری وتحقیقی اور علمی وعملی حلقوں میں علی الخصوص نقشبندی فکر کے حوالے سے انتہائی جانی پہچانی ہی نہیں بلکہ ممتاز وسر فہرست ہے۔ ان کی یہ مساعی نہ صرف عظیم دینی وملی خدمت ہے بلکہ ہمارے لئے سرمایہ افتخار

ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس کاوش سے خود کو زندہ جاوید بنا لیا ہے اور مستقبل کے دانشوروں کیلئے یہ کارنامہ تحقیق کا بحر ذخار ہے، جس سے صرف نظر کرنا ممکن نہ ہو گا اور طالبان حقیقت کیلئے یہ نشان منزل کا کام دے گی۔ عصر حاضر میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے کہ پھر وہی حالات افق کو گھیرے ہوئے ہیں جو عہد مجددی کے وقت تھے۔ تاہم لاہور میں اس کانفرنس کا انعقاد ایک اور اہم دینی و روحانی فکری و عملی عبقری ہستی جنھیں ہم صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کے نام سے جانتے ہیں' کے بغیر ممکن نہ تھا قبلہ صوفی صاحب آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے وابستگان و خلفاء میں ہیں وہ عظیم روحانی شخصیت اور مجددی تحریک کے روح رواں اور پیکر علم و عمل مخدوم گرامی قدر صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کے صحبت یافتہ اور خلفاء میں سے ہیں۔ اور ان کی زیر سرپرستی چالیس سال تک اس تحریک کے خدام خاص میں سے رہے ہیں اور اس سے پہلے بھی مجدد الف ثانی نمبر، اولیائے نقشبند نمبر، امام اعظم نمبر، وغیرہ میں خدمات انجام دے چکے ہیں اس کانفرنس کے انعقاد سے پھر ثابت کر دیا کہ ان کی طلسماتی شخصیت کسی بڑے سے بڑے خاکے کو حسین رنگوں سے نہ صرف سجا سکتی ہے بلکہ مقبول و محبوب بنانے کے کمال گر سے بخوبی آشنا ہے۔ اور ہر ماحول میں بھرپور کردار ادا کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ اس کانفرنس کی چند خصوصیات یہ تھیں۔

۱۔ کانفرنس کے انعقاد کیلئے اخبارات، اشتہارات، پیغامات، ٹی وی، ریڈیو سے اعلانات، بڑے بڑے بینرز اور لاہور شہر کے تمام اہم مقامات پر شرکت کرنے والوں کی کامل راہنمائی کا بے مثل مظاہرہ کیا گیا۔

۲۔ ایوان اقبال تک پہنچانے کیلئے خواص و عوام اور مہمانوں کیلئے ٹھوس انتظام تھا۔

۳۔ ایوان اقبال میں نشستوں کی تقسیم اور راہنمائی کا ایسا انتظام تھا کہ شائد اسمبلیوں میں اس قدر بھرپور نہ ہو۔

۴۔ یہ کانفرنس بروقت شروع ہوئی اور اس میں حاضرین کی تعداد ابتدا سے انتہا تک اتنی کثرت سے رہی کہ ایوان اقبال کے ریکارڈ میں ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

۵۔ لوگوں کا ذوق وشوق اور دلجمعی قابل دید تھی حالانکہ کانفرنس کے اکثر شرکاء و مقررین مقالہ نگار تھے اور یہ لوگ معروف علماء، دانشور، اور محقق پروفیسر حضرات تھے اور علمی و تحقیقی مقالوں کو دل جمعی سے سننا اور آخری وقت تک مجمع کا برقرار رہنا کرامت سے خالی نہیں۔

۶۔ فاضل مقالہ نگاروں نے اور علماء نے اپنی اپنی کاوشوں کا بھرپور حق ادا کیا اور لوگوں سے بھرپور داد لی۔

۷۔ نظم ونسق مثالی تھا جبکہ ایسی کانفرنسوں میں ایسا ممکن نہیں ہوتا مگر یہاں تو جہاں ہی نرالا تھا کہ سبھی پیکر صبر و استقلال تھے۔

۸۔ کانفرنس کے موقع پر تحریری کاوشیں کتب و پمفلٹ کی صورت میں نشستوں پر بیٹھے ہوئے حاضرین تک باقاعدہ پہنچتی رہیں۔

۹۔ تقریباً ساڑھے تین بجے یہ کانفرنس ختم ہوئی تو حاضرین کے دوپہر کے کھانے کا قابل تعریف انتظام تھا کہ اور اعلیٰ قسم کے ماکولات میں اتنی برکت ہوئی کہ بعد میں داتا دربار اور حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ کے فقراء تک ان کو پہنچایا گیا کانفرنس کے شرکاء کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق تین سے چار ہزار تک تھی۔

۱۰۔ منتظمین کانفرنس نے ہر شعبہ میں اتنی اچھی کارکردگی اور خوبی کا مظاہرہ کیا کہ ہر آنے والا ان سے نہ صرف متاثر ہوا بلکہ برملا ان کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔

میں ان چند سطور کے بعد آخر میں قبلہ صوفی غلام سرور صاحب اور ان کے اعوان، اصحاب، اراکین، مریدین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور برملا کہتا ہوں کہ یہ ایک تاریخی کانفرنس تھی لیکن اس کے روح رواں حقیقتاً صوفی غلام سرور صاحب تھے جن کی شخصیت کا سحر

www.mujaddidway.com

بخوبی نمایاں تھا۔ اللہ ان کے اخلاص و عمل میں برکت و ترقی عطا فرمائے اور انھیں عمر خضر عطا فرمائے کہ وہ ملت اسلامیہ کی اسی طرح خدمت کرتے رہیں۔ اللہ کرے زور عمل اور زیادہ۔

والسلام

پروفیسر قاری مشتاق احمد

۱۵ اگست ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

جناب سردار علی احمد خان

(گولڈ میڈلسٹ تحریک پاکستان، ممتاز صحافی وسوشل ورکر) گارڈن ٹاؤن لاہور

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.maktabah.org

ے آپ کی نوری کرنیں مجدد شرق وغرب لہرائیں
جن سے راندے سارے میلے تن کندن ہو جائیں

جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس منعقدہ 24 اپریل 2005 میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایوان اقبال واقع ایجرٹن روڈ لاہور سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور شرکاء کی اکثر تعداد باریش اور عمامہ پوش تھی۔ ایک عجیب روحانی منظر تھا۔ جس کی یاد تا دیر رہے گی۔ ایوان اقبال میں مجھے کئی ایک تقاریب میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن امام ربانی کانفرنس کچھ اور ہی چیز تھی۔ تلاوت قرآن پاک اور نعتیہ کلام نے فضا کو معطر اور معنبر کئے رکھا اور مشام جاں کو ایک مخصوص وجد آفریں کیفیت سے دوچار کئے رکھا۔

حضور مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جن فکری جہتوں سے مقررین نے سماں باندھا وہ بے مثال ہی کہا جائے گا۔ شیخ مجدد کا ذکر خیر بھی عبادت کے زمرے میں آتا ہے اور بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''صالحین کے ذکر سے رحمت باری کا نزول ہوتا ہے۔'' اور یہ اس پر از فتن زمانے میں بھی صادق آتا ہے۔

ے فریب وقت نے گھرا احجاب ڈالا ہے

وہاں بھی شمع جلا دو جہاں اجالا ہے

جو حضرات متذکرہ صدر کانفرنس سے مستفید ہوئے ان کی یقیناً آستانہ مجدد سرہند کی جانب توجہ منعطف ہوئی

ے شمع مزار او ہمہ نور غفور باد داماں زائرین درش غرق نور باد

مجھ بے بضاعت پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کا اب تک اثر قلب و ذہن پر مرتسم ہے اور میں اپنی کم مائیگی کے باعث اس کا اظہار الفاظ میں کرنے سے قاصر ہوں۔

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مدظلہ نے جو حسن انتظام کیا اس کیلئے وہ اہل سلسلہ کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور میں صوفی صافی، عالم باعمل غلام سرور صاحب کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں، اور انھیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فروغ کیلئے مساعی جمیلہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انھیں سلامت و باکرامت رکھے۔

ان اہل فقر کی کم تابیاں غنیمت ہیں

اندھیری رات میں روشن ہیں جگنوؤں کی طرح

راجی شفاعت وغفران

سردار علی احمد خاں عفی عنہ

۳۱ مئی ۲۰۰۵ء

www.mujaddidiway.com

مکتوب گرامی

ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد)
وائس چانسلر انڈیپنڈنٹ یونیورسٹی فیصل آباد
بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء کا دن، جہاں امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نکہتوں سے پُر فضا تھا۔ نسبت بڑی تھی، محنت لائق تحسین تھی اور حسن انتظام قابل دید تھا، مجددی نغمات سے درو دیوار مہک رہے تھے۔ صیانت عقیدہ، جلالت کردار اور عظمت افکار کے مشن نے ولولوں میں ایمانی حرارت پیدا کر دی تھی۔ ایوان اقبال کا ہال آج افکار اقبال کے مطلوب وجود کے تذکروں سے عنبر فشاں تھا، میرا ایمان ہے کہ اگر وطن عزیز کو ایک اسلامی مملکت کے معیار پر قائم رہنا ہے تو یہاں افکار مجدد علیہ الرحمہ کو فروغ دینا ہوگا، کس قدر صاحب نظر تھے یہ مرد قلندر کہ مسلمان حکومت کے دور عروج میں آنیوالے خطرات کو بھانپ بھی رہے تھے اور ان سے نبرد آزما ہونے کا سامان بھی کر رہے تھے، فکر مجدد کو اساس پاکستان کی حیثیت حاصل ہے اسلیئے اسی اساس پر قائم ہونیوالی ریاست کو اس کی ترویج کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ یہ حکومت کا کام تھا جو آپ نے انجام دیا، غلام سرور نقشبندی ایک نام نہیں ایک تحریک ہے، جس کی تب و تاب ایک صاحب فکر، مسعود ملت کے مرہون ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو، محترم ڈاکٹر مسعود

احمد صاحب کو اور دیگر معاونین کو مزید ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے تا کہ ملت پاکستانیہ ہمیشہ سر بلند رہے آمین۔ تہہ دل سے مبارکباد قبول کیجئے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
فیصل آباد

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جن اکابر ملت نے دین اسلام کے خلاف سازشوں کا نہایت جوانمردی اور پامردی سے مقابلہ کر کے دین حق کی حنیفیت کو برقرار رکھنے کی بھرپور سعی کی ان میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد ملت حضرت امام احمد رضا خان فاضل ومحدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سرفہرست ہیں۔

ان مجاہدین اسلام کی واضح اور اصلاح امت پر مبنی تعلیمات کو ملت اسلامیہ تک پہنچانا نہایت ہی قابل صد کارنامہ ہے۔

اس سلسلے میں ''مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور'' جہد مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے۔ بالخصوص سالانہ کانفرنس کے انعقاد کے ذریعے اہل علم و دانش کی تحقیقات سے عامۃ الناس کو روشناس کرانا ایک عظیم ملی خدمت ہے۔

اس سال حضرت مخدوم اہل سنت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی مدظلہ کی تصنیف لطیف ''جہان امام ربانی'' کی تقریب رونمائی کے حوالے سے مورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء ایوان اقبال لاہور میں نہایت عظیم الشان سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔

اس سیمینار میں ایک کثیر تعداد محققین و علماء نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ اور خدمات پر مختلف عنوانات سے مقالہ جات پڑھے اور اہل علم و دانش کے علاوہ عوام کی ایک بھاری تعداد نے شرکت کی۔

اس سیمینار کے انتظامات نہایت ہی قابل رشک تھے شور و غوغا ، ہنگامی تاوانی اور بد انتظامی نام کی کوئی چیز اس سیمینار میں نظر نہیں آئی۔ مقالات کی مجلس تھکا دینے والی مجلس ہوتی ہے اور پھر جب مقالہ نگار حضرات کی تعداد بھی اچھی خاصی ہو لیکن اس کے باوجود کئی گھنٹے سامعین کا جم کر بیٹھنا قابل داد ہے۔ اور اس تمام حسن انتظام کا سہرا مخدوم اہل سنت حضرت پیر صوفی غلام سرور نقشبندی اور ان کے رفقاء کے سر سجتا ہے۔ یقیناً یہ پوری ٹیم اہل سنت و جماعت کی طرف سے ہدیہ تبریک کی مستحق ہے۔

محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

www.mujaddidway.com

پروفیسر محمد اقبال مجددی

صدر شعبہ تاریخ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور،

کتاب جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی مرّتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تقریب رونمائی کے سلسلہ میں منعقدہ مجلس شریف کئی اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے اول یہ کہ ہمارے ملک میں عرصہ دراز سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے یوم وصال پر عموعی جلسے ہوتے رہتے ہیں ان میں اکثر شرکاء و مقررین حضرت امام ربانی کے حقیقی کارناموں سے مطلقاً واقف نہیں ہوتے۔ میں گزشتہ چالیس سال سے ایسے جلسوں سے کنارہ کشی اختیار کر چکا تھا کہ لاہور جیسے علمی مرکز میں جناب صوفی غلام سرور نے یوم حضرت مجدد الف ثانی کے موقع پر نہایت پر شکوہ، تقریب کا اہتمام کیا اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بارے میں علمی مقالات پڑھوائے جو بہت ہی مستحسن اور مبارک کام ہے یہ اس سلسلہ کے سجادہ نشینوں کیلئے ایک مثالی قدم ہے۔ ان میں سے اکثر مقالات اس قابل ہیں کہ انھیں ایک مجموعہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا مرّتبہ مجموعہ مقالات جہان امام ربانی ایک ضخیم جحیم کتاب ہے جو سات مجلدات پر مشتمل ہے، یقیناً سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں اس میں اہل علم و تحقیق کو بہت سا مواد یکجا مل جائے گا۔

دعاجُو

محمد اقبال مجددی

۲۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء،

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مکتوب گرامی

حضرت علامہ جاوید اقبال مظہری (کراچی)

بانی امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

گرامی قدر حضرت علامہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ لاہور میں ہونیوالی امام ربانی کانفرنس کی کامیابی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ یہ کامیابی ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی توجہات گرامی کی مظہر ہے تو دوسری طرف آپ کی محنت، محبت اور اخلاص کی کرامت ہے۔ اس کانفرنس کو خانوادہ مجددیہ کے چشم و چراغ حضرت پیر فضل الرحمٰن مجددی اور خانوادہ مظہریہ کے چشم و چراغ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب کی شرکت نے چار چاند لگا دیئے اور پھر مقالہ نگار حضرات نے اپنے تحقیقی مقالات پیش کر کے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مقام جلیلہ کو تسلیم کر لیا۔ انشاء اللہ ''**مجلّہ معارف امام ربانی**'' کے اجراء کے موقع پر فاؤنڈیشن کی طرف سے تفصیلی اظہار کروں گا۔ یہ تو چند جملے ہیں جو آپ کی محبت میں آمد ہوئے۔ اس سے پہلے آپ کا خط مقالات اور اخبارات موصول ہوئے شکریہ۔ اپنی دعا میں یاد رکھیں۔ اب اجازت۔

فقط

احقر العباد

جاوید اقبال مظہری

۶ مئی ۲۰۰۵ بروز جمعۃ المبارک

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (نارتھ کراچی)

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

محترم ومکرم صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب زید عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاء اللہ لاہور کی ''جہان امام ربانی کانفرنس'' شاندار وکامیاب رہی۔ یہ سب آپ حضرات کے خلوص کا نتیجہ ہے۔ فقیر ذاتی طور سے آپ اور تمام رفقاء کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اتنا بڑا کام دو تین برس میں ہی مکمل ہو گیا اور شائع ہو کر دنیا بھر میں پھیل بھی گیا۔ لوگ حیران ہیں کہ اتنی جلدی اتنا عظیم کام کیسے ہو گیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے جو ہم وآپ سب پر ہوا۔ یہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا تصرف وفیضان ہے ورنہ کام کرنے والے تو خود حیران ہیں۔

الحمد للہ جلد ہفتم، ہشتم پر کام جاری ہے اور اسی سال کے آخر تک پورا کرنے کا عزم ہے۔ لاہور کی کانفرنس کی ایک رپورٹ فقیر نے مرتب کی ہے جس کا عکس روانہ ہے چاہیں تو کہیں شائع کرا دیں۔

الحمد للہ حضرت مسعود ملت مدظلہ العالی کی سرپرستی اور توجہ وعنایات سے امام احمد رضا پر کام کیا اور خوب کیا، اب بھی کرتے ہیں۔ فقیر کا خیال ہے کہ جس طرح مرکزی مجلس رضا لاہور نے چھوٹے چھوٹے رسائل شائع کر کے ملک بھر میں تقسیم کئے اور فکر رضا کو عام کیا اسی طرح آپ یا کوئی اور ادارہ ہر دو مہینے یا ہر مہینے ایک رسالہ شائع کر کے عام کرے۔ اس کام کیلئے

www.mujaddidway.com

فقیر رسائل کی تیاری کی ذمہ داری تک حاضر ہے۔آج کا زمانہ لٹریچر اور میڈیا کا زمانہ ہے۔ لوگ مصروف ہیں، کم وقت میں مطلب کی بات جاننا چاہتے ہیں۔فقیر کے ذہن میں کئی موضوعات ہیں آپ اس ضمن میں توجہ فرمائیں۔پھر فقیر کو آگاہ کریں تو کام شروع کر دیا جائے۔انشاءاللہ

لاہور میں پذیرائی کا ممنون ہوں۔اچھا اب اجازت دیں، تمام رفقاء کار، احباب، معتقدین اور حاضرین کو سلام ہو۔

والسلام

احقر اقبال احمد اختر القادری

۷ امئی ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد ظہور احمد جلالی

شیخ الحدیث (دارالعلوم محمدیہ اہلسنت نزد سول ہسپتال، مانگا منڈی ضلع لاہور)

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

شیخ طریقت، سراپا صدق وصفا، مجسمہ اخلاص و وفا حضرت قبلہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از خیریت طرفین، عرض ہے کہ جناب کے زیر اہتمام انعقاد پذیر ہونے والی جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ قومی کانفرنس انتہائی کامیاب، با مقصد اور جامع پروگرام تھا۔ جس پر آپ اور آپ کے رفقاء کار لائق صد مبارک باد ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضرت مسعود ملت زید مجدہ کی مرتب کردہ کتاب ''**جہان امام ربانی مجدد الف ثانی**'' اپنی مثل آپ ہے اسی طرح اس کی تقریب رونمائی کا یہ پروگرام بھی اپنی مثل آپ تھا۔ مقالہ نگاروں کا انتخاب ان کیلئے موضوعات کا چناؤ اور پھر مقالہ نگاروں کا اپنے اپنے موضوع پر پُر مغز گفتگو کرنا اس عظیم کانفرنس کی کامیابی کا بیّن ثبوت ہے۔ نیز طویل نشست میں سامعین کا جم کر بیٹھے رہنا بھی کانفرنس کی کامیابی کو واضح کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کانفرنس سلسلہ مقدسہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کی خاص روحانی نظر عنایت کا مرکز بنی ہوئی نظر آرہی تھی کیونکہ جب تک مشائخ سلسلہ کی برکات وتوجہات شامل

احوال نہ ہوں پروگرام اتنا جامع وعظیم نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کو محض ذاتی کاوشوں کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔اس موقع پر مجھے وہ واقعہ یاد آرہا ہے جس میں اعلیٰ حضرت شیر ربانی قدس سرہ کی درخواست پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نور وفیض سے بھرا ہوا مشکیزہ لاتے ہیں اور حاضرین کونور وسرور سے معمور فرمادیتے ہیں۔

اس کانفرنس کے اختتام پر پُر تکلف اور وافر مقدار میں شیر ربانی لنگر سمیت یہ کانفرنس ہر پہلو کے لحاظ سے کامیاب ترین کانفرنس تھی۔کاش حضرت مسعود ملت زید مجدہ کی صحت اجازت دیتی اور آپ بذات خود جلوہ افروز ہوتے تو کانفرنس کی افادیت مزید بڑھ جاتی۔

بندہ ناچیز اس عظیم کانفرنس کے انعقاد پر آپ کے تمام رفقاء کار وخدام کو پھر تہہ دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔اور بارگاہ قدس جلّ وعلا میں دست بدعا ہے کہ مولیٰ کریم سلسلہ عالیہ مجددیہ کی ترویج وترقی اور تعلیمات مشائخ کی وسیع تر اشاعت میں آپ کو مزید سعادتوں سے نوازے اور برکات دین ودنیا کا باعث بنائے۔

المختصر حضرت مسعود ملت زید مجدہ نے وابستگان سلسلہ مجددیہ پر جو احسان عظیم فرمایا ہے، یہ کانفرنس اس احسان عمیم کا منفرد شکرانہ ہے۔

العبد

ظہور احمد جلالی عفی عنہ

۱۴ مئی ۲۰۰۵ء

www.mujaddidiway.com

مکتوب گرامی

مناظر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

شیخ الحدیث (جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

محترم قبلہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت موجود و خیریت مطلوب ہے۔ ''جہان امام ربانی قومی کانفرنس'' کے شاندار انعقاد پر آپ کو اور آپ کے تمام رفقاء کار کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

پیرانہ سالی میں آپ کے جواں جذبے لائق تحسین ہیں اتنی بڑی کانفرنس کا حسی اور معنوی حسن کے ہمراہ انعقاد آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

اس دن ایوان اقبال کے مناظر تاریخی تھے۔ علم و آگہی کا ایک گلستان سجا ہوا تھا۔ رنگا رنگ گلدستوں کی خوشبو سے ماحول معطر تھا۔ مسعود ملت حضرت ڈاکٹر مسعود احمد زید شرفہ کے قلم کی تابنا کیوں کا تذکرہ بھی جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور آئندہ نسلوں کیلئے مینارہ نور بنائے۔

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

۱۴ مئی ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی صاحب (شکر گڑھ) نارووال

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

صوفی باصفا جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

سلام مسنون! مزاج گرامی، آپ کا عنایت نامہ باصرہ نواز ہوا۔ آپ نے ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء کو ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہونے والی عالیشان کانفرنس کے متعلق تأثرات قلمبند کرنے کا حکم دیا، یہ آپ کی از حد شفقت ہے کہ آپ اس ذرہ بے مایہ کو بار بار خدمت کا موقع عنایت فرما رہے ہیں۔ جہاں تک کانفرنس کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ میں نے اتنی شاندار اور جاندار کانفرنس آج تک نہیں دیکھی، پورا سماں رنگ و نور میں نہایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کے حسن انتظام اور آپ کے رفقائے کار کے حسن تعاون پر داد تحسین نکل رہی تھی۔ وہ میری زندگی کے بہت سعادت افروز لمحات تھے۔ جب میں بھی برصغیر پاک و ہند کے نامور سکالرز کے ساتھ مدعو تھا۔ اور ان کے ہمراہ مجھے بھی اپنے جذبات و تحقیقات کو پیش کرنے کا سنہری موقع فراہم کیا گیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اس کے پیارے حبیب لبیب ﷺ کی نگاہ رحمت ہے اور آقائے نعمت پاسبان سرمایہ ملت حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تائید و نصرت ہے۔ اس جہان امام مجدد الف ثانی قومی کانفرنس کا طرہ امتیاز یہ تھا کہ اس میں حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ذات و صفات پر عظیم الشان تحقیقات کا خوبصورت جہان متعارف کروایا گیا۔ میں نے جب اس جہان میں اپنے لکھے

ہوئے مضامین ملاحظہ کیئے تو اور خوشگوار حیرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے اس لطف و کرم پر بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ مسعود ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی کی سرپرستی میں ہونیوالا یہ عظیم تحقیقی علمی اور فکری کام صدیوں تک اپنا فیضان تقسیم کرتا رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) مجھے امید واثق ہے کہ آپ اور آپ کے وفادار رفقائے کار مجدد الف ثانی سوسائٹی اور شیر ربانی اسلامک سنٹر کے پلیٹ فارم پر اس طرح کی اور بھی کانفرنسز کا انعقاد کرتے رہیں گے۔ اس دور میں بکھرا ہوا مسلم معاشرہ اگر حضور امام ربانی کے نقوشِ پا پر چلنا شروع کر دے تو بہت جلد اسے منزل مراد مل سکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب ہیں، ان کی محبت و اطاعت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ آپ نے لوگوں کو اس راستے پر چلانے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ اس کے روحانی اور معاشرتی اثرات بھی آپ مشاہدہ فرما رہے ہوں گے۔ مولا کریم آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور آپ کے اداروں کو مزید تابانیاں عطا کرے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

والسلام

غلام مصطفٰے مجددی (شکر گڑھ)

۳۰ اپریل ۲۰۰۵ء

www.mujaddidiway.com

چند گھنٹے ایک روح پرور تقریب میں

جناب جمیل اطہر سرہندی، چیف ایڈیٹر روزنامہ جرأت وتجارت لاہور

یہ اتوار 24 اپریل کا ذکر ہے۔ ایجرٹن روڈ پر واقع ایوان اقبال کے مرکزی ہال میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے وابستگان کا ایک روح پرور اجتماع ہے۔ جسے مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور اور شیر ربانی اسلامک سنٹر سمن آباد کے مشترکہ اہتمام میں منعقد کیا گیا ہے۔ مجدد الف ثانی سوسائٹی ہر سال ماہ صفر کے آخری ہفتے میں دو قومی نظریہ کے اولین علمبردار حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اس تقریب کا اہتمام کرتی ہے۔ اس سال اسے جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس کا نام دیا گیا جو ربیع الاول میں منعقد ہوئی ہے اور اسے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تازہ تصنیف **''جہان امام ربانی''** سے منسوب کیا گیا۔ یہ تصنیف سات جلدوں پر مشتمل ہے جسے حضرت مجدد الف ثانیؒ پر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت حاصل ہے۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب چوھدری پرویز الٰہی دس بجے تک ایوان اقبال تشریف نہیں لائے جنھوں نے جناب مجیب الرحمٰن شامی کی درخواست پر اس اجتماع میں شمولیت کی دعوت قبول کی تھی۔ میں اگرچہ ایک دن پہلے ہی اس تقریب کے روح رواں جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی سے یہ عرض کر چکا تھا کہ وہ چوھدری پرویز الٰہی کی تشریف آوری کی توقع نہ رکھیں لیکن منتظمین کو اس کے باوجود امید تھی کہ وہ شامی صاحب سے اپنے وعدے کا احترام کرتے ہوئے ضرور رونق افروز ہوں گے۔ بہر حال یہ توقع پوری نہیں ہوئی۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ تقریب کے ایک اور مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب بھی ضعیفی اور بیماری کے باعث کراچی سے لاہور کا سفر کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ اس

تقریب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جامع مسجد فتح پوری دہلی (بھارت) کے امام وخطیب حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب اس میں شرکت کیلئے تشریف لائے اور اپنے بصیرت افروز خطاب سے نوازا۔اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے بیٹے حضرت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد بھی شریک ہوئے۔کانفرنس کا آغاز استاد القرأ قاری غلام رسول کی روح پرور تلاوت قرآن سے ہوا۔ بعد ازاں حافظ قاری اللہ بخش قادری نے شاعرمشرق علامہ اقبال کا وہ کلام بڑی خوش الحانی سے سنایا جوانھوں نے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مزار پرحاضری کی کیفیت میں سپرد قلم کیا۔

ایوان اقبال کا وسیع وعریض ہال وابستگان نقشبند وسرہند کا ایمان افروز اجتماع اور اقبال کے درد میں ڈوبے ہوئے اشعار ایک عجیب ہی سماں تھا۔راقم الحروف نے مجدد الف ثانی سوسائٹی کے سیکرٹری کی حیثیت میں چند ابتدائی کلمات عرض کیے جن کا مدعا ومقصود یہ تھا کہ یہ کوئی عام تقریب نہیں ہے بلکہ اس کی غرض وغایت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کے پیغام کو عوام تک پہنچانا ہے اس لیئے یہاں نعرے بلند کیئے جائیں اور نہ ہی تقریب کے تقدس کے منافی کوئی رویہ اختیار کیا جائے حاضرین مجلس کے صبر واستقلال کی داد دینا پڑتی ہے کہ انھوں نے پورے ساڑھے پانچ گھنٹے تک اس کانفرنس کی کارروائی سنی۔ کانفرنس میں جناب جاوید اقبال مظہری بانی امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی نے امام ربانی فاؤنڈیشن کا تفصیلی تعارف کرایا اور ''**جہان امام ربانی**'' کے مصنف ومؤلف ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی گراں قدر علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے بیٹے صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد نے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے کارہائے نمایاں بیان کیئے۔جن فاضل مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات پڑھے ان میں سے سید ریاض الحسن گیلانی، پروفیسر قاری مشتاق احمد، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، ڈاکٹر سلطان شاہ، پروفیسر محمد اقبال مجددی، پروفیسر سید شبیر حسین زاہد،

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی، مولانا صابر حسین شاہ بخاری، پروفیسر غلام مصطفےٰ مجددی، اور ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مقالہ ایک سے ایک بڑھ کر تھا اور لکھنے والوں کی محنت شاقہ اور علمی استعداد کا مظہر و محور جنھیں سننے کیلئے ڈیڑھ ہزار سے زائد سامعین ساڑھے پانچ گھنٹے تک ہمہ تن گوش رہے اور انھوں نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس عظیم جدو جہد اور جہاد کے تذکرے سنے جنھوں نے اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں مسلمانوں کے جداگانہ اسلامی تشخص کی حفاظت کیلئے آواز حق بلند کی اور کسی طمع اور خوف کو خاطر میں لائے بغیر اسلام کی نشانیوں کے تحفظ میں کامیاب و کامران رہے۔ آخر میں خانوادہ مجددیہ کے چشم و چراغ فخر المشائخ حضرت پیر فضل الرحمٰن مجددی نے نہایت ہی دلکش اور دلنشیں الفاظ میں دعا کرائی اور جس کے ساتھ ہی یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ ڈاکٹر سید شجاع الحسن اور محمد ناظم بشیر نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے اس باوقار تقریب کے خیر و عافیت سے پایہ تکمیل کو پہنچنے پر صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کی خوشی اور اطمینان دیدنی تھے۔ جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی تعلیم و تبلیغ کو اپنی زندگی کا نصب العین اور مقصد عظیم بنایا ہوا ہے۔

بشکریہ روزنامہ جرأت

۲۶ اپریل ۲۰۰۵ء

www.maktabah.org

مکتوب گرامی

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

ایم۔اے۔(اسلامیات،عربی،تاریخ)۔شعبہ اسلامیات گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج،ننکانہ

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

www.mujaddidway.com

جناب محترم صوفی غلام سرور صاحب نقشبندی مجددی (صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا نامہ مؤقرہ ملا۔ بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے یاد فرمایا۔

جہان مجدد الف ثانی قومی کانفرنس منعقدہ 24 اپریل 2005ء کے پروگرام بننے سے لے کر اس کے انعقاد تک آپ کی طرف سے موصولہ خطوط بہت پرکشش، نمایاں اور منفرد رنگ کے حامل رہے۔ پھر کمپیوٹر ٹائپنگ خطوط نے تو گویا اپنے مکتوب الیہان میں ایک حرکت بھر دی۔ میں بہت مسرور ہوا اور میرا جی چاہا کہ کاش میں بھی اس طرح کا کوئی کام کر سکتا۔

24 اپریل 2005ء کو صبح 10 بجے جب میں ایوان اقبال کے کانفرنس ہال میں داخل ہوا۔ تو ہال کا منظر ہی بڑا دیدنی تھا۔ علامہ اقبالؒ کے اشعار، مینا کاری، سادہ پچی کاری، بہترین انتظام، مقالہ نگاروں کی نشستیں مخصوص، نمایاں اور روشنیوں میں گھرا ہوا سٹیج، یہ سب من کو بہت بھا رہے تھے۔ سٹیج کے بالکل سامنے **"جہان امام ربانی"** انسائیکلو پیڈیا کی ساتوں جلدیں ایک تختے پر بہت خوبصورتی سے سجائی گئیں تھیں۔ تین چار کیمرے، فلڈ لائٹس اور ہال کی چھت پر سینکڑوں قمقموں نے ہال کو خصوصی رونق بخشی ہوئی تھی۔ سٹیج کے دائیں طرف ڈائس

بھی نمایاں تھا اور اس پر لگے مائیک بھی نمایاں تھے۔ سٹیج سیکرٹری کا انداز گفتگو بہت میٹھا، دھیما، اور مہذب تھا۔ سٹیج پر تشریف رکھنے والے تمام اصحاب خصوصی شناخت کے حامل تھے۔ بالخصوص نبیرہ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب، صاحبزادہ محمد مسرور احمد صاحب، جاوید اقبال مظہری صاحب، علامہ رضوان احمد مسعودی صاحب، پیر فضل الرحمٰن مجددی صاحب، محمد عالم مختار حق صاحب، اور آپ کی نورانی شخصیت نے تو سٹیج کو سجا دیا تھا۔ جناب جمیل اطہر سرہندی صاحب بھی سٹیج پر موجود تھے۔

تلاوت قرآن کے بعد جناب جمیل اطہر سرہندی صاحب کے افتتاحی کلمات سنے گویا ان کی آواز پُر مٹھاس سے ہم آشنا ہوئے۔ صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب کا خطاب صفت اناب بھی سنا۔ جاوید اقبال مظہری صاحب سے امام ربانی فاؤنڈیشن کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور جہان امام ربانی کے بارے میں رضوان احمد خان مسعودی صاحب کا خطاب بھی معلوماتی اور دلچسپ تھا۔ حافظ قاری اللہ بخش صاحب نے جو کلام اقبال سنایا اس نے بھی بہت مسرور اور مسحور کیا۔

مقالہ نگار حضرات میں سے سب سے پہلے سید ریاض الحسن گیلانی صاحب آئے آپ کا خطاب بڑا وقیع اور معلوماتی تھا مگر انھوں نے خطاب کو ایک تو ایک گھنٹے سے بھی زیادہ طویل کر دیا جو مجدد الف ثانی سوسائٹی کے قواعد وضوابط کے خلاف تھا۔ دوسرا مجدد الف ثانی کی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے خدمات نہ ہونے کے برابر بیان کیں۔ تیسرا عدالتی پلیٹ فارم پر قادیانیوں کے خلاف اپنی کوششوں کو زیادہ پروجیکٹ کیا۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کا خطاب عالمانہ تھا۔ علمی باریکیاں، وضاحتیں، حوالے اور لفاظی، سب قابل تعریف تھا مگر آپ بھی آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت لے گئے۔ ڈاکٹر سلطان شاہ صاحب کا خطاب حاضرین وسامعین کے لئے غیر دلچسپ ہوا ہوگا کیونکہ مختلف مستشرقین کے انگریزی

www.maktabah.org

اقتباسات کا اردو ترجمہ بیان کرتے رہے۔خطاب اگرچہ معلوماتی تھا مگر عوام الناس کی فہم سے بلند تھا۔ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس کا خطاب بھی ٹھیک تھا مگر حاضرین کی توجہ مکمل طور پر حاصل نہ کر سکا۔آپ کی یہ بات زیادہ قابل توجہ تھی کہ ایک خطاب وقت کی پابندی پر بھی ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کا خطاب موضوع سے متعلق رہا۔اگرچہ حوالہ جات کی تعداد کم رہی۔مولانا صابر حسین شاہ بخاری کا خطاب دراصل ایک انکشاف تھا، جو ان سے اس لئے قابل قبول ہے کہ آپ قائد اعظمیات کے محقق ہیں۔ پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی صاحب کا خطاب معلوماتی بھی تھا اور برمحل بھی۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی کا خطاب بڑا معلوماتی تھا اور پُر اثر بھی۔پروفیسر شبیر حسین شاہ (ناچیز) کا خطاب اگرچہ باربط تھا مگر شاید آیہ ختم نبوت کا آخری حصہ ذہن سے اتر گیا۔علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب کا خطاب مہمانان گرامی کی آمد کا شکریہ اور کچھ اپنے موضوع سے متعلق تھا۔دلچسپی سے سنا گیا۔ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کی زیارت پہلی دفعہ ہوئی دعوت نامہ میں آپ کا اسم گرامی سب سے پہلے تھا مگر خطاب سب سے آخر میں ہوا۔ بڑا معلوماتی، علمی، وقیع، دھیما دھیما اور ایک ہی لہجہ میں۔ مفتی محمد مکرم صاحب کا خطاب بھی پُر اثر اور جامع تھا۔جمیل اطہر سرہندی صاحب کا ''شکریہ'' بھی خوب تھا اور نقیب محفل کا ''شکریہ'' بھی خوب تھا۔سب خوب تھا بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر مجھے کچھ ناخوب معلوم ہوا وہ بھی خوب تھا۔

بہت شاندار قسم کا کھانا پیش کیا گیا۔گرامی ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی طرف سے انسائیکلوپیڈیا کا تحفہ ''**واہ بھئی واہ**'' ہے۔جس کا شکریہ اگرچہ میں روایتاً ادا کروں گا مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس تحفے کا شکریہ ادا کیا ہی نہیں جا سکتا۔کانفرنس میں جو کتابیں، کتابچے اور دوسرا مواد مہمانوں کو پیش کیا گیا وہ آپ کی انتظامی قابلیت اور علمی سخاوت کا ثبوت ہے۔یہ بھی خوب رہا کہ آپ کانفرنس میں اول تا آخر خاموش رہے۔

آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں کی کوشش اور محنت قابل تعریف ہے۔ ہال میں رضا کاروں کی خدمات، عزت واحترام اور تعاون سب قابل داد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو دنیا اور آخرت میں اس کا اجر عطا فرمائے (آمین) میں اس عزت افزائی اور دعوت پر آپ کے تمام ساتھیوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

والسلام علیکم دعا گو

سید شبیر حسین شاہ زاہد
۲۹ اپریل ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

مکتوب گرامی

پروفیسر محمد احسان احمد ہاشمی قادری سہروردی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان

بنام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ شیر ربانی اسلامک سنٹر لاہور، صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

محترم المقام قبلہ صوفی صاحب زاد مجد شرفہ

سلام مسنون!

المرام اینکہ آپ کا مکتوب نامہ ملا پڑھ کر انتہائی مسرت ہوئی مقالہ کی پذیرائی کا حد درجہ شکر گزار رہوں۔ ایوان اقبال میں آپ کی زیر سرکردگی جو مجدد الف ثانی کانفرنس ہوئی انتہائی کامیاب تھی نیز تمام انتظامی پہلوؤں کے اعتبار سے شاندار تھی مقالے بڑے پُر مغز تھے اور انتظامی امور بڑے سلیقہ شعاری سے سرانجام دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی کاوشوں اور مساعی جمیلہ کو مزید چار چاند لگائے اور حضرت مجدد ؒ کی روح پرفتوح آپ کی حامی وناصر ہو۔

فقط

والسلام

دعا گو ودعا جو

فقیر پر تقصیر محمد احسان احمد قادری سہروردی نقشبندی مجددی

۷ مئی ۲۰۰۵ء

www.mujaddidway.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان شاہ

صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

احقر کو جہان امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس میں شرکت کر کے دلی مسرت ہوئی۔ انتظامات مثالی تھے، نظم و ضبط قابل دید تھا۔ کسی غیر سرکاری ادارے کا ایسی علمی و تحقیقی کانفرنس منعقد کرانا لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ منتظمین خاص طور پر صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مدظلہ کو اجر عظیم سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد سلطان شاہ

www.mujaddidway.com

☆ مسعود ملّت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ولادت 1930ء دہلی)

سندھ کے مختلف کالجز میں بطور استاد اور پرنسپل تعینات رہے اور ایڈیشنل سیکرٹری تعلیم (سندھ) کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے علمی کارناموں کو جدید انداز میں پیش کیا اور ''**ماہر رضویات**'' کا خطاب پایا۔

حضرت مجدّد الف ثانی کی حیات و خدمات اور مقامات کے حوالے سے شائع ہونے والا انسائیکلوپیڈیا بعنوان ''**جہان امام ربّانی مجدّد الف ثانی**'' آپ ہی کی زیر سرپرستی شائع ہوا۔ آپ کا تصنیفی اور تحقیقی کام عالم اسلام کے لئے عظیم سرمایہ ہے۔ آپ کے علمی و تحقیقی مقالات کی تعداد چھ سو (۶۰۰) سے زائد ہے۔ جو کہ بین الاقوامی شہرت کے حامل علمی و تحقیقی جرائد میں شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ پاکستان، ایران، فرانس اور اُردن کے انسائیکلوپیڈیا میں شامل ہیں۔

تصانیف: تصانیف و تالیفات کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے۔ آپ کی بعض کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ جن میں سیرت مجدّد الف ثانی، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، فتاویٰ مسعودیہ، فتاویٰ مظہریہ، محدث بریلوی تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، حضرت مجدّد الف ثانی حالات و افکار اور خدمات تمدن ہند پر اسلامی اثرات، مجدّد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال اور دین فطرت قابل ذکر ہیں۔

آپ کے علمی مقام و مرتبے کا عالم یہ ہے کہ آپ کی حیات کے احوال اور علمی و ادبی خدمات پر متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں جہانِ مسعود، منزل بہ منزل، ولی نعمت مسعود ملت، مسعود ملت اور رضویات، مسعود ملت اور امام احمد رضاؒ، ملفوظات مسعود ملت، موجودہ صدی کے مجدّد، تذکرۂ مسعود، مکتوبات مسعودی، مجدّد عصر وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی حیات اور علمی و ادبی خدمات پر بہار یونیورسٹی سے 1977ء میں ڈاکٹر

اعجاز انجم لطیفی نے پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا اور یہ مقالہ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز اُردو بازار، کراچی کی طرف سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

☆ **پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (ولادت 5 مارچ 1938)**

سابق صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج (یونیورسٹی) فیصل آباد

میٹرک اور ایف۔اے کے امتحان میں وظیفہ حاصل کیا اور ایم۔اے عربی اور فاضل عربی کے امتحان میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ریاض یونیورسٹی سعودی عرب سے عربی میں ڈپلومہ حاصل کیا۔

تصانیف: برصغیر میں عربی نعتیہ شاعری کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا۔ اس کے علاوہ عربی زبان وادب اور اسلام میرا مذہب نمایاں ہیں۔مختلف موضوعات اسلام، پاکستان، اقبالیات، عربی زبان وادب، اردو زبان وادب اور حالات حاضرہ پر ملکی اور بین الاقوامی شہرت کے حامل جرائد ورسائل میں مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

☆ **پروفیسر قاری مشتاق احمد (ولادت 20 مارچ 1941ء، مقبوضہ کشمیر)**

ولدیت: احمد یار

تعلیم: ایم۔اے (اُردو، اسلامیات) پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

فاضل درس نظامی (دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور)

خدمات: ۱۹۵۹ء سے خطابت کے سلسلے کا آغاز کیا جو تا حال جاری و ساری ہے۔لاہور کے مختلف کالجز میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہوئے ۱۹ مارچ ۲۰۰۱ء میں گورنمنٹ سائنس کالج، وحدت روڈ لاہور سے بطور صدر شعبہ اسلامیات ریٹائر ہوئے۔اس دوران سیکشن آفیسر/انڈر سیکرٹری کالج انسٹیوٹ محکمہ تعلیم سول سیکریڑیٹ میں بھی رہے۔لاہور کی مختلف مساجد میں درس قرآن حکیم کا سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے۔جس میں جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش بھی

www.mujaddidiway.com

شامل رہی۔ آج کل آپ جامع مسجد قادریہ شیر ربانی میں قائم شدہ جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددّیہ شیر ربّانی میں تفسیر، حدیث و فقہ پر تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈائریکٹر جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددّیہ شیر ربّانی کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

تصانیف: آپ نے تفسیر قرآن میں اہل سنت (مسلکِ بریلوی) کی پہلی تفسیر، تفسیر الحسنات (سورۃ ق سے آخر تک) پر نظر ثانی فرما کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اسکے علاوہ حسن الاعتقاد فی ذکر میلاد کے نام پر ایک مقالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ توبہ کے حوالہ سے بھی ایک رسالہ زیر تکمیل ہے۔

☆ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری (ولادت 15 ستمبر 1947ء، مانسہرہ)

شیخ الحدیث واستاذ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

سب سے پہلی تصنیف ''دو نامور مجاہد'' (علامہ شاہ احمد نورانی ؒ اور مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کے سوانح اور سیاسی وملی خدمات پر مشتمل ہے) شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف، اخلاقیات، عقائد، صرف ونحو اور عربی زبان وادب کے موضوعات پر پچاس سے زائد تصانیف وتراجم شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں تعارف علماء اہل سنت، تعلیقات رضاء، تاریخ ساز شخصیات، خطبات ومقالات، سنت وبدعت، خلاصہ الہدایہ، تحقیق طلاق، تقسیم وراثت، تحقیق حلالہ نمایاں ہیں اور تراجم میں ریاض الصالحین، جامع ترمذی، شمائل ترمذی، غنیۃ الطالبین، اربعین نووی اور نور الایضاح قابل ذکر ہیں۔

☆ ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ولد سید خادم حسین (5 اگست 1941)

بی ایس سی، ایم اے، ایل ایل بی پنجاب یونیورسٹی، پی ایچ ڈی (الازہر۔ مصر)

آپ نے 1964 میں باقاعدہ وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ اِس وقت سپریم کورٹ آف پاکستان کے صف اوّل کے سینئر وکلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ 1984 تا 1989

www.mujaddidway.com

آپ نے حکومت پاکستان کی طرف سے ڈپٹی اٹارنی جنزل (شریعت) کے عہدے پر فائز ہوئے۔ 1980 تا 1984 حکومت پاکستان کے قانونی مشیر بھی رہے۔

1976 تا 1977 لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے سیکرٹری کے عہدے پر بھی رہے۔

آپ نے جامعہ اشرفیہ الازہر (مصر) اور مکۃ المکرّمۃ سے علوم حدیث (Hadith) اور فقہ (Fiqh) حاصل کیے۔ آپ 1972 سے لاء کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اعلیٰ قوانین پر بحیثیت لیکچرار خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ''**اسلامی قوانین**'' کے حوالے سے پنجاب یونیورسٹی اور بہاولپور یونیورسٹی میں بطور صدر ممتحن کام کر رہے ہیں۔ اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں متعدد آرٹیکل لکھے ہیں۔ آپ ری کنسٹرکشن آف لیگل تھاٹ ان اسلام ''**اسلام میں قانونی فکر کی تعمیر نو**'' جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف بھی ہیں اور یہ کتاب نہ صرف ملک کے تمام کالجز بلکہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد (پاکستان) اور دہلی یونیورسٹی انڈیا (بھارت) کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ آپ اسلامک فیملی لاء کے Co-Author بھی ہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان نے ختم نبوت کیس میں آپ کی خدمات کو شاندار انداز میں خراج تحسین پیش کیا/سراہا ہے۔

آپ نے کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ میں ختم نبوت کے وفد کی ایک مرتبہ قیادت فرمائی ہے اور تین مرتبہ آپ اس کے ممبر (نمائندے) رہ چکے ہیں۔

1986 میں جنیوا میں منعقدہ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کے کمیشن کے 42ویں سیشن میں حکومت پاکستان کے وفد میں شمولیت کی ہے۔

1988 میں جونیجو گورنمنٹ کی طرف سے سعودی عرب، مصر، جورڈن، سوڈان، سوئیٹزرلینڈ، فرانس اور انگلینڈ میں اسلامی بنکاری (Islamization of Banking) کے وفد میں بھیجے گئے۔

www.maktabah.org

اسلامک فیملی لاء کے حوالہ سے عالمی کانفرنس جو کہ 1989ء میں ایس۔او۔اے۔ایس لندن یونیورسٹی میں منعقد ہوئی، اس میں بھی آپ نے مسودہ پیش کیا ہے۔

☆ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد شاہ (ولادت 1951ء، دہلی)

مفتی، خطیب، درس نظامی کی تکمیل اور علم حدیث میں تخصص کے بعد دہلی یونیورسٹی دہلی سے ایم۔اے عربی اور پھر جامعہ مِلّیہ یونیورسٹی نئی دہلی سے جدید عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کیا۔

پندرہ سے زائد علمی و تحقیقی کتب کے مصنف و مترجم ہیں۔

☆ پروفیسر محمد اقبال مجدّدی (ولادت 15 ستمبر 1950ء قصور (من مضافات لاہور، پنجاب، پاکستان)

ایم۔اے تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

ایسوسی ایٹ پروفیسر و صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

مؤلف کتب تحقیقی حدود ۱۸، تقریباً ایک ہزار تحقیقی مقالات ہیں

جو رسائل معارف اعظم گڑھ، برہان، دہلی، مجلّہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ، صحیفۂ لاہور، مجلّہ تحقیق، پنجاب یونیورسٹی لاہور، اورینٹل کالج میگزین لاہور، بصائر کراچی، العلم کراچی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور، دانشنامہ جہان اسلام، تہران، دانشنامہ زبان وادبیات فارسی درشعبہ قارن، تہران، میں شامل ہیں۔

ان دنوں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ کے احوال وتعلیمات وافکار پر مشتمل ایک ضخیم کتاب مقامات معصومی تالیف میر صفر احمد معصومی (نواسہ حضرت خواجہ محمد معصوم) ایڈٹ کی

www.mujaddidiway.com

ہے۔ جو چار ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

جلد اول مقدمہ، دوم اردو ترجمہ، سوم فارسی متن، چہارم تعلیقات و توضیحات۔

☆ مولانا جاوید اقبال مظہری مجدّدی

مظہری پبلی کیشنز اور امام ربّانی فاؤنڈیشن کراچی کے بانی اور منتظم اعلیٰ ہیں۔

ماہنامہ المظہر کراچی کے مدیر ہیں اور رسائل و اخبارات میں متعدد مضامین مقالات شائع ہو چکے ہیں اور مطبوعہ تصانیف کی تعداد اڑتیس ہے۔ آپ زبردست نقیب اور پُر تاثیر خطیب بھی ہیں۔

☆ صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد مسعودی ابن پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ پر مسلسل تحقیقی کام آپ کا اعزاز و امتیاز ہے۔ جہانِ امام ربّانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کراچی کے چیئرمین ہیں۔

☆ علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی مجدّدی

دلنشین خطیب و مقرر۔ ماہنامہ ''الفکر'' کے مدیر اعلیٰ اور مجلّہ ''المظہر'' کراچی کی مجلس ادارت کے رکن ہیں۔ آج کل دار العلوم جامعہ نضرۃ العلوم کراچی کے ناظم تعلیمات و صدر مدرس ہیں۔

☆ ڈاکٹر محمد سلطان شاہ (ولادت 11 جنوری 1965)

ولدیت: حضرت پیر حافظ احمد شاہ چشتی علیہ الرحمہ

تعلیم: ایم۔اے (علوم اسلامیہ، اُردو، تاریخ) پنجاب یونیورسٹی لاہور

پی۔ایچ۔ڈی (اسلامک لرننگ) اسلامیہ یونیورسٹی لاہور

عہدہ: اسسٹنٹ پروفیسر / صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، جی۔سی یونیورسٹی لاہور

www.mujaddidway.com

مطبوعات: (۱) یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ، وطن پبلشرز لاہور۔1989ء (۲) حفاظتِ ناموس حضور ﷺ کی اہمیت، بزم رضویہ رجسٹرڈ، لاہور 1999ء (۳) سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور عصری سائنسی تحقیق، بزم رضویہ رجسٹرڈ، لاہور۔ 2001ء (۴) تحقیق/سرقہ، ماہنامہ ''نعت'' لاہور۔ 2000ء (۵) شاعرِ نعت، الجلیل پبلشرز، لاہور۔2004ء (۶) ''راوی'' میں حمد و نعت، مکتبہ ایوان نعت، انار کلی لاہور۔2005ء

مقالات: 30 سے زائد مقالات بھارت اور پاکستان کے مجلّات میں طبع ہو چکے ہیں۔

سیمینارز: 6 سیمینارز اور کانفرنسز میں شرکت کی۔

☆ **پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی (اعزاز فضیلت) (ولادت 3 مارچ 1938ء)**

بلوچستان کے مختلف کالجز میں بطور استاد اور پرنسپل فرائض ادا کیے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین بھی رہے۔

تصانیف: بیست و پنج قرن روابط فرہنگی پاکستان و ایران (فارسی) تصوف کیا ہے؟ حسین بن منصور حلاّج، احوال و آثار حضرت سلطان باہو (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی) فارسی۔

☆ **ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (ولادت: 12 اپریل 1968ء، منڈی بہاء الدین)**

فقیہہ، خطیب، پرنسپل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام، لاہور

ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے حصول علم کے لیے عراق بھی گئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے اصول فقہ کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

تصانیف: مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (چھ حصے)، مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے، جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرامؓ صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں، چٹاگانگ میں چند روز (سفرنامہ بنگلہ دیش)۔

www.mujaddidiway.com

☆ سید شبیر حسین شاہ زاہد (ولادت 5 مارچ 1958ء، ننکانہ)

استاد علوم اسلامیہ گورنمنٹ ڈگری کالج ننکانہ۔

تصانیف: تجلیات سیرت النبی ﷺ، عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ علاوہ ازیں پچاس سے زائد علمی و تحقیقی مقالات و مضامین مختلف جرائد و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

☆ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس (ولادت 11 دسمبر 1970ء، گوجرہ۔ فیصل آباد)

استاد علوم اسلامیہ جی۔ سی یونیورسٹی، لاہور۔

علوم اسلامیہ کے حوالے سے گرانقدر علمی و تحقیقی کام کیا۔

اہم تصانیف: حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیری و فقہی خدمات (مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی) تخریج احادیث (اصول و ضوابط) اسلام کا نظام تعلیم، ''سماجی بہبود'' (تعلیمات نبوی کی روشنی میں) (ایوارڈ یافتہ)

علاوہ ازیں قومی و بین الاقوامی رسائل و جرائد میں علمی و تحقیقی تنقیدی مضامین شائع ہوئے۔

☆ جمیل اطہر سرہندی

جمیل اطہر سرہندی سرہند شریف (مشرقی پنجاب بھارت) میں 11 مئی 1941ء کو قاضی خاندان میں پیدا ہوئے ان کے والد کا اسم گرامی قاضی سراج الدین سرہندی تھا۔ سرہند شریف کا یہ قاضی خاندان جو سرہند منڈی میں تجارت کرتا تھا۔ درگاہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اپنے لئے توشہ آخرت سمجھتا تھا۔

جمیل اطہر سرہندی اپنی تصنیف ''شیخ سرہند'' کے دیباچے میں درگاہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی اور دلبستگی کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''درگاہ حضرت

امام ربانی سے وابستگی کا ایک اظہار اس وقت بھی ہوا جب والد صاحب نے قیام پاکستان کے پانچ چھ سال بعد سرہند شریف کا سفر اختیار کیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے اس وقت میری عمر بمشکل بارہ برس ہوگی۔ ہم نے ایک ہفتہ روضہ شریف کے ایک حجرے میں گزارا۔ ہم ہر روز حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی آرامگاہ پر حاضری دیتے اور اپنی التجائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے واسطہ سے پیش کرتے۔ والد صاحب مجھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سامنے تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع حضرت امام بندگی کی درگاہ پر بھی لے جاتے رہے۔ پاکستان بننے سے پہلے یہ درگاہ بھی عقیدت مندوں کی ارادتمندی کا مرکز تھی اور یہاں سالانہ عرس بھی ہوتا تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد رفتہ رفتہ یہاں زائرین کی تعداد کم ہوتی چلی گئی۔ والد صاحب کے ساتھ عام خاص باغ بھی گیا اور سرہند کے قدیمی قبرستان میں بھی حاضری دی اور اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھی قارئین کو حیرت ہوگی اور خود مجھے بھی یہ یاد کر کے تعجب ہوتا ہے کہ میں نے اس سفر سے واپسی پر لائل پور (فیصل آباد) کے کثیر الاشاعت روزنامہ ''غریب'' میں ''**دیار مجدد میں چند روز**'' کے عنوان سے تین اقساط میں سفرنامہ لکھا۔ یہ شاید میری ابتدائی تحریروں میں سے ایک تحریر تھی۔ یہاں اس کے ذکر کا مقصد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خاندان بالخصوص والد محترم کی محبت اور پھر اپنی عقیدت کا پس منظر واضح کرنا ہے۔ والد محترم جب تک حیات رہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے اور سرہند شریف سے قلبی وابستگی اور پاکستان ہجرت کر کے آنے والے اہلِ سرہند کی خدمت وراہنمائی انکے روز وشب کا معمول رہے ان کی یہ تمنا تھی کہ وہ پھر سرہند شریف جائیں لیکن سفر پر پابندی کے باعث انھیں دوبارہ یہ موقع میسر نہ آیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جب ایک نئی اضافی بستی کے قیام کا منصوبہ بنا جہاں زیادہ تر سرہند شریف کے مہاجرین کی آبادکاری ہونا تھی تو والد صاحب نے ہی اس کا نام سرہند بستی تجویز کیا اور یہاں

www.mujaddidiway.com

تعمیر ہونیوالی مسجد کا نام مسجد مجددیہ رکھا گیا۔ والد صاحب نے پچاس کے عشرہ میں اپنے دوسرے کاروباروں کے ساتھ ایک ہوزری قائم کی۔ جس کا نام سرہند ہوزری رکھا گیا۔ ہم نے جب لاہور میں پرنٹنگ پریس قائم کیا تو وہ اسے بھی سرہند سے موسوم کرنے کے خواہاں رہے۔''

جمیل اطہر متحرک اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں بارہ سال کی عمر میں شورش پاکستانی کے نام سے اپنے صحافتی سفر کا آغاز کیا اور پھر جمیل اطہر کے نام سے صحافت اور صحافتی سیاست میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ نے جہاں صحافی تجربہ سے نظریاتی تربیت کے پھول چنے وہاں مولانا عبدالرحیم اشرف، پروفیسر کرامت حسین جعفری، پروفیسر افتخار احمد چشتی اور پروفیسر مرزا محمد منور کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد انھوں نے مئی 1958ء میں گورنمنٹ کالج لائل پور میں داخلہ لیا اور اپنی صحافتی زندگی کے نئے مرحلے کا آغاز ''آفاق'' فیصل آباد میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کیا اور اس کے بعد روزنامہ وفاق سے متعلق ہوئے۔ تقریباً 22 برس تک روزنامہ وفاق سے وابستہ رہے۔ 1974ء میں آپ نے روزنامہ ''تجارت'' کے نام سے اپنے اخبار کا آغاز کیا اس کے بعد انھوں نے اپنے دوسرے اخبار روزنامہ جرأت کا آغاز کیا اور اب وہ خواتین کا ایک معروف جریدہ ''ویمن ٹائمز'' کے نام سے بھی شائع کر رہے ہیں۔ وہ 1958ء سے 1964ء تک مختلف ادوار میں روزنامہ نوائے وقت سے بھی وابستہ رہے اور بحیثیت سٹاف رپورٹر، سب ایڈیٹر اور ڈپٹی ریذیڈنٹ ایڈیٹر نوائے وقت ملتان فرائض انجام دیئے۔ 1960ء میں دینی ہفت روزہ ''المنبر'' فیصل آباد کی ادارت بھی کی۔

جمیل اطہر سرہندی نے اپنی زندگی میں بے شمار کامیابیاں حاصل کیں وہ تین مرتبہ C.P.N.E (سی۔ پی۔ این۔ ای) کے سیکرٹری جنرل اور چار مرتبہ اے۔ پی۔ این۔ ایس

کے سینئر نائب صدر کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔اور آج کل بھی وہ سی۔پی۔این۔ای کے وائس پریذیڈنٹ کے عہدے پر فائز ہیں۔ان کی یہ کامیابیاں جہاں ان کی مسلسل محنت کا ثمر ہیں وہاں ان کے والدین بالخصوص والدہ ماجدہ کی دعاؤں کی بھی مرہون منت ہیں۔

جناب جمیل اطہر سرہندی کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و ارادت ورثے میں ملی ہے اور آپ نے ان کی حیات مبارکہ پر قرآن وسنت، اولیائے متقدمین اور متأخرین کے فرمودات، تاریخ وسیر اور مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں بڑے تحقیقی، سلیس اور دلنشین انداز میں **''شیخ سرہند''** نامی کتاب تصنیف کی ہے، آپ کی یہ تصنیف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اہم علمی اور تحقیقی حیثیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی ہے کہ اس پر ملک کے طول وعرض سے علماء، ممتاز دانشوروں اور نامور قلمکاروں نے لاتعداد تبصرے کئے ہیں۔اس کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

تعلیماتِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور دوقومی نظریہ (جس کی تشہیر وقت کی اہم ضرورت ہے) کو ریڈیو، ٹی وی، اخبارات ورسائل اور تقریبات کے ذریعے عام کرنے کیلئے **''مجدد الف ثانی سوسائٹی''** کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جمیل اطہر سرہندی اس سوسائٹی کے سیکرٹری جنرل ہیں اور ملک بھر میں حضرت مجدد الف ثانی پر پرمغز مقالات اور اخبارات کے ایڈیشنوں کی اشاعت آپ کی دلچسپی کی مرہون منت ہے اور ممتاز صحافیوں اور دانشوروں کی توجہ تعلیمات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مبذول کروانے کا سہرا آپ کے سر ہے۔

جناب جمیل اطہر سرہندی نے جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجدّدیہ شیر ربّانی سمن آباد لاہور کے قیام کے لئے صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کو مفید اور مثبت مشورے دیے۔